

اِنَّا نَحْمَدُكَ يَا اَللّٰهُ وَنُكَلِّمُكَ بِمَنْ نَحْبِبُ
 وَمَنْ نَحْبِبُ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ وَنُكَلِّمُكَ بِمَنْ نَحْبِبُ
 وَمَنْ نَحْبِبُ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ وَنُكَلِّمُكَ بِمَنْ نَحْبِبُ
 وَمَنْ نَحْبِبُ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ وَنُكَلِّمُكَ بِمَنْ نَحْبِبُ

آیت تطہیر اور اہل بیت رسول وسلم علیہم السلام صلی

960

قرآن حدیث مسک صحابہؓ، سیدنا علیؓ و اہل بیت علیؓ کی روشنی میں

مؤلفہ

محمد سلطان نظامی

مصنف

توحید، وصی رسول اللہؐ، لغزوات غوث اعظمؒ، دہ باری نبوی کے معاہدے اور
 ایلیتی خطوط، قصاص سیدنا عثمانؓ و تکمیل بیت رضوان، اسلام
 اہل فارس اور سلمان فارسیؓ

ناشرکت - شرکت ادیب پنجاب شاہی محلہ لاہور
 (شمالی برقی پریس لاہور)

شجرہ نسب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مع ازواج مطہرات اہل بیت رسول

اہل بیت کے علاوہ ہم المومنین عنقہ رحمہم
 ام المومنین زینب ام المومنین مہربانہ
 اور ام المومنین جو سیرتہ بھی شہیدہ سادات
 علی وعلیہ وسلم کے سلسلہ ازواج و اہل
 بیت ہیں داخل ہیں چونکہ یہ قریشیہ نہیں ہیں اس لئے
 شجرہ نسب میں شامل نہیں۔
 (مؤلف)

عدنان
 مدد
 مضر
 النبیاس
 مدینہ
 خزیمہ
 کنانہ
 نصر
 مالک
 قالیق
 لوی

اسد
 دودان
 بنتم
 کثیرہ

مہرہ
 صبرہ
 یحییٰ

غدیری
 ارواح
 قرظ
 ریاح
 عبد العزیز
 نقیل
 الخطاب
 عمر ابن
 حفصہ
 عامر
 جس
 مالک
 نصر
 عبد ود
 عبد شمس
 قیس
 زہدہ
 سوہ

کعب
 مرہ
 کتاب
 قصی
 کعب عبد العزیز - عبد منات
 عامر اسد
 ابو قحافہ
 ابو یوسف
 عائشہ

ریاب
 عشا
 زینب ام

عبد شمس
 امیہ
 خولدہ
 ابوسہیان
 ام حلیبہ

DATA ENTERED

۲۹۲۸۲

۱۰۰

۱۵۷۵۷

ضروری گزارش

یہ کتاب صرف ان مسلمانوں کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے جو عبداللہ ابن سبا و یہودی کو اپنا امام و پیشوا تسلیم نہیں کرتے۔ جس نے محبت اہل بیت رسول بن کر خود ہی ازواجِ مطہرات رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت رسول سے خارج کر کے بغض اہل بیت رسول کا پورا پورا ثبوت دیا۔ قرآن حکیم جیسی لادیب الہامی کتاب کی موجودگی میں "اہل بیت" کی احادیث وضع کر کے مسلمانوں کو اہل بیت قرآنی و اہل بیت حدیثی کے ایسے منطقی چکر میں ڈالا کہ امت مسلمہ اہل بیت حدیثی کو اہل بیت قرآنی سمجھنے لگی اور اہل بیت تطہیر کے متعلق رب کائنات نے جو حدود و قیود قائم کئے تھے مسلمان ان کو بھی بھول گئے۔ صدیاں گزر گئیں مگر مسلمان اہل بیت تطہیر کے متعلق اپنے اختلافات نہ مٹا سکے۔ قرآن پاک تو بنی اسرائیل کے اختلاف بیان کیے مسلمانوں کو ہدایت فرماتا ہے۔ لیکن اس اسرائیلی اور اس کی ذہنیت نے خود مسلمانوں کو اختلافات کا شکار بنا کر انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ فسطحان حکیم کا ارشاد ہے۔۔

إِنَّ هَذِهِ الْقُرْآنَ يَمُضُّ عَلَى
 بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي
 هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ وَإِنَّهُ
 لَهْدَىٰ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

(النمل: ۴۸ - ۴۹)

یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر وہ باتیں
 سناتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے
 ہیں۔ اور وہ مومنوں کے لئے ہدایت
 اور رحمت ہے۔

اور بنی اسرائیل کی ذہنیت کو ان الفاظ میں پیش فرماتا ہے۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
 لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ
 كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ
 أَنفُسِهِمْ لَبِئْسَ مَا تَبَيَّنَ
 لَكُمْ الْحَقُّ (البقرہ: ۱۰۹)

اہل کتاب دیہود و نصاریٰ میں سے
 بہت چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان
 کے بعد تمہیں لوٹا کر کافر بنا دیں اپنے
 حسد کی وجہ سے اس کے بعد کہ ان
 کے لئے حق کھل گیا۔

محمد سلطان نظامی عفی عنہ

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	پریشا	صفحہ	عنوان	پریشا
	امامیہ کے آئمہ بھی تحریف قرآن کے قائل نہ تھے	۱۸		اہل بیت رسولؐ و نظم	۱
۷۷	تاسخ و منسوخ	۱۹	۱۹	نذر عقیدت	۲
۸۰	کیا کلام نبیؐ کلام اللہ کو منسوخ کر سکتا ہے	۲۰	۲۱	افتتاح	۳
۸۳	قرآن مجید کی تفسیر	۲۱	۲۲	خلیفۃ اللہ کے انتخاب کے موقع پر	۴
۸۵	سورہ احراب اور آیت تطہیر	۲۲	۲۲	رب کائنات نے اجماع کرایا	۵
۸۸	اہل بیت تطہیرؑ	۲۳	۲۲	خاتم النبیین کے انتخاب پر اجماع	۵
۹۲	بے مثل نبیؐ	۲۴	۲۴	انبیاء علیہ السلام	۶
۹۹	حضرت عبداللہ کی وفات میں رازِ ربانی	۲۵	۲۴	جمع القرآن	۶
۹۹	حضرت آمنہ کی وفات میں رازِ خداوندی	۲۶	۲۴	سیدنا فاروق اعظم کے اسلام لانے کا واقعہ بھی اس حقیقت کا شاہد ہے کہ قرآن حکیم لکھا جاتا تھا	۷
۱۰۰	آپ کے پیٹوں کی وفات میں مشیت ایزدی	۲۷	۲۴	ترتیب نزول و ترتیب جمع	۸
۱۰۱	حضور کا سایہ نہ ہونے میں رازِ انبیاءؑ اور لاثانی نبیؐ	۲۸	۲۴	صدیق اکبر کا ایمان افروز کارنامہ	۹
۱۰۲	کتاب اللہ اور بے مثل نبیؐ	۲۹	۲۷	تحریف قرآن حکیم	۱۰
۱۰۴	اسلام اور لاثانی نبیؐ	۳۱	۲۷	تعداد آیات اور حروف قرآن شریف	۱۱
۱۰۸	صحیفہ اور بے مثل نبیؐ	۳۲	۲۷	تفہیل آیات قرآن شریف	۱۲
۱۰۹	خلیفہ رسول اللہ اور بے مثل نبیؐ	۳۳	۲۷	ادامہ و نواہی و حدود وغیرہ	۱۳
۱۱۱	رسول اللہ کے خسر اور بے مثل نبیؐ	۳۴	۲۷	تحریف شدہ کتاب اور احکامات	۱۴
			۲۷	سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی فقہیت	۱۵
			۲۷	قرآن حکیم کو نبی آخر الزمان نے خود مرتب فرمایا	۱۶
			۲۷	محققین تشیع بھی حفاظت قرآن کے قائل ہیں	۱۷

۱۸۵	۶۰	۱۱۲	۳۵	داماد رسول اور بے مثل نبی
۱۸۶	۶۱	۱۱۳	۳۶	حضور کے سارے اور بے مثل نبی
۱۸۷	۶۲	۱۱۴	۳۷	حضور کی صاحبزادیاں اور بے مثل نبی
۱۸۸	۶۳	۱۱۵	۳۸	سیدنا علی اور بے مثل نبی
۱۸۹	۶۴	۱۱۶	۳۹	آپ کے واسطے نواسیاں اور بے مثل نبی
۱۹۰	۶۵	۱۱۷	۴۰	ازواج مطہرات اور بے مثل نبی
۱۹۱	۶۶	۱۱۸	۴۱	آیت تطہیر اور اہلبیت رسول قرآن کی روشنی میں
۱۹۲	۶۷	۱۱۹	۴۲	اہل بیت قرآنی
۱۹۳	۶۸	۱۲۰	۴۳	رحمیں اور اہل بیت رسول
۱۹۴	۶۹	۱۲۱	۴۴	حدود اللہ
۱۹۵	۷۰	۱۲۲	۴۵	آیت تطہیر اور حدود اللہ میں کبھی کبھی
۱۹۶	۷۱	۱۲۳	۴۶	کائنات یا بتدریج
۱۹۷	۷۲	۱۲۴	۴۷	آیت تطہیر حدود اللہ اور رب کائنات کا حضور سے
۱۹۸	۷۳	۱۲۵	۴۸	حق طلاق و نکاح سلب کرنا
۱۹۹	۷۴	۱۲۶	۴۹	نبی کو جنت الفردوس دنیا ہی میں مرحمت فرمادی گئی
۲۰۰	۷۵	۱۲۷	۵۰	ازواج مطہرات کو آیت تطہیر سے خارج قرار دینا
۲۰۱	۷۶	۱۲۸	۵۱	خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت سے خارج قرار دینا ہے
۲۰۲	۷۷	۱۲۹	۵۲	حدود اللہ اور سفارش
۲۰۳	۷۸	۱۳۰	۵۳	آیت تطہیر حدود اللہ اور سیدنا علی کا
۲۰۴	۷۹	۱۳۱	۵۴	آیت تطہیر حدود اللہ اور وصیت سیدنا علی
۲۰۵	۸۰	۱۳۲	۵۵	آیت تطہیر حدود اللہ اور سیدنا علی
۲۰۶	۸۱	۱۳۳	۵۶	سیدنا عباس کا حدیث رسول کا مطالبہ
۲۰۷	۸۲	۱۳۴	۵۷	آیت تطہیر حدود اللہ اور مسک سیدہ فاطمہ الزہراء
۲۰۸	۸۳	۱۳۵	۵۸	آیت تطہیر حدود اللہ اور سیدہ فاطمہ الزہراء کی وصیت
۲۰۹	۸۴	۱۳۶	۵۹	آیت تطہیر حدود اللہ اور حضرت حسین کا مسک
۲۱۰	۸۵	۱۳۷	۶۰	اہلبیت حدیثی حدود اللہ اور غلو
۲۱۱	۸۶	۱۳۸	۶۱	چھ تین یا ک
۲۱۲	۸۷	۱۳۹	۶۲	
۲۱۳	۸۸	۱۴۰	۶۳	
۲۱۴	۸۹	۱۴۱	۶۴	
۲۱۵	۹۰	۱۴۲	۶۵	
۲۱۶	۹۱	۱۴۳	۶۶	
۲۱۷	۹۲	۱۴۴	۶۷	
۲۱۸	۹۳	۱۴۵	۶۸	
۲۱۹	۹۴	۱۴۶	۶۹	
۲۲۰	۹۵	۱۴۷	۷۰	
۲۲۱	۹۶	۱۴۸	۷۱	
۲۲۲	۹۷	۱۴۹	۷۲	
۲۲۳	۹۸	۱۵۰	۷۳	
۲۲۴	۹۹	۱۵۱	۷۴	
۲۲۵	۱۰۰	۱۵۲	۷۵	
۲۲۶	۱۰۱	۱۵۳	۷۶	
۲۲۷	۱۰۲	۱۵۴	۷۷	
۲۲۸	۱۰۳	۱۵۵	۷۸	
۲۲۹	۱۰۴	۱۵۶	۷۹	
۲۳۰	۱۰۵	۱۵۷	۸۰	
۲۳۱	۱۰۶	۱۵۸	۸۱	
۲۳۲	۱۰۷	۱۵۹	۸۲	
۲۳۳	۱۰۸	۱۶۰	۸۳	
۲۳۴	۱۰۹	۱۶۱	۸۴	
۲۳۵	۱۱۰	۱۶۲	۸۵	
۲۳۶	۱۱۱	۱۶۳	۸۶	
۲۳۷	۱۱۲	۱۶۴	۸۷	
۲۳۸	۱۱۳	۱۶۵	۸۸	
۲۳۹	۱۱۴	۱۶۶	۸۹	
۲۴۰	۱۱۵	۱۶۷	۹۰	
۲۴۱	۱۱۶	۱۶۸	۹۱	
۲۴۲	۱۱۷	۱۶۹	۹۲	
۲۴۳	۱۱۸	۱۷۰	۹۳	
۲۴۴	۱۱۹	۱۷۱	۹۴	
۲۴۵	۱۲۰	۱۷۲	۹۵	
۲۴۶	۱۲۱	۱۷۳	۹۶	
۲۴۷	۱۲۲	۱۷۴	۹۷	
۲۴۸	۱۲۳	۱۷۵	۹۸	
۲۴۹	۱۲۴	۱۷۶	۹۹	
۲۵۰	۱۲۵	۱۷۷	۱۰۰	

اہل بیت رسولؐ

دتر مضطر صاحب گجراتی

وہ خواتینِ مکرم، یعنی ازواجِ رسولؐ	جن کو نوحشا تعالیٰ الہام نے حسن قبول
وہ نوا میں حرم، وہ اہل بیتِ مصطفیٰؐ	وہ مجسم خیر و خوبی وہ سراپا ارتقا
وہ مقدس بیبیاں، وہ اہباتِ المومنینؐ	وارثِ عز و شرف، فخرِ نساءِ العالمین
وہ مبارک بیبیاں، حوا کی عظمت کی دلیل	در خورِ عزت، سراوارِ سلام جبرئیلؑ
وہ پیمبر کے امورِ خانہ داری کی امیں	جن سے سیکھا دخترانِ طہت بیفیل نے دیں
صالحاتِ نیک طینتِ طیباتِ پاک خود	کاملاتِ حسن سیرت، احاطاتِ آبرو
محسباتِ نوعِ انساں، مومناتِ ذی وقار	محسباتِ دینِ قیم، قاناتِ حق شعار

اے جناب مضطر صاحب! دعا ہے کہ وہ میری کتاب کا دیباچہ تحریر فرمائیں گے چنانچہ انہوں نے بعد ہر بانی یہ نظم بطور دیباچہ مجھے عطا فرمائی علامہ ازین اہل بیتِ قطبیر کے متعلق کچھ اور ایمان افروز نظیں بھی مرحمت فرمائی ہیں جن سے کتاب بزمِ مزین ہے۔ اس کا ذخیرہ کے لئے میں ان کا تہ دل سے مشکور ہوں۔

(مؤلف)

شکر برب صبر و سببہ اتاعت درنگاہ
 وہ حیا پرور، صداقت آفرین، عفت مآب
 خوگر، حسن عمل، شائستہ، اخلاق عظیم
 بارہ جن سے کیا خلاق عالم نے خطاب
 جن سے ولایت جنوں نے اپنے دامن کر لئے
 جلوہ بے نی سے جن کے باطن مستنیر
 جن کو دنیا سے جڑنے بے نیازی بخشوی
 جن کا اسوہ ہے نمونہ صفت نواں کیلئے
 ان کے کاشاوں پہ رحمت انکی روحوں پر سلام

آیہ تطہیر ہے جن کے تقدس پر گواہ
 خاک صکر چکے لئے اتریں تھیں آیاتِ حجاب
 راسخ الایمان، شاکر، ہر پان، اصابر، علیم
 جن کو ہر نسکی پہ مولنے دیا دگر جواب
 قسمتیں بیدار کر لیں، قلب روشن کر لئے
 جن کی روحیں مطمئن تھیں آئینہ چکے ضمیر
 عالم سوال میں شان امتیازی بخش دی
 قرص ہے تعظیم جن کی ہر مسلمان کے لئے
 جن کے رزق محترم ہوں حضرت خیر الانام

کون جنت ان کے قدموں سے طلب کرتا نہیں
 ہائے وہ بد بخت، جو ان کا ادب کرتا نہیں

آیت تطہیر اور حدود اللہ بن کے بنی آخر الزمان

صلی اللہ علیہ وسلم پابند رہے

» اس کے بعد تیرے (اے نبیؐ) لئے اور
عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے
کہ ان کے بدلے اور بیویاں کر لے اگرچہ تجھے
ان کا حسن پسند بھی آئے سوائے اس کے جس کا
تیرا دایاں ہاتھ مالک ہو چکا اور اللہ ہر شے
پر نیکباز ہے «

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِمَّنْ بَعَدُ
وَلَا أَنْ تَبْدَلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ
وَلَوْ أَحْبَبْتَ حَسَنًا إِلَّا مَا مَلَكَتْ
يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
رَاقِبًا ۝

(الاحزاب : ۵۲)

۱۔ ابن عباسؓ، صحابہؓ، قتادہؓ، ابن زیدؓ اور ابن جریرؓ کے علاوہ لاتعداد علمائے
بیان کیا ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت (ازواج مطہرات)
کو اختیار دیا کہ مال و دولت سے کرخصت ہو جائیں یا فقر و فاقہ میں آپؐ کی رفاقت
اختیار کریں تو تمام اہل بیتؓ نے مال و دنیا کو ٹھکرا کر آپؐ کی رفاقت کو محبوب جانا۔ تو ان
کی اس ثابت قدمی، زہد و تقویٰ کا امتحان کرنے کے بعد رب کائنات نے ان کا اکرام
کیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف انہیں طلاق دینے سے روک دیا بلکہ
آئندہ اور کسی عورت سے نکاح کرنے سے بھی منع فرمادیا حضرت عکرمہؓ اور حضرت انسؓ

آیت تطہیر اور حدود اللہ جن کی ازواج مطہرات

پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم پابند ہیں

(۱)

دنیا کا ہر آدمی پر ان کی جانوں سے
زیادہ حق ہے اور اس (نبی) کی ازواج
ان کی مائیں ہیں۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
النَّفْسِ هُدًى وَأَفْوَاجًا مَّعْتَدَةً
(الاحزاب: ۶)

(یقینہ حاشیہ ص ۹) کا بھی یہی قول ہے اور خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل
سے بھی ثابت فرمادیا کہ انہوں نے اپنی وفات حسرت آیات تک ان ازواج مطہرات میں
سے نہ تو کسی طلاق دی اور نہ ہی کسی اور عورت سے نکاح کیا۔ سید کے بعد آپ نے کسی
عورت سے نکاح نہیں کیا اس وقت ام المؤمنین سیدہ ماریہ قبطیہ فرماتے ہیں آپ کی دس ازواج مطہرات
تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سوہ خندہ اور حیات طیبہ اس حقیقت کے شاہد ہیں
کہ آپ حضور اپنی زندگی کے آخری لمحے تک عداوند علیم و خیر کی قائم کردہ ان حدود و قیود
کے پابند رہے۔ (مؤلف)

۲۔ یہاں میں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ کسی طرح اہل بیت کو اہل بیت
تطہیر سے خارج کر دیا جائے اور اس کے ثبوت میں وضع روایت بھی پیش کی ہے کہ
من اهل بیتہ نساء لاقال لاولیہ

حضرت زینب اور تم میں سے کسی نے سوال کیا

اے نبیؐ! اپنی بیبیوں سے کہہ دے کہ
اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت
چاہتی ہو تو آؤ۔ میں تمہیں سامانِ دوا
اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔“

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ زَوَّجْتُ
إِنَّ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ
وَأَسْرِعُكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا

(الاحزاب: ۲۸)

کہ حضورؐ کے اہل بیت کون ہیں! حضورؐ کی
بیویاں؟ فرمایا نہیں! خدا کی قسم تحقیق
عورت مرد کے ساتھ کچھ زمانہ گزارتی
ہے پھر طلاق دیتا ہے پس اپنے باپ
اور قوم کی طرف رجوع کر جاتی ہے اہل بیت
آپ کے افضل اور آپ کے خاندان کے لوگ
ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے۔“

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱) اللہ ان المرآة
تكون مع الرجل العصفور من الاعداء
ثم يطلتها فترجع الى ابيها
وقومها اهل بيته اصله و
عصبة الذين حرموا الصدقة
بعده

(مسلم ج ۲ صفحہ ۲۸۰ بحوالہ اثبات پنجتن ص ۹۸)

حالانکہ مندرجہ بالا احکام خداوندی میں اس وضعی رعایت کا متہ تو جب وہ بھی موجود
ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم خداوندی سے منع فرما دیا گیا کہ وہ اب ازواجِ مطہرات
کو کبھی بھی طلاق نہیں دے سکتے اور نہ ہی اب کسی اور عورت سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اور
ازواجِ مطہرات کے متعلق فرمایا کہ وہ تمام مومنوں کی مائیں ہیں بعد از وفات پیغمبر صلی
اللہ علیہ وسلم بھی کوئی مومن ان سے شادی نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ اپنے روحانی بیٹوں

« اھا کہ تم اللہ اور اس کے رسول ابراہیمؑ
 کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے کسی
 کو نبیوں کے لئے چاہا اور تمہارا کیا ہے »

وَأَنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 قَالُوا لَا تَلْبِسُوا الْبِرَّ وَالْإِسْخَارَ إِنَّ اللَّهَ يَكْفُرُ
 بِالْمُجْرِمِينَ (الاحزاب - ۲۹)

(یقیناً عاشر ص ۱) سے تا مرگ شادی کر سکتی ہیں فرمایا

« نبی کا مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ
 حق ہے اور اس دینی کی ازدواج مومنوں
 کی مائیں ہیں »

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
 أَنفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ أُمَّهَاتُهُمْ
 (الاحزاب ۶)

اور ازدواج مظہرات کی مکرم و اکرام کے متعلق فرمایا کہ

« بے نبی کی بیبیو یا تم اور عورتوں کی
 طرح نہیں ہوں »

النِّسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُمْ كَأَحَدٍ
 مِنَ النِّسَاءِ (الاحزاب: ۳۲)

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَسْتُمْ كَأَحَدٍ كَيْفَ يَعْنِي فِي تَهَائِي

جیسا نہیں ہوں (را حسن الہدایات ص ۱۰۶)

اس لئے اس موضوعِ رسالت کا کوئی بھی قول اہل بیت المؤمنین یعنی اہل بیت

لطیفیہ کے متعلق درست نہیں اس لئے کہ قرآن کو طلاق علی اور نہ اب زندگی بھر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دے سکتے تھے اور نہ وہ والدین کے گھر گئیں اور نہ کسی اور سے

شادی کی جبکہ انہوں نے خدا کی رضا کے لئے دنیاوی لذات کو خیر باد کہہ دیا تھا اور

انہیں تو قیامت تک کے لئے امت مسلمہ کی مائیں قرار دیا جا چکا تھا لیکن اس کے برعکس

ہلے نبی کی بیوی! جو کوئی تم میں سے
کھلی بے حیائی کرنے لگی اُسے دوہرا عذاب
دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان
ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ مَنْ يَأْتِ مِنْكَ
بِفَا حِشَّةٍ مِّمَّنْ يَنْتَهَى لِيُصْعَقَ
لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَ
كَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا
(الحزاب: ۲۰)

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱) مشہور روایت ہے کہ جب سیدنا علیؑ دشمن اسلام ابو جہل کی لڑکی
جویریہ سے شادی کرنے لگے تھے اور خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراءؑ پر سوکن
لانے لگے تھے اس وقت خاتون جنتؑ کے والد محترم سید محمدؑ کون دھکان صلی اللہ علیہ
وسلم نے مطالبہ کیا تھا کہ سیدنا علیؑ اپنے اہل بیت سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کو طلاق دے دیں
اور جویریہ کہا گیا کہ اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے حالانکہ سیدنا علیؑ اور
سیدنا عباسؑ صدقہ رسولؐ کے متولی رہے اور اس کی آمد و تقسیم پر ایک دوسرے
سے دست و گریبان ہوئے۔ اور عمرؓ بھی سیدنا علیؑ نے سیدنا عباسؑ کو اس صدقہ
پر کالیفن نہ ہونے دیا بلکہ اس صدقہ کا متولی اپنی آل و اولاد کو مقرر فرمایا۔ بخاری
شریف پارہ ۱۶ کتاب المغازی میں ہے کہ

عن حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے.....
کہ یہ مال صدقہ حضرت علیؑ کے قبضے میں
رہا انہوں نے حضرت عباسؑ کو طلاق پر تیسرے

عن عروہ بن الزبیر.....
هذه الصدقة بيد علي منها
علي عبا سا فغلبه عليها فمكنا

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكَ بِدِينِهِ وَ
رَسُولِهِ وَتَعْمَلْ مَا لِحَاوَاتِنَا
أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاعْتَدْنَا
لِعَارِذِهَا كَرِيمًا ۝

(الاحزاب: ۲۱)

• اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے
رسول کی قرآن بردار ہو اور اچھے عمل کرے
ہم اس کا اجر اسے دو چند دیں گے
اور تمہارے اس کے لئے عزت والا رزق
تیار کیا ہے۔

(تفسیر عاشرہ صفحہ ۱۳۷)

بید حسن علی ثم بید حسین
بن علی ثم بید علی بن حسین
وحسن بن حسن صلاهما
صافا یتدا ولانہما شہد
بید زید بن حسن وہی
صدقہ رسول اللہ صلی
اللہ وسلم صفاً۔

تذکرے دیا پھر حضرت علیؑ کے بعد
حسن بن علیؑ کے قبضے میں رہا
پھر حسین بن علیؑ کے پھر علی رزین
العبادین) بن حسینؑ پھر حسن
(حسن مثنیٰ) بن حسنؑ دونوں کے
قبضے میں رہا اور دونوں باری باری
اس کا انتظام کرتے رہے پھر زید بن
حسنؑ کے پاس رہا۔ اور ہر شخص کے
پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ صدقہ اسی طریق سے رہا۔
(مؤلف)

ملے بی کی بیوی با تم اور عورتوں کی
 طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اختیار
 کرو سو نرم آواز میں بات نہ کرو
 ایسا نہ ہو کہ وہ جس کے دل میں بیماری
 ہے طبع کرے اور نیکی کی بات کہو۔

يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسُنَّتْ كَأَحَدٍ
 مِنَ النِّسَاءِ إِنَّ الْقَيْئُونَ
 فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ
 فَيَطْمَعَ الْمَأْدِيُّ فِي قَلْبِهِ
 مَرْءٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا

(الاحزاب: ۳۴)

اے اور جن کے دل میں بیماری ہے ان کی تشریح رب العزت ان الفاظ میں فرماتا ہے
 "سناقتن اور وہ جن کے دلوں میں بیماری
 ہے اور ہینہ میں بری خبریں اڑانے والے
 باز نہ آئے تو ہم تجھے ان کے حملات اٹھائیں
 گئے پھر وہ اس شہر ہینہ میں تیرے
 دے بی (سناقتن) سے نہ پائیں گے مگر عورتوں
 ٹھکانے میں جہاں کہیں جائیں گے
 پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے
 اللہ کا یہ قانون پہلوں کے ساتھ بھی ہے
 تھا اور تو خدا کے قانون میں قطعاً کوئی تبدیلی
 نہ پائے گا۔"

لَئِنْ لَّمْ يَدْرُؤْهُ الْعَافِقُونَ
 وَالسَّيِّئِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
 مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي
 الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ
 ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا
 إِلَّا قَلِيلًا مَلْعُونِينَ
 أَيُّهَا تَقَفُوا أَحْذَرُوا وَقْتًا
 لَقَدْ يَلَّاهُ سُنَّةَ اللَّهِ
 فِي الدِّينِ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِ
 وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا

(الاحزاب: ۶۱-۶۲)

”اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی
جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار نہ کرتی
پھر د اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ
دو امداد اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو“

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبْرُجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَ
أَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتَيْنَ
الزَّكَاةَ وَأَطَعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
(الاحزاب ، ۳۲)

رقیقہ حاشیہ (۱۵) یہاں رب کائنات نے اپنے واضح قانون کو پیش کیا ہے جو ان
کے متعلق ہے جن کے دلوں میں بیماری تھی۔ اس میں ذیل کی شرائط اور حدود و قیود ہیں

(۱) مدینہ میں بڑی خبریں پھیلانا

(۲) انہیں نبیؐ کی مجادرت نصیب نہ ہوگی مگر ٹھوڑا عرصہ

(۳) ان پر لوگ طاعت کریں گے۔

(۴) وہ جہاں کہیں جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل ہوں گے۔

اب رب کائنات کے اس بین مشور کے شرائط پر ازدواج مطہرات کو پرکھیں اور

آپ کو معلوم ہوگا کہ نہ صرف ازدواج مطہرات بلکہ سیدنا صدیق اکبرؓ سیدنا عمر فاروقؓ

اور سیدنا عثمانؓ جن کے متعلق سبائی یہ پابندیٰ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں کے دل میں بیماری

تھی کسی ایک پر بھی خدا کی یہ آیات اور قانون کی شرائط چسپاں نہیں ہوتیں پس ثابت ہوا

کہ یہ سب شخص مسلمان جانتا رہا ان پیغمبر کائنات صلعم اور پستارانِ خدا کے احد و واحد تھے

اور رب کائنات کے اس کلیہ میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں امت مسلمہ کو دعوتِ عام ہے کہ اجماع

المؤمنین صحابہؓ اور صحابیاتؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان و عمل کو اس کلیہ

کی شرائط پر پرکھیں اور فیصلہ خود کریں (مؤلف)

حدود اللہ کی پابندی اور بجا آوری کے صلے میں

ربِّ الْاٰمَنَاتِ كَالْاَنْعَامِ وَالْاَكْرَامِ

”اللہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اسے نئی کی گھر والی اور وساوس کو دور کرے، اور تمہیں بالکل پاک و صاف کر دے۔“

اِنْبَايْرِيْنَهُ اللّٰهُ
لِيَنْدُ هِبَ عَنْكُمْ بِالرَّيْبِ
اَهْدَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيراً ۝
(الاحزاب: ۳۳)

آیت تطہیر اور حدود اللہ جن کے صحابہ پابند تھے

(۱)

”نئی“ مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے ہیں۔ اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں نہیں۔“

اَلنَّبِيَّۃِ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ
مِمَّا اَلْنَفْسِیْمِ وَ اَرْقَابِهِمْ
اُمَّهَاتِهِمْ ط
(الاحزاب: ۶)

پس آپ نے خود فرمایا

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔“

فَتَ اَنَسَ لَدِيْهِمْ اَعْدَتَكُمْ

(۲)

” اور تمہیں مناسب نہیں کہ
اللہ کے رسول کو ایذا دوا اور
نزیہ کہ اس کی پیبیوں سے اس
کے بعد کبھی نکاح کرو، یہ بات
اللہ کے نزدیک بہت بُری
ہے۔“

وَمَا كَانَ لَكُمْ
تُؤْمِرُوا رَسُولَ اللَّهِ
وَلَا تَنْكِحُوا الْأَخْيَارَ
مَنْ أَعْبَدَ إِلَّا طَرِيقًا
ذُو كُفْرٍ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا
(الاعزاب: ۵۳)

کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہمیں
پورا ایمان دار ہونے کا تم میں
سے جب تک میں اس کے نزدیک
زیادہ تر دوست نہ ہو جاؤں، میں
کے باپ اور اولاد اور سب آدمیوں
سے۔“

وَلْيَقْتَدِ حَاشِيَةَ مَفْرُوحًا كَتَبِي أَمْرًا
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ ذَاكَ لَدُنِّي
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
(بخاری و مسلم بحوالہ
مشارق الانوار صفحہ ۱۲۴)

۱۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تمام زندگی ان حدود کے پابند رہے۔ (مولف)

ندۃ العقبین

حقیر پیش کش بارگاہِ اہمات المؤمنین رضی اللہ عنہم ازواجِ مطہرات رضی
 اللہ عنہن بیتِ تطہیر رضی اللہ عنہم مساوات صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور جن
 کے تقویٰ و تطہیر سے راضی ہو کر رب العزت نے انہیں پاک و
 مطہر فرمایا، اور ان پر اپنے روحانی فیوض و انعامات کی چادرِ تطہیر کا
 سایہ فرمایا، جو پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چادرِ تطہیر میں داخل
 ہو کر تا زندگی باعزت و باوقار رہیں۔ جنہوں نے اس چادرِ تطہیر کے فیوض
 و انعامات کی نواظر دنیاوی مال و دولت و لذاتِ دنیوی کو نہیں دیکھا کہ
 رضائے الہی و خوشنودی پیغمبر آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کو مستقیم
 و افضل سمجھا۔ جن کی چادرِ تطہیر میں وحی کا نزول ہوا اور قرآن پاک جیسا
 لایب کلام نازل ہوا۔ ہماری ان روحانی ماؤں نے ہمارے لئے روحانی
 باپ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چادرِ تطہیر کو تا سرگرم
 کبھی غیر مطہر نہ ہونے دیا اور قیامت تک کل اُمتِ مسلمہ کو موقع پیش
 کر دیا بخیب الطرفین ہونے پر فخر کرے۔ ای جس طرح اہلنا المؤمنین رضی
 اللہ عنہم نے مرستے دم تک اپنے گروہ اور نیک میرت سے اس چادرِ تطہیر
 کو ہر قسم کے عیب سے پاک اور محفوظ رکھا، تمام اہل اسلام کا تقویٰ

اور مومنین کہلانے والوں کا خصوصاً یہ حق ہے کہ اپنی زبان اور قلم سے
 ان کی چادرِ تظہیر کو بہرہ وافر سے پاک رکھیں، نیک اولاد کا یہی حق ہے،
 نیک بھیر و گنہگاروں کا یہ نذرانہ قبول ہو،

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر

مَحْمَدِ سَلْطَانِ نَظَامِ عَرَبِ

۱۵۔ اس لئے کہ ازواجِ مطہرات صلی اللہ علیہ وسلم کو اہانتِ اُمونین کہا گیا
 ہے، یعنی مومنوں کی مائیں۔ (مؤلف)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِفْتِحَاح

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِكَ الْبَرِّیِّیْنَ

اِصْطَفٰی النَّبِیَّ اَوْلٰی بِالْوَعْدِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

وَازْوَجَّهَهُ اُمَّةً مَّهْتَمَةً

ایک محقق جب تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتا ہے تو دشمن اسلام
عبداللہ بن سبا یہودی کے علم و فراست اور تدبیر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا
جس نے اسلام کی مرکزیت اور اتھوٹ کو پارہ پارہ کرنے کے لئے مردم شناسی
اور موقع شناسی کا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اموی صحابی اور امام سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دوبرہ شدہ میں خروج
کیا، ایک طرف تو ان کی سخت مخالفت کو اور انھیں غاصب قرار دے کر
لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکایا، اور دوسری طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے دوسرے ہاشمی صحابی اور امام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی کی، ان کو

خلافت کا اصلی وارث اور حق دار ثابت کرنے کے لئے نہ صرف سیدنا عثمان
 ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو غاصبِ خلافت قرار دیا، بلکہ حضرات فضیل بن یزید، ابوبکر
 صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق کو بھی غاصب قرار دیا۔ جنھوں نے بعد از وفات
 پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دین حق کے فریضہ کو عملی جامہ پہنایا۔
 اور ایمان و معرورہ ماتمک پر حسیم اسلام لہرایا۔ اور اس غناق نے
 سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ الرسول منتخب
 ہونے کو غاصبِ خلافت سیدنا علی رضی اللہ عنہ قرار دیا۔ حالانکہ اجماع سقیفہ بنی
 ساعدہ قرآن حکیم کی تعلیم کے عین مطابق ہوا۔ ۱۵۷۵

<p>عبداللہ بن سبائے اس امر کو بہت ہواوی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بلا فصل ہیں، اس سے اجماع اور شوریٰ غیر قانونی تھے</p>	<p>خلیفۃ اللہ کے انتخاب کے موقع پر رب کائنات نے اجماع کرایا</p>
--	--

حالانکہ اسلام دین فطرت ہے، کائنات کا تہذیب و تمدن اس دین میں داخل ہے
 اور یہ کارخانہ قدرت اور دین فطرت بلا فصل نہیں۔ آدم علیہ السلام جن کو
 رب کائنات نے مخلوق فرمایا ان کو اسماء الحسنیٰ سکھائے اور جب ان کو زمین
 پر خلیفۃ اللہ مقرر فرمانے کا ارادہ کیا فرمایا۔ **وَإِذ قَالَتْ رَبِّ اجْعَلْ
 لِي آيَةً** اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین ایک خلیفہ بنانے
 والا ہوں۔ **بَاوُجُودِكُمْ** وہ قادر مطلق ہے۔ **فَرِهَ** ذرہ اس کے حکم و فرمان کا

تابع ہے، اس کا وہ مطلق کو تو کئی اختیار تھا کہ آدمؑ کو بغیر کسی اجماع یا شوریٰ کے خلیفہ اللہ مقرر فرما دیتا مگر اس ریب کا ثبات نے بھی مجلس شورائے بلائی اور اجماع سے خلیفہ اللہ کا انتخاب ہوا۔ فرمایا :-

” اذَقَانِ مَا بَشَرًا
لِلْمَلِيكَةِ اِنِّي خَالِقُ اَبَشَرًا
مِنْ طِينٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهُ
وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ نُّفُوْسِيْ
فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝
فَسَبَّحُوْا لِلْمَلِيكَةِ كُلُّهُمْ
اَجْمَعُوْنَ ۝

” جب میرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں، جب میں اس کی تکمیل کروں اور اپنی روح اس میں پھونکوں تو اس کے لئے فرماں برداری کرتے ہوئے جھک جاؤ تو سب نے اس پر اجماع کیا۔“ (ص ۱۷، تا ۱۸)

آدمؑ کی قربت خداوندی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انجیل عیسیٰ سے خلق کیا، اس میں اپنی روح پھونکی۔ لیکن اسے قرآن میں کہیں بھی خلیفہ بلا فصل قرار نہیں دیا۔ اسے زمین پر خلیفہ اللہ منتخب کرنے کے لئے فرشتوں کا اجماع کرایا۔ اور آدمؑ کا نام بطور خلیفہ اللہ میں کیا اور فرشتوں نے اجماع سے اس کی بیعت کی۔ اولاً سے خلیفہ اللہ چنا۔ اور اس اجماع کا ذکر ”اجبعون“ میں صاف طور پر فرمایا کہ آئندہ زمین پر جب کبھی بھی کوئی میرے خلیفے کا خلیفہ چنے تو ”اجماع“ سے چنے۔ بصورت دیگر انتخاب غلط نطرت اور

تخلایہ قانون ملتی ہوگا۔

نظام النبیین کے

انتخاب پر اجماع انبیاء

اسلام پر چونکہ دینِ نعت ہے اس لیے
اس کا نظام بلا فصل نہیں، یہ نظام
شمسی اور دیگر نظام عالم میں
کائنات کا فدرہ ذرہ منسلک

ہے بالفصل ہے بلا فصل نہیں۔ جس طرح رب کائنات نے آدم علیہ
کو خلیفۃ الارض منتخب کرتے وقت تمام فرشتوں کا اجماع کرایا، اور ان
سب نے اجماع سے اس کی بیعت کی اور تابع داری کا حلقہ اٹھایا
اسی طرح پیغمبر کائنات اور سب سے افضل خلیفۃ اللہ جناب سید المرسلین
امام الانبیاء خیر کائنات، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب
بھی اجماع سے ہوا، چنانچہ رب کائنات نے تمام انبیاء کی شوری
بلائی ہے میثاق النبیین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔

”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ
مِيثَاقِ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ
بِهِ مِنْ كِتَابٍ وَرِثَةٍ
فَقَالُوا عَسَاءَ رَبُّنَا
مُؤْتَدِقُ لِمَا مَعَكُمْ
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّينَ
وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ لِمَا آتَيْنَاكُمْ
بِهِ مِنْ كِتَابٍ وَرِثَةٍ
فَقَالُوا عَسَاءَ رَبُّنَا
مُؤْتَدِقُ لِمَا مَعَكُمْ
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّينَ

”اور جب خدا نے پیغمبروں
سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب
اور دانائی عطا کروں، پھر تمہارے
پاس رسول آئے جو تمہاری کتاب
کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور
اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد

قَالَ وَ أَفَرَرْتُمْ وَ أَخَذْتُمْ عَلَىٰ
 نَفْسِكُمْ إِهْرَاقًا ط
 قَالُوا أَفَرَرْنَا ط
 نَاكَ فَشَهِدُوا وَ أَنَا
 مَقْتَرِمِينَ الشُّهَدَاءِ ه
 قَبْلَ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ
 (آل عمران ۸۱ تا ۸۲)

کرتا ہوگی ، اور فرمایا کہ کیا تم اس
 بات کا اقرار کرتے ہو۔ اس شرط
 پر میرا بھاری عہد لیتے ہو۔
 انہوں نے کہا ہم اقرار دیتے کرتے
 ہیں۔ فرمایا پس گواہ رہو اور میں بھی
 تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں
 پھر جو کوئی اس سے پھر گیا تو وہ ہی بڑھد
 (بیعت سے پھر جانے والا ہے)

رب کائنات جب خالق کائنات ہے تو اس نے اپنے خلیفہ
 حضرت آدم علیہ السلام کے انتخاب کے لئے فرشتوں کی مجلس شوریٰ
 کیوں بلانی؟ اور ان کے اجماع سے خلیفۃ اللہ کی تاجداری کی بیعت کیوں
 لی؟ اور پھر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب کے لئے انبیاء علیہم
 السلام کی مجلس شوریٰ کیوں قائم کی۔ اور ان کے اجماع سے امام الانبیاء کی
 تاجداری کیوں بیعت لی؟ کیوں نہ ان کو بلا مشورہ و اجماع ملائکہ و
 انبیاء کے اپنا خلیفہ نامزد فرما دینا؟ پس ظاہر ہوا کہ شوریٰ اور اجماع
 عین سنت اللہ ہے۔ جن میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں اور پھر اس اجماع
 اور شورائے کو عین دین کرنا ہے پیسے رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔
 أَفَغَنِي دِينِ اللَّهِ
 يُبْفُونَ ذَلَّةً أَسْكُمْ
 "گو کیا اللہ کے دین کے
 سوا کچھ اور چاہتے ہیں۔"

مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا
وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝
(آل عمران ۸۲)

اھدی جو آسمان و زمین میں ہیں خوشی اور
ناخوشی اسی کے فرمان بردار ہیں اور
اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اھد جب خلیفۃ اللہ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے
انتخاب کے لئے رب کائنات نے طائفہ کی اطاعت اور میثاق انبیاء
کے ذریعے ان کی تابعداری کی بیعت لی اور اجماع سے ان کو خلیفۃ اللہ
منتخب فرمایا، اور اسی اجماع کو رب کائنات نے دین اسلام قرار دیا
تو صحابہ جو قرآن پاک کی تعلیم اہد اس کے امور سے بخوبی واقف تھے،
کس طرح بغیر شوری اور اجماع کے خلیفۃ الرسول منتخب کر سکتے تھے،
جس کے متعلق خداوند تعالیٰ بالوضاحت فرما چکا کہ۔

۝ قَدْ أُمِرْتُمْ شُورَىٰ
بَيْنَهُمْ ۝ (شوریہ ۳۵)

اور اپنے کام آپس کے
شور سے کہتے ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد سبائی مفسدین مختلف
صحابہ کی خدمت میں پہنچے کہ ان کو خلیفہ نامزد کریں، لیکن سب صحابہ رضی
اللہ عنہم نے انکار کر دیا۔ بلا حشر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے،
اھد آپ کو بیعت خلافت لینے کو کہا، گرسپ رضی اللہ عنہ نے سنت اللہ اور سنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلفائے ثلاثہ کی اتباع
میں فرمایا۔

”انتخاب خلیفہ تمہارا کام نہیں

بلکہ مجلس شوریٰ اور اصحاب بدر

کا کام ہے، وہی خلیفہ ہوگا جسے

یہ مجلس اور اصحاب بدر منتخب

کریں گے“

ليس ذلك إليكم

انما هو اهل الشورى

واهل بدر فمن رضى

حبه اهل الشورى متبدي

فهو خليفة له

اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو قرآن پاک کے اسرار و رموز

اور تعلیم ربانی سے اچھی طرح واقف تھے۔ آپ نے خود بھی وہی

کائنات کے مندرجہ بالا قاعدے اور سنت اللہ کی تصدیق دین کے

الفاخرین فرمادی تاکہ امت مسلمہ عبد اللہ بن مبارک پیروی کا اسلام

دشمنی سے بخوبی واقف ہو جائے۔ فرمایا:-

”مجھ سے اپنی لوگوں نے

بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکرؓ

عمرؓ و عثمانؓ سے بیعت کی تھی

لہذا نہ تو حاضر کے لئے حق باقی رہ گیا

کہ بیعت میں اختیار سے کام لے

اور نہ غیر حاضر کو حق پہنچتا ہے کہ بیعت

سے روگردانی کرے شوریٰ تو صرف ہابوسین

”انه بالیغی القوم

الذین یالیہو ابابکر و عمر

و عثمان علی ما یلیہم

علیہ قلم ینک للشاہد

ان یختار ولا للضائب

ان یردوا انما الشوری

للہابوسین و الانصار

لہ الامامة والسیاہ ج اول ص ۱۱۱

فان اجتبهو علی رجل
 وسوره اماما فان
 ذلك ر الله رضانا
 فخرج عن امرهم
 عنارج بطن او بدعة
 ردوه الی ما فوج
 منه فان الی
 فاستلوه علی اتباعهم
 عنیر سبیل
 الیومنین و
 ولا لله ما
 ثوی

اور انصار کے لئے ہے، اگر انھوں
 نے کسی آدمی کے انتخاب پر اجماع
 کر لیا اور اسے امام قرار دے دیا
 تو یہ اللہ کی اور پوری امت کی
 رضامندی کے لئے کافی ہے۔ اب
 اگر امت کے اس اتفاق سے
 کوئی شخص اعتراض یا بدعت کی
 بنا پر خروج کرتا ہے تو مسلمان
 اسے حق کی طرف لوٹادیں گے جس
 سے وہ خارج ہوا ہے۔ انکار گمراہ
 کا تو اس سے جنگ کی جاوے گی
 کیونکہ اس نے مومنوں کی راہ سے
 کٹ کر ایک راہ اختیار کی ہے اور
 خدا سے اس کی گمراہی کے حوالے
 کر دے گا۔

خلیفہ اللہ اور خلیفۃ الرسول ص کے انتخاب کے لئے شورائے کے
 انعقاد اور بیعتِ نبوت کے لئے اجماع پر اتنی واضح نص قرآنی اور

تصدیق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد اس اختلاف کو سلجھانے کے لئے نہ کسی دوسری شخص کی ضرورت ہے، اور نہ تصدیق کی۔

مگر بے علم و نا سمجھ مسلمان اس تیر کا نشانہ بنے رہے عبد اللہ بن سبا یہودی اور اس کے مقلدین نے حتی الوسع یہ کوشش کی کہ "کتاب اللہ" کو بھی نشانہ بنایا جائے اور اسے تحریف شدہ ثابت کرنے کے لئے مختلف منطقی مسائل میں سیدھے سادھے مسلمانوں کو الجھا دیا، بلکہ یہاں تک کہنے سے بھی گریز نہ کیا کہ :-

عن هشام بن سالم	"ہشام بن سالم نے امام جعفر
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام	صادق علیہ السلام سے روایت کی
قال عن القرآن الذی جاء	ہے کہ "آپؐ نے فرمایا کہ جو قرآن
بہ حبر نبیل - علیہ السلام	جبرئیل علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم
الی محمد صلی اللہ علیہ	کے پاس لے کر آئے وہ سترہ ہزار آیات
والہ سبعة عشر الف آیتوں	کا ہے۔"

اور اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ مشہور کیا کہ :-

عن جابر بن عبد اللہ	جابر کہتا ہے میں نے امام
ابا جعفر یقول ما	محمد باقرؑ سے سنا وہ کہتے تھے
ادعی احد من الناس	کہ جو شخص یہ دھوئے کرے کہ اس

انه جمع القرآن كله
 كما انزل الا كتاب
 وما بهما وما حفظه
 كما نزله الله الاعلى
 ابن ابى طالب والائمة من بعده

نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا
 جمع کر لیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے۔
 قرآن جیسا کہ خدا نے نازل کیا بغیر علی
 ابن ابی طالب اور ائمہ کے کسی نے
 جمع نہ کیا۔

اور کمال تو یہ ہے کہ وہ شدآن جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا
 اور بقول سبائیہ جو اصل نسخہ تھا وہ دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں، یعنی
 خدا کی الہامی لاریب کتاب اور اس کی لاریب روحانی تعلیم دنیا سے
 اٹھ گئی۔ اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کا ذمہ دار ٹھہرا دیا۔

فقال اما والله
 ما ترونه بعد يومكم
 هذا ابدانكم

” (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا
 خدا کی قسم اس شدآن آج کے
 پورے تم کہیں بھی نہ دیکھو گے۔“

یعنی دنیا خداوند تعالیٰ کی روحانی تعلیمات سے ہمیشہ ہمیشہ
 کے لئے محروم ہو گئی۔ حالانکہ حضور پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 خاتم الانبیاء ہیں۔ جن کا اسوۂ حسنہ قیامت تک کے لئے مشعلِ راہ
 قرار دیا گیا ہے اور کتاب اللہ وہ جامع کتاب ہے جس کی روحانی تعلیم

قیامت تک لوگوں کو صراط المستقیم دکھانے کے لئے نازل کی گئی، مگر سبائیوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بغض و عناد اور غصبِ خلافت کے من گھڑت قتلوں کی اس قدر نشر و اشاعت کی کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں بسیر کائنات نے جس قدر پیغمبر مبعوث فرمائے ان میں سب سے زیادہ ناکام (خاکم بدین) پیغمبر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جن کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد ہی ان کی اُمت ان کے ارشادات کو چھوڑ کر مرتد ہو گئی۔ حالانکہ جعفر صلی اللہ علیہ وسلم نے جن قدر مسلمان اپنی حیاتِ مبارکہ میں کئے کوئی پیغمبر بھی اس قدر نہ کر سکا، اور جو کتاب گوشتہ کتب کی مصدق اور سبل آدم کی فلاح و بہبود کے لئے مکمل ضابطہ حیات تھی اسی کو نابوشدہ مشہور کر کے اُمتِ مسلمہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی، یعنی اُمتِ مسلمہ سے اصل جہالت و تعلیم سبانی گم ہو گئی۔ چنانچہ ”سالم بن مسلمہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن کے بعض حروف عام قرأت کے خلاف پڑھے، اور میں نے کہا تھا: آپ نے فرمایا کہ اس قرأت کو بہتر کر دو اور ظہورِ بہدہی تک ویسے ہی پڑھو جیسے عام لوگ پڑھتے ہیں، جب امام جعفر صلی اللہ علیہ وسلم نے

لہذا جن کے تعلق بعض مسلمانوں میں مشہور ہے کہ قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے، حالانکہ کائنات کے سب سے بڑے جہمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آجکے اداروں و سماجیات کا سب سے بڑا ہادی قرآن پاک کا فاعل و کمال نازل ہو چکا ان

ہوئے کہ اب قیامت کے قریب ظہور کریں گے۔

حضور نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کائنات نے قرآن پاک جیسی لاریب و بے مثل کتاب تو نسلِ آدم کی اصلاح اور قلاح کے لئے عرجت فرمائی، مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ سب ان حضرات نے حبِ علیؑ کی آڑ میں بغضِ علیؑ کا ثبوت دیا۔ یعنی انہیں وصی رسول اللہ اور خلیفہ بلائصل مشہور کرتے ہوئے خود انہی کے ہاتھوں کتاب اللہ کو مقل کر دیا۔ اور جو مشن نے کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اس کو بلیامیت کر دیا، یعنی نسلِ آدم کو اصل قرآن کی تعلیمات سے تاقیامت محروم کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عبداللہ بن سبا کے علم و فراست کا کمال تو اس حقیقت سے اور بھی نمایاں ہوتا ہے کہ... انھوں نے اسلامی کے شیرازے کو بکیرت سمئے جس ہستی پر اس کی نظر انتخاب مرکوز ہوئی وہ بھی بنو ہاشم کے چشم و چراغ سیدنا علیؑ تھے جنہوں نے بچپن بھی حضورؐ کی صحبت میں گزارا تھوہم کے زیر سایہ ہی بلوغت کو پہنچے۔ آپؑ کی پھوٹی صاحبِ زادی سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کے رفیقِ حیات بنے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی اور جہاں نثار صحابی بنے۔ ان کے متعلق نہ صرف یہ مشہور کیا کہ جن طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے، اسی طرح

۱۵۔ اس ہیئت کے متعلق میں اپنی کتاب "وصی رسول اللہ" میں لکھا ہے کہ پھر ان

سیدنا علیؑ میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔ اور یہی خلیفہ بلا فصل ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے ان کا حق خلافت غصب کیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۲) یہاں صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ قرآن پاک میں حضرت ہارونؑ کو وزیر کا مقام دیا گیا ہے اور سیدنا علیؑ کو بھی۔ حضورؐ اور خلفائے راشدین کے دور میں "وزیر" ہی کا مقام ملا اور یہاں کا یہ حق کہیں غصب نہیں ہوا۔ قرآن حکیم میں سب کا منہات فرماتا ہے کہ:-

وَاجْعَلْ لِي وِزِيرًا مِّنْ أَهْلِي
لَقَدْ رَأَيْتَ أَخِي هَارُونَ (طہ ۳۱-۳۲)

"اور میرے اہل بیت میں سے میرے لئے
ایک وزیر بنا، میرا بھائی ہارون"

پھر فرمایا:-

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
وَجَعَلْنَا مَخْفَىٰ آيَاتِنَا لَهُ هَارُونَ
وَزِيْرًا (الفرقان: ۳۷)

"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی
اور اس کے بھائی ہارون علیہ کو اس کے
ساتھ وزیر بنایا۔"

اور جب مسیحا علیؑ کو منصب خلافت میں لائے گئے تھے مجبور کیا گیا تو آپؑ

نے بیان کیا کہ اس حقیقت کا اعلان فرمایا:-

إِنَّا لَكُمُ وُزَيْرٌ مُّكْرَمٌ
مِنِّي أَمِيرٌ - خلافت و امامت سے مجھے وزارت
زیادہ محبوب ہے۔

(نہج البلاغہ - مترجمہ حجۃ الاسلام مولانا مفتی جعفر حسین خطبہ روز جمعہ ۲۶/۱۱/۱۹۷۲ء)

اس کے تدبیر اور دوراندیشی کا اندازہ ان دونوں متضاد نظریات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جہاں وہ حسبِ علی رضی اللہ عنہ کی آڑ لے کر اسلام، پیغمبرِ اسلام کتاب اللہ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل بیت المؤمنین رضی اللہ عنہم پر اعتراض کر کے انہیں جھوٹا اور غائب ثابت کرتا ہے، وہاں وہ سنی یا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسے نظریات و اعتقادات بھی پیش کرتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وہ سب سے بڑا دشمن بھی تھا۔ غزوہ خیبر کے بعد یہود کے دل سینا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض وعناد سے بھر گئے تھے۔ کیونکہ انھوں نے اس معرکے میں ان کے بڑے بڑے پہلوان اور بہادروں کو ایسا پھیناڑا تھا کہ پھر وہ زندگی بھر نہ پھیر سکے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ :- اور شدہ میں امت مسلمہ نے جو سب سے پہلا پیغام کیا اس کے امیر اہل قافلہ سالار میدان البکر مدینہ قدس کو مقرر فرمایا۔ نقیب (یعنی ذمیہ یا نائب) میدان علی رضی اللہ عنہ اور معلم میدان مدینہ قدس میں خنیزنا جابر رضی اللہ عنہ اور میدان البکر یہ رضی اللہ عنہ کو۔ بخاری کتاب المناکب باب لا یخوفت عریاں، باب حج ابی بکر بالناس و تفسیر سورۃ البراہۃ (انہ اس حج اکبر کا ساتھ لے کر آکر فرمایا۔

"امد (بی) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو حج اکبر کے دن اطلاع ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان مشرکوں سے

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ دَرَسُو لَهُمْ
إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ
أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ
وَالْمُشْرِكُونَ بَرِيءُونَ

بیزار ہیں کہ

(التوبہ : ۳)

اہم یہودیوں کی افواج کو اس بڑی طرح شکست دی کہ ان کی شان و شوکت
 مٹی میں مل گئی۔ اور انھیں دوبارہ کبھی نہروا زمانی کی جرات نہ ہو سکی۔ چنانچہ
 محبت علی بن کبیرنا علی کے متعلق اس نے اس امر کی تبلیغ کی کہ جبریل
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وحی حضرت ہارون تھے اسی طرح حضرت یونس
 کون زمین کا معنی اللہ علیہ وسلم کے وحی اور خلیفہ حضرت علی رضی
 وہاں اس نے آپ پر اس قدر بڑا الزام لگایا کہ ان کو خلافت رسول سے تعلقاً
 خارج قرار دیا۔ یعنی خدا کی برگزیدہ کتاب "قرآن حکیم" یہ قیامت تک
 کہتے امت مسلمہ کی مظلوم راہ تھی، اس کو سیدنا علی رضی نے مقفل کر کے
 یوم آخر تک نسل آدم کو اس الہامی دستور ربانی منشور اور سرچشمہ
 نو ہدایت سے محروم کر دیا۔ یعنی نسل آدم کا حق غصب کر لیا۔ اہ اس
 سے یہ ثابت کیا کہ خلفائے ثلاثہ نے نہ صرف خلافت رسول غصب کی
 لیکن سیدنا علی رضی نے خلافت ربانی غصب کی۔ چنانچہ اس کی یہ مستند پالیسی

ہے۔ حالانکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وزیر تھے، اور ان کی زندگی
 میں جتنا پانگے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خلیفہ یوشع بن نون منتخب ہوئے
 تھے، یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام (مؤلف)

اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین جو خلیفہ اللہ ہیں ان کو بشیر و نذیر فرمایا اور کتاب اللہ
 کو بشیر و نذیر فرمایا کہ اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ بوزوقات حسرت آیات
 خاتم الانبیاء کتاب اللہ ہی خلیفۃ اللہ کا حق ادا کرے گی۔ اور خاتم خلیفۃ الرسول

اور نظریہ اس کی اسلام دشمنی کا بین ثبوت ہیں۔ وہ نہ محسب علی رضی اللہ عنہما اور نہ دشمن شیخین، بلکہ وہ تو دشمن اسلام تھا۔ اور اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک وہ امت مسلمہ کو اسلام پر پیغمبر اسلام اور جاں نثاران اسلام سے برکتہ نہ کر دے گا اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گا۔

مثل مشہور ہے کہ 'نادان دوست سے وانا دشمن اچھا'۔
 امت مسلمہ کو اس وانا دشمن نے ایسے منطقی مسائل میں پھنسا دیا کہ انہوں نے اسلام کے اصول و فروع کی تعمیل اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا، اور خلافت

بنیہ حاشیہ ۳۶) اس کی رشد ہدایت کی روشنی و تقلید ہی میں امت مسلمہ کی رہنمائی کریں گے اور ان کے بعد کتاب اللہ ہی قیامت تک خلیفۃ اللہ ہوگی۔ اور تمام امت مسلمہ صرف اسی کی پیروی میں صراط المستقیم پر قائم رہے گی۔ خاتم النبیین کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَمْسَلْنَاكَ قَدِيمًا
 وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ (الاحزاب)

وہی والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور قرآن حکیم کے متعلق بھی فرمایا ہے۔

كُنُوزٌ مَّا يَلْتَمِسُونَ ۝
 يَسِيرًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ (علم السجدہ: ۲۷، ۲۸)

"کتاب جس کی آیات وضاحت سے بیان کی گئی ہیں وہ قرآن ہے جو عربی زبان میں ہے وہ لوگوں کیلئے خوشی اور ڈرانے والا ہے جو علم رکھتے ہیں"

اسی لئے حضور نے فرمایا کہ جب قرآن پڑھو تو یقین جانو کہ خدا تم سے باتیں کر رہا

ہے اور جب نماز پڑھو تو یقین جانو کہ تم خدا سے باتیں کر رہے ہو۔ (مولف)

رسول کو عین دین سمجھ لیا، اُمتِ مسلمہ اس مسئلہ کا ایسا شکر بھونٹی، کہ
 جہاں نشانِ اسلام جنھوں نے اپنے تن، من و دھن قربان کر کے
 اسلام کو دنیا کے شرق و غرب میں پہنچایا، ان کی مدح کے بجائے
 تہمت شروع کر دی۔ اور یہی عبداللہ بن سبا کا مقصد تھا جس میں آئے
 اور اس کی ذریت کو کافی کامیابی نصیب ہوئی۔

اس کی ذریت نے بھی اپنے امام و پیشوا کی تقلید کا پورا پورا
 حق ادا کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اپنی نادان دوستی اور نادانستی کا پورا
 پورا ثبوت دیا۔ ایک محقق جب ظہورِ اسلام سے لے کر واقعہ کربلا
 تک ہر قسم کے فرقہ وارانہ نظریات و تعصبات سے پاک ہو کر صرف
 بہ نظر تحقیق غور کرتا ہے تو یہی دو عملی اور دو متضاد نظریے کار فرما
 نظر آتے ہیں، جن سے نہ اسلام، اسلام نہ چھوڑنا اور نہ پیغمبر، پیغمبر
 نہ صحابہ صحابہ رضی اللہ عنہم نہ اہل بیت رسول، اہل بیت رسول اور نہ
 آلِ علی رضی اللہ عنہم۔ بلکہ خطا بھی خطا نظر نہیں آتا، بلکہ اس کے برعکس یہ سب
 غاصب دہے وین نظر آتے ہیں۔ اور نعوذ باللہ خدا فرعون دکھائی
 دیتا ہے۔

اور اگر ہی دین ہے کہ نہ تو پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے
 پیغامِ حق پہنچایا، نہ صحابہ نے آپ کے احکامات و ارشاداتِ ربانی کی
 تعمیل کی، بلکہ وہ سب غاصب دہے وین تھے، راستتاً اللہ
 اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہم، کتاب اللہ کو مقفل کر کے اپنی اولاد کو وصیت

فرمادی کہ اس نورِ ہدایت کو قیامت سے پہلے نہ کھولنا۔ تو ایسے خدا، رسول
 اسلام پر ایمان لانے سے تو بے دینی ہی کو ترجیح دینا پڑے گی۔ اور یہی اس
 دشمنِ خدا عبداللہ بن سبا یہودی کا مقصد تھا۔

جمع و شکر

تخارج کائنات نے اس لاریب الہامی کتاب کی حفاظت کا ذمہ
 خود لیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
 الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَٰكٰفِتُونَ
 ”اس قرآن کو ہم نے
 اُتارا ہے اور اس کی حفاظت ہی
 (الحجہ ۱۹۰) ہم خود ہی کریں گے“

قرآن مجید حتم المرسلین احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے قلبِ مطہر پر ربِّ کائنات نے جبرئیل امین علیہ کے
 ذریعے نازل فرمایا اور برابر ۲۳ سال تک بتدریج نازل ہوتا رہا، اس
 کلامِ مقدس کی حفاظت کے لئے جب بھی قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل
 ہوتا یا بغیر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تبارِ وحی کے ذریعے اس کو

۱۔ کتابت وحی پر مشورہ صحابہ مقرر تھے، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ،
 علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ،
 عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ، حنظلہ بن الربیع الاسدی رضی اللہ عنہ، عقیب بن ابی قحطبہ رضی اللہ عنہ

لکھواتے اور مشترک کر دیتے اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو محفوظ بھی کر دیتے، تاکہ ان کے سینوں میں جن طرح دل محفوظ ہے، کلام اللہ بھی محفوظ ہو جائے اور جن طرح دل پر انسانی زندگی کا مدار ہے، اسی طرح قرآن حکیم کی تعلیمات مدوحانی زندگی کا مدار ہیں۔ اس طرح سارے کا سارا قرآن محفوظ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے معانی لکھا گیا۔ چنانچہ خود نصاریٰ بھی اس حقیقت کے معترف ہیں۔ سر ولیم پیور، جو ایک مشہور عیسائی مفکر تھا، اپنی مشہور کتاب "الف آف محمد" کے دیباچے کے صفحہ ۲۸ میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ :-

"قرآن حکیم نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی میں ان کی ذاتِ بابرکات کے سامنے ان کا رہنمائی اور خدا کی ہدایت کے مطابق لکھا گیا، وہ لکھتا ہے :-

"لیکن اس بات کو ماننے کے لئے بہت زبردست وجہ موجود ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی میں متفرق طور پر قرآن شریف کے نسخے لکھے ہوئے موجود تھے، اور ان نسخوں میں سارا قرآن حکیم بلکہ مکمل قرآن لکھا ہوا موجود تھا، اس میں قطعاً شک نہیں کہ حضرت صالحین

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مراسلات لکھوانے کے لئے کئی صحابہ مقرر فرمائے تھے، جو لوگ "بدر" میں گرفتار ہو کر آئے تھے انھیں اس شرط پر وعدہ پائی دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا سکھا دیں گے، اور اگرچہ اہل مدینہ اہل مکہ کے برابر تعلیم یافتہ نہ تھے، لیکن وہاں بھی ایسے بہت سے لوگ موجود تھے، جو اسلام سے پہلے بھی لکھنا جانتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ واقعاً فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں، خود آپ کے اسلام لانے میں اس حقیقت کی بین شہادت موجود ہے کہ قرآن حکیم لکھا ہوا موجود تھا، چنانچہ ابن ہشام

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی اس حقیقت کا شاہد ہے کہ قرآن حکیم لکھا جاتا تھا۔

میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرک و بت پرستی کو بیخ دین سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے ہیں تو اس جوش میں آکر ارادہ کیا کہ بہتر یہی ہے کہ ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاتمہ کر دیا جائے، ایک دن اسی ارادے سے شمشیر بکف گھومتے نکلے کہ پیغمبر جن و بشر صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ملیں قتل کر دوں گا، راستے میں ان کو خبر ملی کہ خود ان کی ہمشیرہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند سعید بن زید رضی اللہ عنہ

مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں، اس خبر نے حلیٰ پر تیل کا کام کیا، اس پر
 آپؐ سیدھے اپنی بہن کے گھر پہنچے، تاکہ وہ خبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پہلے ان کے ان دو جہاں نثاروں کا بھی خاتمہ کر دوں، جس وقت آپ
 وہاں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جہاں نثار صحابی
 سیدنا خبابؓ آپؐ کی ہمیشہ و مستمرہ اہل آپ کے محترم بہنوئی کو سونے
 طرہ جو اہل اہل پر لکھی ہوئی تھی پڑھا رہے تھے اور آپ نے ان کو پڑھتے
 سن لیا تھا، آپؐ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدنا خبابؓ نے ان کو گونسنے
 میں چھپا دیا گیا، دروازہ کھولا گیا۔ آپ اندر داخل ہوئے تو قدم رکھتے
 ہی پہلا سوال یہ کیا کہ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے اور مجھے یہ بھی اطلاع
 ملی ہے کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کر چکے ہو، یہ
 بات کہتے ہی انہوں نے اپنے بہنوئی کو پکڑا کر اس کا کام تمام کر دیا،
 یہ حالت دیکھ کر ان کی ہمیشہ و مستمرہ فاطمہؓ نے اپنے خاوند کو چھڑانے
 کے لئے اپٹ گئیں، اس بتگامے میں سیدہ فاطمہؓ بڑی طرح زخمی ہو گئیں
 اور دونوں عیاں بیوی نے اس حقیقت کا اعلان کیا کہ ہم مشرف بہ اسلام
 ہو چکے ہیں۔ اب آپؐ کی مرضی ہے جو چاہیں سلوک کریں۔ ان الفاظ
 کو سن کر آپؐ نے انہیں کہا کہ جو کتاب تم پڑھ رہے تھے وہ لاؤ اور
 مجھے دکھاؤ، کہ میں بھی دیکھوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لکھ
 دیا ہے؟

آپؐ خود پڑھے لکھے تھے، بہن انہوں نے اصرار کیا تو ان کی

ہمیشہ ڈھین کہ مبادا وہ کتاب اللہ کو ضائع کر دیں۔ ان سے عہد لیا، آپ نے بتوں کی قسم کھائی کہ وہ اس کتاب کو ضائع نہیں کریں گے۔ بلکہ واپس کر دیں گے۔ اس پر ان کی ہمیشہ نے کہا کہ کوئی بخش و ناپاک اس کلام مقدس کو چھو بھی نہیں سکتا۔ ہمیشہ اس کے کہ آپ اُسے چھو میں ظہارتِ عز و جلال ہے۔ آپ نے غسل کیا پھر آپ کی ہمیشہ نے کتاب اللہ کے اوراق آپ کے ہاتھ میں دے جن میں سیدہ طہ لکھی ہوئی تھی آپ نے اس میں سے کچھ پڑھا اور بہت تعجب کیا کہ یہ ایسی عجیب کتاب ہے اور بہت عزت و اکرام کیا۔ اس دوران میں حضرت جناب نبی بھی گوشہ سے باہر تشریف لے آئے اور آپ کی دعوت دی کہ آپ بھی اسلام قبول کر لیں۔ پچنانچہ آپ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

اس بے نظیر واقعہ سے روز روشن کی طرح یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ ابتدائی زمانے میں ہی مسلمانوں کے پاس قرآن شریف کی مختلف نسخوں کی کاپیاں موجود تھیں اور سیدہ فاطمہ کا اپنے بھائی سیدنا عمر فاروقؓ کو یہ کہنا کہ بخش ہو سنے کی حالت میں کوئی شخص قرآن مقدس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا اس حقیقت کو بے شک کرنا ہے کہ قرآن شریف کے نسخے اس وقت ہی موجود تھے۔

قرآن حکیم ایک وقت میں اکٹھا نازل
ترتیب نزول و ترتیب جمع نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل کرنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کو خود بھی اذیر ہو جائے اور صحابہؓ کو بھی حلقہ ہو جائے اور وہ اس کو آسانی سے

لکھ کر محفوظ بھی کر لیں اور یہی وجہ ہے کہ اس میں قطعاً تحریف نہ ہو سکی۔ چنانچہ
 کفہ نے اسی امر کا تقاضا بھی کیا۔ اس کے متعلق رب العزت، ارشاد فرماتا ہے۔
 تَمَّاكَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَأُولَا تُرِكَ
 اور کافروں نے کہا کہ اس پر قرآن اٹھا لیا
 عَلَيْهِ الْعُقَاتُ جُمْلَةً وَآحِدَةً
 کیوں نہ آتا ہم نے اسی طرح آتا تاکہ تم
 كَذْرَابًا لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ
 دل اس سے استوار کریں اور ہم نے
 وَوَقَلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۝ (الفرقان ۲۲)
 اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔

مزید فرمایا۔

إِنَّا نُنزِّلُ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ (الدھر ۲۳)
 ہم نے تجھ پر آہستہ آہستہ
 قرآن نازل کیا۔

قرآن شریف کی سورتیں اور آیات ۲۳ سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ بتدریج
 نازل ہوئیں۔ ترتیب نزول ایسی نہ تھی کہ جس سے ہر ایک سورۃ کی آیات علی التواتر
 نازل ہو کر اس کی تکمیل ہو جاتی اور اس کے بعد دوسری سورت کا نزول ہونا شروع ہوتا
 بلکہ حالات اور حسب اقتضائے منشاء الہی مختلف سورتوں کی آیات مختلف اوقات
 میں نازل ہوئیں اور پھر خدا کے حکم کے مطابق حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم
 نے قرآن پاک کو مرتب فرمایا۔

موجودہ قرآن کریم بعینہ وہی ہے جس کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 وحی الہی کے مطابق کی تھی اور اس کی ترتیب اس قدر عمدہ ہے کہ اس کا ایک ایک
 حرف اور ایک ایک جملہ ربط و ضبط کلام کے لحاظ سے ایسے معجزانہ نظام سے
 ترتیب دیا گیا ہے کہ ایک لفظ کا تغیر و تبدیل بھی ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کے جمع و ترتیب

کے متعلق خالق کائنات خود فرماتا ہے کہ

رَبَّنَا عَلَيْنَا جُمِعَ وَقُرْآنُكَ وَفَادَا
 قُرْآنُكَ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ وَكُنْ
 اِنَّ عَذِيبًا بِآيَاتِهِ ه (القيمة، ۱۹ تا ۲۱)

اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے
 پھر ہم اُسے پڑھیں تو ہمارے چھپے چھپے
 پٹھے۔ پھر اس کو کھول کر بتانا ہمارے ذمہ ہے

رب کائنات کے اس فرمان کے بعد مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں آیات
 مذکورہ بالا میں رب شرق و غرب نے جمع قرآن کو ایک الگ فعل بیان فرمایا اور پڑھنے
 یعنی نزول کو الگ۔ جس سے روز روشن کی طرف عیاں ہے کہ وحی الہی نے ترتیب جمع
 اور ترتیب نزول کو: (گ) الگ رکھا ہے اور جمع اور نزول دونوں کا ذمہ خود لیل ہے
 یس وحی الہی کے مطابق۔ حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات
 طیبہ ہی میں قرآن حکیم کی جمع و ترتیب کو خود پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

اس کی لازیب ترتیب کا ایک دعویٰ اور چیلنج آج بھی خود قرآن پاک ہی
 موجود ہے۔ مگر صدیاں گزر گئیں کوئی اس دعویٰ اور چیلنج کو قبول کرنے والا پیدا نہ
 ہوا اور قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ رب غفور و رحیم! شاد فرماتا ہے کہ

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ
 وَالْحِجَّتُ عَلٰی اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا
 الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهِ وَاُوْ
 كَانَ لِبَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ ظٰمِرًا
 (بنی اسرائیل: ۹۰)

”تو کہہ اگر سب آدمی اور جن بھی ایسا
 قرآن لائے پھر جمع ہو جائیں تو اس کی مانند
 ہرگز نہ لاسکیں گے اگرچہ بعض بعض
 کے مددگار ہوں“

اور پھر اس سے بڑا دعویٰ کیا اور کتاب: اللہ تو کیا اس کی ایک سورت

یہ تم نہیں بنا سکتے۔ فرمایا۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ مَا تَكُن
فَأَنذِرْ بِنُورِهَا قَوْمًا مَّشِينًا
مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ مِنَ اللَّهِ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

بلاد اگر سچے ہو

(پولیسٹ: ۳۹)

کل نسل انسانی کے پیغمبروں، صدیقیوں، شہیدوں، اماموں، صالحین،
مہدیین، اولیاء، بلکہ قیامت تک کے لئے کل جن بشر سب کو پہنچے ہے کہ اس
قرآن کریم کی ایک سورت ہی بنا کر دکھا دو مگر کسی کو حیرات نہ ہو سکی کہ اس میں پہنچے اور
دعویٰ کو قبول کرے اور تم ہی قیامت تک کوئی ایسی ہستی پیدا ہو گی جو اس دعویٰ
کو قبول کرنے کی جرأت کر سکے۔

صحیح قرآن کا اصل نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں
خود ہی سر و انجام فرمایا۔ اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ اس لادریپ کتاب کی ہر
سورت اور ہر آیت نزول کے فوراً بعد آپ کا بیان وحی سے لکھوا کر محفوظ کر لیتے تھے
مگر حیب تک وحی کا آنا جاری رہا یہ تحریریں ایک جلد میں جمع نہ ہو سکتی تھیں
بعض سورتیں جو تبدلے مدنی زندگی میں نازل ہوئیں ان کی بعض آیات آخیر زمانہ
توحی تک نازل ہوتی رہیں۔ البتہ حیب قرآن شریف کا نزول ہوتا تھا تو آپ
کا بیان وحی کو بلائے اور حکم دیتے کہ اس آیت کو تو ان سورت کے
اس مقام پر لگا دو۔ اور اس آیت کو تو ان سورت کے قائل مقام پر لگا دو اور

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب قرآنی فرماتے رہے۔ اور صحابہؓ کو اسی ترتیب کے مطابق قرآن پاک حفظ بھی کر لیتے رہے تاکہ تحریر کے علاوہ صحابہؓ کے قلب و دماغ میں بھی محفوظ رہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ

کان رسول الله صلعم مبادئ
عليه الزمان وهو ينزل عليه
السورة ذات العدد وكان اذا
ترك عليه شئ دعا بعض من
كان يكتب فيقول صنعوا هؤلاء
الآيات في السورة التي يذكر
فيها كذا وكذا فاذا ترك
عليه الآية فيقول صنعوا هذه
الآية في السورة التي يذكر
كذا وكذا

عقود صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض
اوقات کثیر الایات سورتیں
نازل جوتی تھیں۔ جب بھی کوئی
شے (آیات) نازل ہوتی تو آپ کسی
کاتب وحی کو بلائے اور فرماتے کہ
ان آیات کو فلاں فلاں سورتوں
میں لکھ دو۔ جب ایک آیت اترتی
تو فرماتے اسے فلاں سورت میں
لکھ کر دو۔“

ترغی، البراد و امتداد محمد بن یحییٰ مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن

سیدنا صدیق اکبرؓ کا ایمان افروز کارنامہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مالکِ حقیقی

سے اس الہامی کتاب کا مذہب مزہ ہے کہ آج بھی امت مسلمہ کا بچہ بچہ اس کا حافظ ہے (موت)

سے جائے تو سنت اللہ کے مطابق مجلس شوریٰ قائم کی گئی اور سفیر بنی ساعدہ کے اجتماع میں ابو بکرؓ کو خلیفہ رسول اللہ منتخب کیا۔ آپ نے مسیلمہ کذاب جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کو کفر کردار تک پہنچانے کے لئے صحابہؓ کی ایک فوج بھیجی۔ جنگ یمامہ میں کئی ایک صحابہؓ جو حافظ قرآن بھی تھے شہید ہو گئے۔ اس پر آپؐ کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر اسی طرح مختلف جہادوں میں قاری اور حافظ قرآن شہید ہوتے چلے گئے تو اس قرآن حکیم کی حفاظت میں بڑی وقت کا سامنا ہو گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ نے

سیدہ سیبہؓ حضرت خلیفہ رسول اللہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو غاصب اور خدا جانے کیا کچھ کہتے ہیں اور سیدنا علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلا فضل اور وحی قرار دیتے ہیں لیکن خدا کی حکمت و مصلحت پر غور کریں کہ جس کو غاصب قرار دیا گیا انہیں تو قرآن حکیم کے حفاظ کی شہادت پر یہ فکر و انگیر ہوئی کہ اگر یہ حافظان قرآن کیم یونہی شہید ہوتے گئے تو کتاب اللہ کی حفاظت کیسے ہوگی اس کی نشر و اشاعت کا کیا ہوگا۔ انہوں نے تو حضور کے مرتب کردہ نسخوں سے قرآن حکیم کی نقول کرائیں اور مسلمانوں میں پھیلائیں۔ مگر سیبہؓ جن کو وحی رسول اللہ اور خلیفہ بلا فضل مشہور کرتے ہیں انہوں نے اصل قرآن کو مقفل کر دیا بلکہ اپنے زمانہ خلافت میں بھی اصل قرآن چھپائے رکھا۔ اور اپنی اولاد کو وصیت کی کہ اس فد ہدایت کو قیامت تک مقفل ہی رہنے دینا امت مسلمہ کو گمراہ چھوڑ دینا اور نہ ہی نمل و صفین و ہزوان میں ہزاروں مسلمان حفاظ کے قتل کے بعد آپ کو حفاظت قرآن کا خیال پیدا ہوا۔ اور کل نسل آدم کا حق و قرآن شریف غصب کر کے بطور وراثت اپنی اولاد کو دے دیا۔ (یاتی صفحہ ۱۴ پر)

یہی قرآن پاک کی حفاظت کا مشورہ دیا۔ خلیفۃ الرسول نے اجماع صحابہ سے حضرت زید بن ثابتؓ کو اس اہم کلام کے لئے منتخب فرمایا کہ وہ قرآن حکیم کی تخریروں کو اکٹھا کریں اور پھر وہ صحابہؓ جن کے قلب و دماغ میں کلام مقدس محفوظ تھا ان کی موجودگی میں اس کو اس طرح ترتیب دیا گیا جس طرح حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں حفظ کرایا تھا۔ چنانچہ اس قدر حفاظت سے قرآن کریم جمع کیا گیا اور لکھا گیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انیس میں بیٹھے تھے کہ اچانک آپؐ نے آنکھیں جھپکالیں۔ قریب تھا کہ حضورؐ کا سر اقدس زمین کو چھو لیتا پھر آپؐ نے آنکھ اٹھائی اور فرمایا۔

تاتی جبریل علیہ السلام فامرني ان
 اضع هذه الآيات بهذا الموضع
 من هذه السورة ات الله يا صر
 بالعدل ... الخ

میرے پاس ابھی ابھی جبریل علیہ السلام
 آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ میں
 اس آیت رات اللہ یا صر بالعدل
 کو فلاں سورہ کے فلاں مقام پر دکھوں

یقیناً حاشیہ ۵۸ یعنی نبیانی حضرات نے جب علیؓ نہیں اگر ایک طرف حلقائے ثلاثہ کو
 غائب خلافت رسولؐ ٹھہرایا ہے تو دوسری طرف بعض علیؓ میں خود سیدنا علیؓ کو وہی
 قرآن حکیم مقفل کرنے کے جرم میں غاصب خلافت البیہ اور ان کی اولاد کو غاصبان حقوق
 تسلیم و تسلیم ٹھہرایا ہے یہ ان معتمد ترین صحابہؓ پر بیتان عظیم میں خدا بہتر بنا رہا ہے کہ وہ سب
 ان جرائم سے پاک تھے (مولا)

۱۔ مستدام احمد عثمانی جزو چہارم: ص ۲۱۸

تحریف قرآن حکیم

جمع قرآن کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن شریف لکھا ہوا موجود نہیں تھا

بلکہ آپ کی اہل بیت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک نسخہ موجود تھا جس کو منگوا کر سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اُس کی نقول کرائیں اور سنن نسائی میں عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول درج ہے کہ

عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول درج ہے کہ

قال جمعت القرأت فقرأت

بہ کل لیلۃ فبلغ النبی صلعم

فقال اقراء فی شھر

ابن سیرینؒ کا بیان ہے کہ

جمع القرأت علی عهد رسول

اللہ صلعم اذ بعثتہ

اسی طرح ابن داؤد میں محمد بن کعب القرظی کی روایت ہے کہ

قال جمع القرأت علی عهد رسول

اللہ صلعم خمسہ من الانصار

جناب رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے عظیم الشان

اور عظیم النظیر معجزہ قرآن پاک کا ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہنا ہے اور یہ وہ دوا

معجزہ ہے جو آپؐ کی حیاتِ طیبہ سے لے کر قیامت تک قائم و دائم رہے گا صدیاں

گزر گئیں مگر کسی سورۃ یا آیت تو کیا کسی شہ و مدت تک کو بدلا نہیں گیا اور نہ قیامت

تک بدلا ہی جاسکتا ہے، کیونکہ اس کلام مقدس اور اہم الکتاب کے نازل کرنا

کہتے ہیں کہ میں نے قرآن جمع کیا تھا جسے

میں ہر رات ختم کر دیتا تھا۔ حضور کو اطلاع

ہی تو ہدایت کی کہ بیٹے میں ایک ختم کرو۔

عہد رسولؐ میں چار آدمیوں نے قرآن

جمع کیا تھا۔

عہد رسول اللہ صلعم میں پانچ انصار

نے قرآن جمع کیا تھا۔

جناب رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے عظیم الشان

اور عظیم النظیر معجزہ قرآن پاک کا ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہنا ہے اور یہ وہ دوا

معجزہ ہے جو آپؐ کی حیاتِ طیبہ سے لے کر قیامت تک قائم و دائم رہے گا صدیاں

گزر گئیں مگر کسی سورۃ یا آیت تو کیا کسی شہ و مدت تک کو بدلا نہیں گیا اور نہ قیامت

تک بدلا ہی جاسکتا ہے، کیونکہ اس کلام مقدس اور اہم الکتاب کے نازل کرنا

رب کون و مکان نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا ہوا ہے۔ نبی اکرم صلیم، صحابہؓ اور دیگر بزرگان دین نے اس کلام پاک اور لاریب کتاب کی حفاظت یہاں تک کی کہ اس کے پائے۔ سورے۔ رکوع بلکہ ذریعہ اور نقطوں تک کو جمع کر کے ان کی تعداد درج کر دی تاکہ اس میں کسی قسم کی تحریف کبھی بھی واقع نہ ہو سکے۔

تعداد آیات اور حروف قرآن شریف | قرآن کریم کے کل پارے تین ہیں۔ ایک سو چودہ سورتیں

ہیں۔ رکوع ۱۵۵۸، کلمات ۱۸۶۴۳۰، ذریعہ ۱۵۳۲۴۳۰، ذریعہ ۱۰۵۶۸۲، تشدید ۱۲۵۳، تکرار ۱۷۱۷، نقطہ ۱۰۵۶۸۲، دستان الفقہ ابواللیث سمرقندی

آیات یہ تفصیل ذیل ہیں۔

تفصیل آیات قرآن شریف | سورہ فاتحہ ۱، بقرہ ۲۸۶،

آل عمران ۲۰۰، نساء ۱۷۷، مائدہ ۱۴۰، انعام ۱۶۵، اعراف ۲۰۶، انفال ۷۵، برات ۱۲۹، یونس ۱۰۹، ہود ۱۲۳، یوسف ۱۱۱، زمر ۴۴، ابراہیم ۵۲، حجر ۹۹، نخل ۱۲۸، بنی اسرائیل ۱۱۱، کہف ۱۱۰، مریم ۹۸، طہ ۱۳۵، انبیاء ۱۱۲، حج ۷۸، مؤمنون ۱۱۸، نور ۲۴، فرقان ۷۷، شعراء ۲۲۷، نمل ۹۳، قصص ۸۸، عنکبوت ۶۹، روم ۶۰، لقمان ۳۴، سجده ۳۰، احزاب ۷۰، سبا ۵۴، فاطر ۲۵، یس ۸۳، صفات ۱۸۲، ص ۸۸، زمر ۷۵، مؤمن ۸۵، احسد ۴۴، شوریٰ ۵۳، زخرف ۸۹، دخان ۵۹، جاثیہ ۳۷، احقاف ۳۵، محمد ۳۸، فتح ۲۹

حجرات ۱۸، ق ۱۵، فاریات ۶۰، طور ۴۹، نجم ۶۲، قمر ۵۵، الرحمن ۵۵،
 واقعہ ۹۶، حدید ۲۹، مجادلہ ۲۲، حشر ۲۴، ممتحنہ ۱۳، صفت ۱۴، حجہ ۱۱،
 منافقون ۱۱، تغابن ۱۸، طلاق ۱۲، تحریم ۱۲، ملک ۳، قلم ۵۲، احقافہ ۵۲،
 معارج ۴۴، زورج ۲۸، عن ۲۸، مزمل ۲۰، مدثر ۵۶، قیامہ ۴۰، دھر ۲۴،
 رسالت ۵۰، نباہ ۴۴، تازغات ۴۶، عیس ۴۲، تکویر ۲۹، انفطار ۱۹،
 تطہیف ۳۶، اشفاق ۲۵، پردج ۲۲، طارق ۱۱، اعلیٰ ۱۹، غاشیہ ۱۰،
 فجر ۳، بلد ۲۰، شمس ۵، ایل ۱۵، صبحی ۱۱، الشراخ ۸، التین ۸،
 علق ۱۹، قدر ۵، بیئہ ۸، زلزال ۸، عادیات ۵، قارہ ۱۱، نکار ۸،
 عصر ۳، ہمزہ ۹، فیل ۵، قریش ۴، ماعون ۷، کوثر ۳، کافرون ۶،
 النصر ۳، لب ۵، اخلاص ۴، فلق ۵، الناس ۶،

تقریباً ہر قرآن شریف میں یہ تعداد آیات موجود ہے

ادامر ۱۰۰۰، نای ۱۰۰۰
او امر و نواجی اور حروف وغیرہ مثالیں ۱۰۰۰، قصص ۱۰۰۰

حَدَّثَ وَحَرَمَتْ ۵۰۰، وَعَائِس ۱۰۰، الْفَاظ ۴۳۶، كُلِّ حُرُوفٍ ۲۶۷
 جن میں سے الف (۲۸۸)، ب (۲۲۸)، ت (۱۹۴)، ج (۱۲۷)، ح (۳۹۷)، خ (۲۷۱)، د (۲۲۷)، ذ (۱۵۶)،
 ر (۲۶۹)، ز (۱۵۷)، س (۱۵۹)، ش (۲۵۲)،
 ض (۲۶۱)، ظ (۱۶۷)، ط (۱۲۷)، ع (۲۲۰)،
 ق (۲۶۰)، ق (۲۶۹)، ق (۲۶۸)، ک (۲۶۲)،

م ۲۶۵۶، ن ۲۵۱۹، و ۲۵۵۳، ۵، ۱۹۰۷
 لا ۲۰۲، ی ۲۵۹۱۹

(مقدمہ تفسیر القرآن از مرزا حیرت دہلوی صفحہ ۳۵)

اب کس کی مجال ہے کہ قیامت تک کتاب اللہ میں کسی قسم کی تحریف کی جرات کر سکے۔ اور ان ضائع سے رب کائنات نے اپنی آخری اور مصدق الہامی کتاب قرآن حکیم کی ایسی حفاظت کی جس کی مثال نہیں۔ چنانچہ ایک عیسائی مفکر سر ولیم میور اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب "تالفت آف محمد" کے دیباچے کے صفحہ ۲۱ (طبع سوم) پر رقمطراز ہے کہ

"جہاں تک ہمارے معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک ہی ایسی کتاب نہیں جو اس قدر قرآن حکیم کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔"

تحریف شدہ کتاب اور اختلاف | تحریف شدہ کتاب میں سمجھت
 اختلاف واقع ہو جاتا ہے

کلام ربانی میں کلام انسانی اگر داخل کر دیا جائے تو وہ خود بخود نمایاں ہو جاتا ہے کیونکہ اس کتاب کی تعلیم میں تضاد اور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے خدا جو خالق کائنات ہے اور ہر قسم کی نفسانی خواہشات سے پاک و مبرا ہے وہ چاہتا ہے کہ مخلوق اس کے احکام کے مطابق عمل کیسے صراط المستقیم پر گامزن ہو۔ لیکن مخلوق یہ چاہتی ہے کہ خدا کا کلام اور اس کے احکامات اس کی مرضی ارادے اور خواہش نفسانی کے مطابق ہوں اور جب مخلوق کتاب اللہ میں تحریف کرتی ہے تو یہ تضاد خود بخود

نمایاں ہو جاتی ہیں اور کتاب اللہ کے اصول و فروع پر حیب نظر کی جاتی ہے تو یہ اختلاف روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتا ہے کہ کہاں کہاں تحریف ہوئی ہے چنانچہ اسی کلیہ کے متعلق خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:-

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْمُرَاتَ وَالْمُرَاتِ
 مِمَّا خَلَقْنَا كَثِيرًا ۝
 کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ اللہ کے غیر سے ہوتا تو وہ اس میں فرق بہت اختلاف پاتے

(سورہ نساء: ۸۵)

سیدنا ابو بکر صدیق کی فضیلت

چھ ماہ بعد ہی جمع قرآن حکیم کا مقدس فریضہ شروع ہو گیا تھا۔ اور ابھی عشرہ مبارکہ کے علاوہ دیگر لاکھوں صحابہؓ جن میں سے اکثر قرآن مقدس کے حافظ تھے سب کے سب موجود تھے۔ یہ وہ قدسی صحابہؓ تھے جنہوں نے پیغمبر مساکت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کریم سنا تھا۔ آپ کی صحبت طیبہ میں بیٹھ کر حفظ کیا تھا آپ کی ہدایات کے مطابق تحریر کیا تھا۔ اور وحی ربانی کے مطابق جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب کا حکم دیا۔ اسی طرح مرتب کیا تھا۔ اور سیدنا عبدالعزیز جیسے امام برحق اور خلیفہ الرسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام مسلمانوں سے زیادہ قرآن حکیم کو جانتے تھے اور ہم قرآن سمجھنے میں اعلیٰ و افضل تر تھے ان

۱۰ سبائیوں کو تو غصب خلافت کی فکر پڑی اور امت مسلمہ کو حفاظت قرآن کی ذمہ داری

کی سرگزشتی میں یہ مرتب شدہ قرآن جمع ہوا اور اس کی نقلیں کی گئیں۔
 سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما رسالتہما علی اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے
 بچپن کے ساتھی تھے۔ کمالات ظاہری و باطنی میں یارِ قاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور ثانی الثنیں تھے ہی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قرآن فہمی کو سب
 سے افضل و قائل سمجھتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ
 ہی میں آپ کی فضیلت کو صحابہ پر واضح بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ جب سورہ النصر
 نازل ہوئی تو سیدنا ابوبکر صدیقؓ پر بڑے حالات کہ دوسرے تمام صحابہؓ بھی آپ
 سے یہ آیت مبارک سن رہے تھے جب بعض لوگوں نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے
 رونے پر تعجب کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ تم سے بہتر
 قرآن سمجھتے ہیں

عن ابوالدرداء قال قال النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم انما اتی
 بیتی الیکم فقلتم کذبت
 وقال ابوبکر صدق وواسانی
 بنفسہ و مالہ فقلتم
 تارکوت لی صاحبی
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
 حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھ
 کو تمہاری طرقت پر بھیجا ہے مگر بھیجا ہیں تم
 نے جھوٹا کہا اور ابوبکر نے مجھے سچا کہا
 اور اپنے مال اور جان سے میری خدمت
 کی تو کیا تم میرے دوست کو تانا چھوڑ دو گے
 یا نہیں؟

۱۔ کیونکہ اس سورہ میں حضورؐ کی وفات حضرت آیات کے متعلق اشارہ تھا جسے مسوا صدیق اکبرؓ
 کوئی صحابی نہ سمجھ سکے (مترجم)

۲۔ صحیح بخاری چودہواں پارہ باب مناقب ابوبکر صدیقؓ

ان ارشادات نبوی صلعم سے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت اور روشن
کی طرح عیاں ہے اور صحابہ جنور علی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں صدیق اکبرؓ
کو خلیفۃ الرسول سمجھتے تھے۔

یہ کلمات سے جیسا صدیق اکبرؓ کو ثانی ائمہ میں فرمایا اور لاحقاً فرما
کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کی امانت کا وعدہ فرمایا اس کے متعلق
روایت ہے کہ

كَلَّمَ مَعْصُومًا وَثَا لِقَمَّامًا بِاللِّقْظِ
وَالْمُخْتَفِ أَمَّا بِاللِّقْظِ فَكَلَّمَ
يُقَالُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَيُقَالُ
لِلْحَبِيبِ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ وَثَا
بِالْمَعْنَى فَكَانَ مَصَابِحًا لِسُورِهَا
بِالنَّصْرِ وَالْهُدَايَةِ وَالْإِرْشَادِ

اللہ ان دونوں دینی اکرم صلعم اور ابوبکر صدیقؓ
کے ساتھ یہ دونوں کا تیسرا لفظ بھی تھا اور
معنا بھی! لفظ اول کہ حضور کو کہا جاتا تھا
یا رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کو کہا جاتا
تھا یا خلیفۃ الرسول اللہ اور معنی اس طرح کہ
اللہ تعالیٰ یا اختیار سے نعت اور ارشاد
ہدایت کے حضور اور صدیق اکبرؓ کے ساتھ تھا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں امامت کا حکم
سیدنا صدیقؓ کو فرمایا کیونکہ آپ علم قرآن اور فہم قرآن میں سب صحابہؓ سے
افضل تھے۔ اور تمام کی امامت وہی صحابی فرما سکتے تھے جو سب صحابہؓ سے قرآن والی
میں توفیق رکھتے ہوں۔ اپنی بیماری میں حضور نے حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔

ان آیام میں (سیدنا ابوبکرؓ نماز پڑھاتے

رہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

فضلی ابوبکرؓ ملک الایام

(متفق علیہ)

چنانچہ نہراہوں صحابہؓ جو حافظانِ قرآن تھے ان کی موجودگی اور سیدنا ابوبکرؓ

جیسے قرآن دان خلیفۃ الرسولؐ کی سرکردگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتب کردہ

قرآن کریم کے نسخوں کو یکجا اکٹھا کیا گیا اور ان کی نقول کی گئیں اور مملکت اسلامیہ

میں پھیلائی گئیں۔ اور فتح الباری میں خود سیدنا علیؓ سے مروی ہے کہ:-

«قرآن شریف کے جمع کرنے والوں میں

سے سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ

ہیں وہی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں

نے سب سے پہلے قرآن حکیم

جمع کیا۔»

عن عبد خیرة ال سمعت

علیا یقول اعظم الناس فی

المصاحف اجرا ابوبکر رحمہ اللہ

علی ابی بکر ہوا اول من جمع

کتاب اللہ۔

اور اس حدیث کا عملی ثبوت خود سیدنا علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں

دیا جبکہ آپؓ مملکت اسلامیہ کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ آپؓ کے

دورِ حکومت میں بھی یہی قرآن حکیم تھا جو آج اور قیامت تک موجود رہے گا۔

تمام امتِ مسلمہ اور خود سیدنا علیؓ اسی کے احکام کے سامنے سرنگوں رہے

اسی کے احکام کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ اگر سیاحوں کے قول کے

مطابق انہوں نے خود کوئی قرآن حکیم مرتب کیا ہوتا تو دنیا کی کون سی طاقت

تھی جو شیر خدا کو اُسے راج کرنے سے روک سکتی۔ مگر آپؓ نے اپنے جن سے

ثابت کر دیا کہ آپؓ بھی ان بزرگوں میں شامل تھے جنہوں نے مل کر سیدنا ابوبکرؓ

صدیقؓ کی قرآن حکیم کے ان نسخوں کے جمع کرنے میں مدد کی جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود مرتب کرا چکے تھے۔ مگر وہ کتاب کی شکل میں لکھے نہ تھے۔ مگر کتاب اللہ سے امت مسلمہ کو معارف کرنے کے لئے سبانی حضرات نے جو قصے و کہانیاں تراشی ہیں ان سے توبہ ہی بھلی۔

صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عثمان ذوالنورینؓ نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں انہیں نسخوں سے مزید تقویٰ کر کے مملکت اسلامیہ میں پھیلائی۔

خلفائے ثلاثہ یا صحابہؓ کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ کبھی احکامات ربانی سے روگردانی کرتے اور نبی کریمؐ

قرآن حکیم کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم

نے خود مرتب فرمایا تھا

صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتب کردہ قرآن کو خود ترتیب دینے کی جرأت کرتے۔ بلکہ جس آیت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کچھ نہ فرمایا اسے اس کے مقام سے ہٹانے کی بھی جرأت نہ کی۔ ان کے اس جذبہ اور عقیدت کو ذیل کی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا آپؓ (صحابہؓ) نے کیوں سورہ انفال کو جو مشافی میں سے ہے

عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عملتمہ الی الانفال وہی من المشافی

قرآن مجید کی سورتوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے طویل، مشین، مشافی اور مفسر۔ چنانچہ سورہ یقرہ سے سورہ توبہ تک کو "طویل" یعنی لمبی یا طویل سورتیں کہا جاتا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

الحی براءۃ وہی من المئین فمرثمہ
بہما ولم تکتوا بیہما سطر
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
ووضعتھما فی السبع الطوال
فقال عثمان کان رسول اللہ
علیہ وسلم کثیرا ما یترک
علیہ السور ذوات العدو فاذا
نزل علیہ المثنیٰ یعنی منھا

سورہ براءۃ جو مئین میں سے ہے کے
پاس رکھا ہے اور ان کے درمیان بسم اللہ
الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور اس طرح
دونوں سورتوں کو سات لمبی سورتوں میں
شامل کر دیا ہے حضرت عثمان نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ
تھا کہ جب ایک ہی وقت میں بہت سی
سورتیں آپ پر نازل ہوتی ہیں اور ان میں

(تفسیر حاشیہ صفحہ ۵۸) اور سورہ یونس سے سورہ فرقان تک کو "مئین" یعنی سو سو آیت
والی یا سو آیت سے زیادہ والی سورتیں کہا جاتا ہے اور سورہ شعراء سے سورہ فتح تک
کو "مثنیٰ" کہتے ہیں۔ ان سورتوں میں آیات سو سو سے کم ہیں اور قسے ان میں مکرر ہیں اسلئے
ان کا نام مثنیٰ ہے یعنی بار بار والی سورتیں اور سورہ حجرات سے آخر قرآن حکیم تک
کو "مفصل" کہتے ہیں اس لئے کہ ان سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم
کا فاصلہ قریب ہے یعنی قاصدہ رکھتے والی سورتیں۔

اس چوتھی قسم یعنی "مفصل" کی پیر تین قسمیں ہیں۔ طویل، اوسط اور قصار سورہ
حجرات سے سورہ انشاق تک کو "طویل مفصل" کہتے ہیں یعنی لمبی اور قاصدہ والی سورتیں سورہ
برج سے سورہ البیتہ تک کو "اوسط مفصل" یعنی درمیانی فاصلہ والی سورتیں کہا جاتا
ہے اور یہاں سے آخر قرآن حکیم تک کو "قصار مفصل" یعنی چھوٹے فاصلے والی سورتیں کہا
جاتا ہے۔ (مؤلف)

دعا یف من یتب فیقول
 صنعوا هولا الایة فی السورة
 الیٰ ینذکره فیها کذا و
 کانت الا نقال من اوائل
 ما نزل بالمدينة ویراؤا
 من اخر المقرات وکانت
 تصها شبیهاة بما قظنت
 انها منما ققیفت رسول الله
 صلی الله علیه وسلم یبیت
 لنا انها منما ...

کی کسی سورت کی آیت کا نزول ہوتا
 تو کسی کاتب وحی کو بلا لیتے اور اس کو
 حکم دیتے کہ وہ آیت فلاں سورت فلاں مع پرکھو دو
 سورہ انفال مدینہ میں ابتدائی زمانہ میں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پینازل ہوئی
 اور بڑا کاتر ذول آخری زمانہ میں ہوا اور ان
 دونوں کا مضمون باہم مشابہ و متوافق تھا
 اس لئے ہم نے یہ خیال کیا کہ دوسری سورہ
 پہلی سورت میں سے ہی ہے رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں واضح
 طور پر یہ فرمایا تھا کہ یہ سورہ اسی میں
 سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان نہ کرنے
 کے سبب اور دونوں سورتوں کا قصہ مشابہ ہونے
 کے باعث ہم نے دونوں کو پاس پاس رکھا
 اور دونوں سورتوں کے درمیان اسم اللہ عزوجل
 کا فاصلہ نہ دیا اور پھر ہم نے ان دونوں سورتوں
 کو طویل میں شامل کر لیا اور دونوں کو الگ
 الگ اس خیال سے رکھا کہ دونوں کے ایک جہنے
 میں بھی شبہ تھا اور وہ ہونے میں بھی

سبحان اللہ! کیا ایمان تھا صحابہؓ انکا کہ جو ترتیب قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اسی ترتیب کو قائم و دائم رکھا اور جس آیت یا سورہ متعلق آپ خاموش رہے اس کو صحابہؓ نے بھی اسی مقام پر رہنے دیا۔ یہ تھا وہ ایمان۔ تقویٰ اور جذبہ جس کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتب کردہ قرآن کریم کے لسنوں کی نقول کی گئیں۔ اس حدیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ قرآن شریف کی مرتب شدہ سورتیں اکٹھی کرتے وقت صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب ہی کو مقدم رکھا۔ اسی تقویٰ اور تقلید پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا حق ادا کرنے کے صلہ میں رب کائنات نے ان کو "رضی اللہ عنہم" کے لقب سے نوازا۔

محققین تشیع بھی حفاظت قرآن کے قائل ہیں

پیشتر اس کے کہ محققین تشیع کے حفاظت قرآن حکیم کے متعلق دلائل پیش کئے جائیں یہ از بس ضروری

ہے کہ سبائی حضرات کی تحریف کتاب اللہ کے متعلق روایت بھی پیش کر دی جائیں تاکہ ناظرین کو حق و باطل کے تمیز کرنے میں سہولت رہے۔

سبائی حضرات میں قرآن حکیم کے کامل اور صحیح ہونے اور ناقص، غلط اور غیر صحیح ترتیب ہونے کے متعلق کافی اختلافات ہے۔ چنانچہ ذیل کے اکابر سبائی علماء قرآن حکیم کو تحریف شدہ مانتے ہیں۔

- (۱) ابو یعقوب محمد بن اسحاق الکلبینی مصنف اصول وفروع کافی
 (۲) شیخ جلیل علی بن ابی اسیم قمی شیخ الکلبینی
 (۳) شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی
 (۴) علامہ لوری مصنف فصل الخطاب
 (۵) شیخ مفید
 (۶) محقق داماد
 (۷) علامہ مجلسی

اور ذیل کے علماء سنیانہ قرآن حکیم کو کامل صحیح مانتے ہیں جو بین الدین
 موجود ہے۔

- (۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقائد
 (۲) شریف مرتضیٰ
 (۳) ابو جعفر طوسی مصنف بنیان
 (۴) شیخ ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان
 سبائی حضرات نے اُمت مسلمہ کو قرآن حکیم جیسی نادر کتاب سے برگشتہ
 کرنے کی غرض سے عجیب و غریب حکایات و روایات تراشیں مثلاً۔

۱۔ اس کی کتاب اصول کافی کے ٹائٹل یا سرورق پر جلی حروف سے لکھا ہوا ہے قال امام العصر
 و حجة الله المنتظر عليه سلام الله الملك الاكبر في حقهم هذا كتاب تثبتنا
 و ليعني امام الزمان حجة الله امام منتظر مهدى عليه السلام في اس كتاب کے حق میں فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے
 شیعہ کے لئے کافی ہے) یہی وجہ ہے کہ اس کا نام کافی مشہور ہو گیا (مؤلف)

قال يا محمد وان عندنا الجامعة
وما يدريكم ما الجامعة
قال قلت جعلت فداك
وما الجامعة قال صحيفة
طولها سبعون ذراعاً
سميتم آتنا اتنے لمیے چوڑے قرآن کو کس طرح پڑھا جاتا ہوگا
مزید سنئے۔

وات عندنا لمصحف فاطمة
عليها السلام وما يدريكم
ما مصحف فاطمة قال مصحف
فيه مثل قرآنكم هذا ثلاث
مئات والله ما فيه من قرآنك
هذا حرف واحد

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ سیدنا نبی نے جو بقول ساریہ اصل قرآن حکیم معقل کیا تھا یہ
وہی تھا یا جناب سیدہ کے پاس علیحدہ کوئی قرآن تھا۔
ایک اور روایت ہے کہ اس قرآن میں

۱۴۱ اصول کافی ص ۱۴۱

۱۴۲ اصول کافی ص ۱۴۱۔

عن احمد بن ابی نصر قال وقع
الی ابوالحسن علیہ السلام مصیحا
وقال لا تنظر فیہ ففتحه و
قرأت فیہ لم یکن الذین
كفروا فوحیدت فیها اسم
سبعین رجلا من قریش
یا سبأ الصمد واسماء ابالهد
قال فبعث الی العث بالمصحف
مزید روایت ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام
قال نزل القرآن اربعۃ
ارباع ربیع فینا وربیع
فی عدونا وربیع سنن
وامثال وربیع فرائض
واحکام

۱۰ احمد بن محمد بن نصر سے روایت ہے کہ
امام رضا علیہ السلام نے مجھے ایک قرآن
دیا اور فرمایا کہ اس میں نظر نہ کرنا پس میں
نے جو اسے پڑھا اور سورہ کہ لم یکن
الذین کفروا پڑھی تو اس میں
قریش میں سے ستر شخصوں کے نام
بقید ولایت پائے۔ ماویٰ کہتا ہے کہ
امام نے مجھے کھلا بھیجا کہ وہ قرآن مجھے واپس لے

۱۰ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا قرآن
چار حصوں پر نازل ہوا۔ ایک چوتھائی
ہمارے فضائل میں نازل ہوا۔ اور
ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں
کے یازے میں اور ایک چوتھائی
سنن اور امثال میں
اور ایک چوتھائی فرائض و احکام میں

۱۰ اصول کافی کتاب فضل القرآن ص ۶۴

۱۰ اصول کافی ص ۶۹

۱۰ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نصف قرآن تو فضائل سیدنا علیؑ اور آل علیؑ ربانی ہے

علامہ مرزا ابوالقاسم فرماتے ہیں "قرآن میں تحریریت ہوئی ہے یا نہیں

(حاشیہ یقینہ ص ۱۱) کے لئے وقف تھا۔ قرآن کیا تھا سیرت سیدنا علیؑ اور آل علیؑ ہو گا۔ حالانکہ کتاب اللہ تو احکام اور قواعد اور حلت و حرمت کا مجموعہ ہے نہ کہ سیدنا علیؑ اور آل علیؑ کے محاورے و محاسن و رب کائنات نے امام حجت کے طور پر سیدنا علیؑ کو خلافت راشدہ کے آخری دور میں حکومت اسی لئے دی تاکہ اگر معلقائے ثلاثہ نے کوئی غلط و ناقص قرآن بہت مسلمہ کے سامنے پیش کیا تھا تو اس کو نیست و نابود کر دیتے اور اس کی جگہ اصل اور غیر تحریر شدہ قرآن جو بقول سابقہ خود انہوں نے جمع کیا تھا پیش کرتے اور اس کی نقلیں کرنا اگر مملکت اسلامیہ میں نشر کر کے دین حق سے لوگوں کی بدایت فرماتے آپ کے بعد سیدنا حسنؑ خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے انہوں نے بھی اپنے والد محترم کے جمع کردہ قرآن سے امامت مسلمہ کو روشناس نہ کرایا۔ اور پھر سیدنا حسینؑ جیسے حق پرست جن کو ہدایت کے طور پر یہ قرآن ملا انہوں نے گریبا کے میدان میں سیاہی بے وفادوں کے خطوط کے پھیلے تو دکھائے اور اپنے ہر خطے میں ان کو توڑ پھڑھ کر ستایا مگر رب کائنات کی یہ امانت و خلافت یعنی کتاب اللہ جو زمین پر اللہ کی خلیفہ ہے، جس کی رشد و ہدایت اور تعلیم کو پھیلانے کے لئے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جنہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر امامت مسلمہ کے اجماع کو گواہ بنا کر فرمایا تھا کہ میں تم کو پیغام حق پہنچا کر اتمام حجت کر چکا ہوں اور اپنے بعد رب کائنات کی۔ یہ غیر فانی خلافت کتاب اللہ تم میں چھوڑے جاتا ہوں اس کو مسترد ٹھی سے پکڑنا" اُسے پیش نہ کیا

اس مسئلہ پر علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر اخباری (ارباب حدیث)

(تیسرے ماہیہ ۶۵) اور سیدنا علیؑ نے کتاب اللہ کو ایسا مضبوطی سے پکڑ لیا کہ کسی اور کو نہ تو اسے ہاتھ لگانے دیا اور نہ آج تک زیارت کرنے دی اور نہ ہی اس کی تعلیم و رشد و ہدایت سے دیا کہ منور کیا اور آل علیؑ نے اپنے پیغمبر بزرگوار کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ اس قرآن کو اب تم کبھی بھی نہ دیکھو گے اس کتاب اللہ یعنی خلافتِ اہلبیت کو مقفل ہی رہنے دیا اور قیامت تک کے لئے نسلِ انسانی کو گمراہ چھوڑ دیا۔ واستغفر اللہ۔ حالانکہ بیخِ الیاء طبعِ بیروت جزو اول میں حضرت علیؑ نے اہل بصرہ کو یوں نصیحت فرمائی۔

وعلیکم بکتاب اللہ عاتقہ
البحیل المتین والنور المبین
والشفاع النافع والورع المانع
والعصاة التمسک والنجاة للمتعلق

» اے اہل بصرہ! تم کتاب اللہ کو
مضبوط پکڑ لو۔ یہ ایک مضبوطی اور روش
نور مفید شفا اور بیباک دور کرنے والا ایسا
ہے جسے جو تھامے گا بچ جائیگا اور عمل کرے گا
نجات پائے گا۔

سیاہی حضرات نے حبیبِ علیؑ میں جس قبضِ علیؑ کا ثبوت دیا ہے وہ آپ کے
سامنے ہے جو ان نیک سیرت بزرگانِ دین پر سر امر بہتان ہے۔ انہوں نے اگر خلیفہ
تلاشہ کو غاصبانِ خلافت رسول قرار دیا ہے تو سیدنا علیؑ اور تمام آل علیؑ کو کہ کتاب
کو مقفل کر کے انہیں غاصبانِ خلافتِ اہلبیت اور غاصبانِ حقوقِ نسلِ انسانی قرار دے
خدا کے لئے ان حقائق پر غور کریں۔ ان سیاہی ہدایات حکایات اور تعبیرات پر ان

تحریر کے قائل ہیں مثلاً کلینی، علی بن ابی اسیم قمی، شیخ احمد بن ابی طالب وغیرہ

(یقیناً حاشیہ صحت) ایمان ہونے سے پہلے عقل و خود سے کام لیں۔ عبد اللہ بن سبا نے
 تو محب علیؑ تھا اور وہ ہی دشمن صحابہؓ وہ تو یہودی تھا اور یہودی کو نبوت کا شتم یعنی رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرنے کی وجہ سے مدینے کو چھوڑنا پڑا۔ مدینے کے
 یوں انہوں نے خیر کو اپنا وطن قرار دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے
 مطابق کہ "آج یہ علم میں اس کو دوں گا جو خیر کو فتح کرے گا" سیدنا علیؑ نے
 "و خیر" اکھاڑا بلکہ یہودیوں کو سرزمین عرب سے اکھاڑا یا ہر پھینکا۔ یہ تھا وہ
 بغض و حسد و تعصب میں کو سینہ میں دیا ہے ہوئے۔ عبد اللہ بن سبا اور کئی ایک
 یہودی تقیہ کیے مسلمان ہوئے انہوں نے جب علیؑ کی آڑ میں اسلام، پیغمبر اسلام
 سیدنا علیؑ اور آل علیؑ سے اپنے آبا و اجداد کا ایسا بدلا لیا۔ جو قیامت تک کے لئے
 قائم و دائم رہے گا۔ اگر خیر کا دروازہ اکھاڑ کر سیدنا علیؑ نے یہودیوں کو بے گھر کیا۔
 تو انہوں نے بھی سیدنا علیؑ کو مدینہ الرسول چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اور ان سے اپنے
 محبوب ترین نبیؑ کی رفاقت ایسی پھرائی کہ دوبارہ کونے سے مدینہ کی زیارت
 کو بھی آنا نصیب نہ ہوا۔ سیدنا حسنؑ کو ایسے دکھ اور تکالیف پہنچائیں کہ ان
 کو خلافت چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اور زندگی بھر چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ سیدنا
 حسینؑ اور دیگر آل علیؑ کو خطوط پر خطوط لکھ کر ان سب کو اہل وغیال سمیت مدینے سے
 بے گھر کیا اور میدان کر بلا میں جو ان کا مشر کیا وہ قیامت تک کیلئے اس حقیقت کا شاہد
 ہے کہ اگر سیدنا علیؑ نے درخیر اکھاڑ کر یہودیوں کو بے گھر کیا تو یہودیوں نے بھی سیدنا علیؑ کے در کو
 ایسا اکھاڑا کہ اس سائے خاندان کو زندگی بھر کے لئے بے گھر ہونا پڑا یہی وجہ ہے کہ
 حضرت موسیٰ کاظمؑ اور دیگر بزرگان آل علیؑ کے مزارات مدینے کی نیائے عراق و ایران میں ہیں۔

لیکن علم الہدیٰ شیخ صدوق، محقق طبری بن الفضل اور تمام مجدد مجتہدین
شیخ تحریر قرآن کے قائل نہیں،

وہیں بیان تک پہنچ کر وہ فراموش کر دیتا چاہتا ہوں کہ تفسیر موجودہ قرآن
کو منزل من اللہ اللہ غیر محرف کہتے ہیں۔ جو شخص قرآن میں کمی زیادتی ہونا
ہماری طرف نسبت کرتا ہے وہ کاذب اور منقری ہے۔ تمام اصول شیخوں
سہا یہی اعتقاد ہے۔

بعض تشکیب شبیہ حضرات بھی اس قدر جامع اور لاریب کتاب کے
متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے کچھ حصے کم ہو گئے بقول سہا
حضرات "بکری کھا گئی" بعض سورتوں کے نام بدل ڈٹے گئے اور وہ سورتیں
جو حضرت علیؑ کے دعویٰ کی موید تھیں ان کو عداً چھوڑ دیا گیا۔ لیکن خود اس

۱۔ قوانین الاموال طبع ایران ۱۳۰۱ یا ۱۳۰۲ بجائی بجائی ص ۱۸۳

۲۔ موعظ تحریر قرآن طبع اپریل ۱۹۲۳ء بجائی بجائی ص ۸۲

۳۔ قرآن پاک تو کیا محققین حدیث کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ

قال المحققین ان وصایا

المصدرة بیاہر السند او کھا

هو صنوعه غیر قولہ علیہ السلام

یا علی انشاء منی بینا ہا روئے من

مروءتہا کہ لایضا لعیدی

مومنون کبر ص ۱۵۸

اور محققین کا فیصلہ ہے کہ وصیوں علیؑ
کی جو نذر کے ساتھ ہیں وہ سب موعظ
سوائے اس قول اشعرت علی اللہ علیہ
کے کہ ایسی ہی بکری نسبت محمدؐ سے
۲۰ جو دعویٰ کو روٹی سے تھی کہ میرے
بی بی

جماعت میں بھی بعض اہل علم و بصیرت اور محققین اس حقیقت کے معترف ہیں کہ "کتاب اللہ" جس کو بعد از وفات پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے مرتب کردہ نسخوں سے جمع کیا۔ جو قرآن پاک کی شکل میں آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہی وہ اصل قرآن حکیم ہے جو سرکارِ رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہی وہ قرآن پاک ہے جس کی نشرواشاعت خلفائے ثلاثہ اور سببنا علی رضی اللہ عنہ کی اور تمام زیرِ کانونِ دین اسلام اسی قرآن مقدس کو غیر محرف اور لاریب مانتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر صافی جو اہل تشیع کی ایک بہت ہی معتبر تفسیر ہے اس تفسیر میں ملا محسن صاحب متعصب و جہاں شیعوں کے خیالات کی ترویج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

قد روي جماعة من اصحابنا
 و قوم من حشوية العامة ان
 في القرآن تفسيرا و نقصانا
 و الصميم من ذهب اصحابنا
 خلافة و بلغت حد الم
 تبعه فيما ذكرناه لا القرآن
 معجزة النبوة و ماخذ
 العلوم الشرعية و الاحكام
 الدينية و علماء المسلمين
 ہمارے دوپستوں کی ایک جماعت انہی علوم
 حشوہ نے یہ روایت کی ہے کہ قرآن شریف
 میں تفسیر اور نقصان ہے ہمارے
 اصحاب کا صحیح مذہب اس کے خلاف
 ہے۔ اور نیز ان لوگوں کی رائے اس حد تک
 پہنچی ہے کہ ہم اس کو میان نہیں کر سکتے اور
 اصل بات یہ ہے کہ قرآن نبوت کا
 اعجاز اور علوم شرعیہ اور دینی احکام
 کا ماخذ ہے اور علماء اسلام نے یہاں تک

قد بلغوا في حفظه وحمائه
الغاية حتى عرفوا كل شيء
اختلف فيه من الحرام
وقرأتة وحروفه واياته
فكيف يعجز ان يكون
مغيراً او منقوصاً مع
الناية الضادقة
والنصط الشديد

اس کی حفاظت اور حمایت کی ہے
کہ انہوں نے ہر چیز پر جس پر اختلاف
ہے، اعراب اور قرأت اور حروف
اور آیات کے بارہ میں عرفان تام
اور واقفیت عام پیدا کر لی ہے
پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایسے ضابطہ
اور حفاظت صحیحہ کی موجودگی میں کسی قسم
کا تغیر یا کمی ہوتے یا بی ہو۔

آگے چل کر اسی تفسیر صافی کے صفحہ ۱۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں صاحب رقمطراز

ہیں کہ :-

ان القرآن على عهد رسول
الله مجبوعاً مؤلفاً على ما
هو عليه الات واستدلال
على ذلك بان العررات
كانت يدرسون ويحفظ جميعاً
في ذلك الزمان حتى عاين
على جماعة من الصحابة
في حفظهم له ان كان
يعرض على النبي و

”یہا قرآن شریف رسول اللہ صلعم کے
زمانہ میں اسی طرح جمع شدہ تھا اور
اکٹھا تھا جن طرح آج کل ہے اور
پر دلیل یہ ہے کہ قرآن حمید مکمل
و مجموعی طور پر اس زمانہ مبارک میں
پڑھا جاتا اور حفظ کیا جاتا تھا یا
تک کہ صحابہؓ کی ایک جماعت حفظ
قرآن پر متعین تھی۔ یہ لوگ حضرت
صلعم کے سامنے قرآن پیش کرے

پڑھتے تھے اور صحابہؓ کی ایک عیادت
 مثل عبد اللہ بن مسعود اور ابی بن
 کعب وغیرہ نے چند مرتبہ قرآن کو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 سامنے ختم کیا۔ اور ان باتوں پر ذرا
 تامل و فکر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ
 قرآن شریف مرتب و مدون تھا۔
 تترتیب میں تھا۔ اور یہ بات یہی
 یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ امامیہ
 یا حشویہ میں سے من لوگوں نے اس رائے
 کی مخالفت کی ہے ان کی اس کے مقابل
 میں کوئی حقیقت نہیں کیونکہ یہ خلاف صرف
 اصحاب احادیث سے ہوا ہے جنہوں نے
 ضعیف خبریں نقل کر دی ہیں۔

شعبہ امامیہ کے مجموعہ ہائے حدیث چار ہیں جو صحاح اربعہ کے نام سے

مشہور ہیں۔

نام مؤلف

نام کتاب

ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی

(۱) کافی

(وفات ۳۲۹ھ)

(۲) تہذیب الاحکام

شیخ الطائف ابو جعفر محمد بن حسن بن بن
الطوسی، شاگرد علم الہدیٰ روفاۃ ۳۶
ابو جعفر محمد بن علی بن الحسين بن موسیٰ
ابن یابو یہ القمی الثعلبی بہ الصدوق
(وفات ۳۸۱ھ)

(۳) استبصار فیما اختلف من
الاحبار

ان میں سے کافی میں تحریف قرآن کے متعلق احادیث زیادہ نظر آتی
ہیں۔ باقی کے مؤلفین قرآن حکیم کی صحت کے قائل معلوم ہوتے ہیں چنانچہ
شیخ صدوق اپنی تصنیف "رسالة فی الاعتقادات" طبع ایران ۱۲۲۲ھ
میں لکھتے ہیں کہ

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جو قرآن اللہ
نے حضور صلعم پر نازل فرمایا تھا وہی
ہے جو دو تین میں محفوظ لوگوں کے ہاتھ
میں موجود ہے۔ اس سے زیادہ قطع
نہیں تھا۔ جو لوگ ہماری طرف یہ عقیدہ
شوب کرتے ہیں کہ ہم کسی بڑے قرآن کے
قائل ہیں وہ چھوٹے ہیں

اعتقادنا ان الصوات الذی
انزلہ اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ
محمد ہو ما بین الدفتین
وہو ما فی ایدی الناس
ایسے یا اکثر من ذلك ...
ومن سب الینا انا نقول انه
اکثر من ذلك فهو کاذب

۱۔ رسول کافی باب الزوائد کتاب نقل القرآن جزو ششم ص ۹۹ پر روایت ہے

جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو
قرآن رسول اللہ صلعم پر بواسطت جبریل
عوا میں سترہ ہزار آیات تھیں۔
میں سے کون سے ہیں (مؤلف)

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان
قرآن الذی جا ریہ جبریل الی محمد
سبۃ عشر الف آیت
حذا بہتر جانتا ہے ان وہ لوں میں سے کون سے ہیں (مؤلف)

شیخ الطائفة ابو جعفر محمد بن علی الطوسی کے استاد اجل علامہ علم الهدی
 رضی روفات (۲۳۶ھ) کی رائے ہے کہ شیخ ابو علی طبرسی نے اپنی تفسیر
 "مجمع البیان" میں یوں درج کیا ہے کہ

وذكر في المواقيع ان العلم بصحة
 نقل القران كالعلم بالمبادئ
 والحوادث الكبرى والوقائع
 العظام والكتب المشهورة
 وأشعار العرب المسطورة
 فان الغاية اشتمت و
 الدواعي توفرت على نقله
 وهو اسهل وبلغت الى حد
 يبلغه فيما ذكرنا لان القران
 معجزة النبوة وما خذت
 العلوم الشرعية والاحكام
 الدينية والعلما قد بلغوا
 في حقة وحياتهم الغاية
 حتى عرفوا كل شئ اختلف
 فيه من اعرابه وقراءته
 واياته فيك يهونان

کئی مواقع پر علم الهدی نے لکھا ہے
 کہ قرآن کی صحیح نقل ہونے کا علم یقینی
 ہے جتنا کہ شہروں، مشہور واقعات
 حوادث اور مشہور کتابوں اور اشعار
 عرب کا قرآن کی کتابت و حفاظت
 کے وسائل اس قدر زیادہ تھے اور
 اس معاملہ پر اتنی زبردست توجہ دی
 گئی کہ مذکورہ بالا میں سے کسی پر
 آج تک نہیں دی گئی۔ بات یہ ہے
 کہ قرآن معجزہ نبوت اور احکام
 دینیہ کا ماخذ ہے۔ علمائے اسلام
 نے اس کی حفاظت اس حد تک
 کی ہے کہ انہیں قرآن شریعت
 کے اعراب، قراءت، معنی و
 آیات کا چھوٹا بڑا اختلاف
 تک معلوم تھا، اس زبردست

يكون مغفراً أو منقوصاً مع
 العناية الصادقة والضبط
 الشديد وذكر أيضاً
 رضى الله عنه ان القرآن كان
 عهد رسول الله محبوباً
 مؤلفاً على ما هو عليه الآن و
 استدل على ذلك ببيان القرآن
 كان يدرس يحفظ جميعاً
 في ذلك الزمان حتى عين على
 جماعة من الصحابة مثل
 عبد الله بن مسعود ابى بن كعب
 وغيرهما ختموا القرآن على النبى
 مدة ختمت وكل ذلك بيد
 يادنى تامل على انه كان محبوباً
 مرتباً غير مشور ولا مثبت و
 ذكراً من خالف في ذلك
 من الامامية والحشوية لا
 يعد بطلاً فمدان الخلاف
 في ذلك مضاف الى قوم من

توجہ اور انتہائی ضبط و احتیاط کے
 بعد کسی بیشی کا احتمال تک باقی نہیں
 رہتا۔ مزید لکھا ہے کہ قرآن حضور
 کی زندگی ہی میں جمع ہو گیا تھا اور
 کی ترتیب بالکل وہی تھی جو آج ہے
 اور دلیل یہ دی کہ عہد رسول میں
 قرآن پڑھا اور حفظ کیا جاتا تھا
 یہاں تک کہ صحابہ کی ایک جماعت
 حفظ قرآن پر متعین تھی مثلاً عبدال
 بن مسعود اور ابی بن کعب وغیر
 جنہوں نے حضور کے سامنے کئی دن
 قرآن نغم کیا تھا۔ ان واقعات
 بالکل حیاں ہے کہ عہد رسول میں
 قرآن یا قاعدہ مرتب تھا۔ وہ کچھ
 ہوا یا ناقص نہیں تھا۔ مزید فرما
 کہ امامیہ و حشویہ سے جو لوگ صحیح
 قرآن کے منکر ہیں ان کی رائے کا
 اعتما و نہیں۔ صحت قرآن سے
 احتیاط وراصل ارباب حدیث کے

اصحاب الحدیث نقلوا اخباراً
ضعیفۃ ظنوا صحتها

سے ہوا ہے جنہوں نے ضعیف روایات
نقل کر دی تھیں اور لوگ انہیں صحیح سمجھے ہیں

ابن سیرین اور ابن ماجہ علم الہدیٰ مرتضیٰ ابن کا بیان جمع قرآن کے متعلق آپ
نے ابھی پڑھا ان کے شاگرد رشید شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی
الطوسی اپنی کتاب "بتیان" میں یوں فرماتے ہیں۔

وقال شیخ الطائفہ محمد بن الحسن

شیخ الطائفہ محمد بن الحسن الطوسی اپنی

الطوسی فی بتیانہ واما الکلام فی

کتاب "بتیان" میں فرماتے ہیں کہ

زیادۃ نقصانہ فیما لا یلیق

قرآن میں کسی پیشی کی بحث ناہما ہے

بہ کات الزیادۃ فیہ مجمع

جہاں تک پیشی کا تعلق ہے اسے کوئی

علی بطلانہ والنقصات

یہی نہیں مانتا، رہی کسی تو ظاہر مذہب

منہ فالظاہر من مذہب

المسلمین خلاف ہے اور یہی ہمارے

المسلمین خلافہ وهو

صحیح مذہب کے مطابق ہے رہی

الالیق بالصحیح مزمہینا

وہ متضاد روایات جو فروع

ورد ما یزید من اختلافات

کافی میں پائی جاتی ہیں۔ انہیں قرآن

الاخبار فی الفروع وعرضنا

پر رکھو جو قرآن کے مطابق ہوں انہیں لے

علیہ فہا دافقہ عمل علیہ

و اور جو مخالف ہوں انہیں مسترد

وما خالفہ یحبت ولم

کردو، حضور صلعم کی اس حدیث

یلتفت الیہ وترود عن البی

پر سب متفق ہیں کہ آپ

سہ ای طرح سیدنا علیؑ سیرہ ناہمہ اور حسینؑ کے متعلق البتہ تطہیر کی جو احادیث وضع کی گئی
میں انہیں بھی قرآن پر رکھیں (مؤلف)

روایۃ لا یدفعها احد انہ
 قال انی منقلب فیکم الثقلین
 ما ان تمسکتم بما لن تضلوا
 کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی
 وانما لن یفرقا حتی یروا علی
 الحوض وعند ایدل علی انہ
 موجود فی کل عصر لانه لا یجوز
 ان یامرنا بالتمسک بما لا
 نقد علی التمسک بہ

آپ نے فرمایا تھا میں اپنے بعد
 چیزیں چھوڑ چکا ہوں۔
 کتاب اللہ اور اہل بیت اگر اللہ
 تمام لوگ تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے یہ
 دو چیزیں ایک دوسرے سے کبھی
 نہیں ہوں گی اور میرے پاس حوض کوثر
 پر کبھی وارو ہوں گی اس حدیث سے
 پتہ چلتا ہے کہ قرآن ہر زمانہ میں موجود
 تھا اور یہ گواہی ایسے قرآن سے جو موجود
 نہ ہو رہا ہو چکا ہو تمسک کرنا ہے

۱۔ اہل بیت قرآنی یعنی انواع مطہرات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کو تسبیح اللہ
 پر ہر تہا اللہ قویت دیتے ہوئے فرمایا ایسیا والنبی لسان کا احد من الناس واخراب
 ”اے نبی کی بیعت تم اور عہدوں کی طرح نہیں ہو پھر فرمایا کہ تم قیامت تک کے لئے تمام
 مسلمان مردوں اور عہدوں کی ماںیں ہو اور پھر سب سے اعلیٰ مقام دیتے ہوئے فرمایا
 فاذکون ما یتلی فی البیت کون من ایت اللہ والحکمة واخراب: ۳۴) اسی
 رکھو جو تمہارے گہروں میں اللہ کی آیتوں اور حکمت سے پڑھا جاتا ہے ”یعنی تمہارے
 ہی گہروں میں قرآن حکیم نبی اکرم صلعم پر نازل ہوتا ہے اور تمہارے ہی گہروں
 سے نہ ہر ایت دنیا میں پھیلتا ہے اللہ ان مقامات عالیہ کی رحمت و ولایت
 کے لئے پاکیزگی اللہ ضروری تھی اس لئے فرمایا انما یرید اللہ لیتضح

قیسہ حضرات کے فرقہ امامیہ کے لاتعداد محققین صحیح قرآن کے قائل اور
 اس کی تحریف کے مخالف ہیں۔ عبداللہ بن سہار پیروی میں کامقصد ہی کتاب اللہ
 سے جو لے بھالے مسلمانوں کو برگشتہ کرتا تھا۔ اس کے مقلدین نے اس کا پورے پیمانے
 اور تبلیغ باقاعدہ جاری رکھی۔ ان پندھگان امامیہ کے گندہ بانے کے بعد سبائیہ
 کی تبلیغ پھر رنگ لائی اور بعض علماء امامیہ پھر سے تحریف قرآن کے جھنگل میں پھنس
 گئے اور انہوں نے عبید اللہ کی آڑ میں پھر سے تحریف قرآن کے عقیدے کو پھیلانے
 کے لئے تنگ و دو کی۔ بن میں مشہور ملاحظیل قزوینی (وفات ۱۰۸۹ھ) سید نعمت اللہ
 الحمینی الجزائری (وفات ۱۱۰۰ھ) سید محمد یاقربن سید محمد مولوی مصنف
 "بجرا لبحر" سید علی اکبر بن علی اصغر ایرانی اور ہندوستان میں سید محمد اسماعیل
 الہ آبادی تھے۔

قرآن مقدس جس کو
 امامیہ کے ائمہ بھی تحریف کے قائل نہ تھے

(بقیہ حاشیہ ص ۷۷) عنکما الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیرا والاخراب ہوس
 "اللہ ہی جانتا ہے کہ تم سے لے اہل بیت رسول و شے نبی کی بیبیو اے امت مسلمہ کی
 ماؤں باؤں اور تمہیں پاک صاف کر دے" سبائیہ حضرات نے یہاں
 پر اہل بیت حدیثی یعنی حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ حضرت حسینؑ کو اہل بیت قرآنی
 یعنی اہل بیت المدینین پر فوقیت دے دی اور خود اپنے ہی پیغمبر کو کلمہ کے مطابق
 ونبی احادیث کو قرآن پاک کی کسوٹی پر پرکھا یا کہ یہاں اپنی عقیدت اور حقیقت کے
 قریب اہل بیت قرآنی کو اس قدر سے گریز کیا (موسوکت)

مرتب فرمایا سیدنا صدیق اکبرؓ نے اس کی نقول گراہیں اور سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ نے ان نقولؓ مزید نقول گرا کر انہیں مملکت اسلامیہ کے کونے کونے میں پھیلا دیا اسی قرآن حکیم کے متعلق سیدنا علیؓ اہل بصرہ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وعیبکم کتاب اللہ فاتتہ
الاحیاء المتعین والسعد المبین
والشفا والساقم والمریح النافع
العصاة العسک النجات للمتعلق

دے اہل بصرہ تم کتاب اللہ کو مضبوط
پکڑو یہ ایک مضبوط وسیلہ اور دشمنوں کو مفید ہے
اور پیاس بجھانے والا پانی ہے اسے چوتھا
کا پچ جائیگا اور جو عمل کرے گی نجات پائیگا
امام باقرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعدؓ کو فرمایا
یا سعد تعلموا القرات
اور امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ

ات هذا القرات فیہ صبار
الصدی ومصاییح الندی

اس قرآن میں بردباریت کے چراغ اور
اندھیروں کو دور کرنے والے مشعل ہیں

۱۔ نوحی البلاغہ طبع میردت پتہ و اول ص ۱۶۲
۲۔ سیدنا علیؓ کو کتاب اللہ کو کلام حق، مضبوط وسیلہ اور دشمنوں کو مفید شرف
اور بے چینی کو چین سے بدل کر سکون بخشنے والی کتاب فرما دیا ہے یہی مگر ایک غلطی سیاقی نہیں
در مذہب ما کلام حق ناو علی است
از جملہ آفرینش کون و مکان
طاعت کہ قبول حق یو دیا و علی است
مقصود خدا علی و اولاد علی است

یعنی سیاقی مذہب میں کلام حق قرآن حکیم نہیں بلکہ ناو علی ہے اور عبادت نماز روزہ حج ازکوة وغیرہ
نہیں بلکہ اصل عبادت خالق حقیقی یا دینیں بلکہ سیدنا علیؓ ہی ناو ہے۔ اور اس دنیا کے پیدا کرنے کو
مقصود اولیٰ کھول بیخوردی کے بیخوردی کرنا تھا مقصد دین حق پیش کرنا تھا بلکہ سیدنا علیؓ اور اولاد علیؓ
مجاہد و مجاہدین پیش کرنا تھا سر مولا علیؓ سے ہے۔ اصول سماوی ص ۲۵۳

امام حسن عسکری فرماتے ہیں۔

ان هذا القرآن هو المتود
المبين والجميل المثين والعروة
الوثقى والدرجة العاليا والشفاء
الاشقى والفضيلة المبكرو و
السعاة العظمى

» یہ قرآن نورِ مبین ہے، جمل المثین
عروة الوثقیٰ و درجہ علیا۔ زبردست
شفاء، فضیلت کبریٰ اور سعادت۔
عظمیٰ ہے۔

قرآن حکیم کی صحت کے متعلق آپ نے سبائی حضرات اور شیعہ حضرات
کے تغاؤ و اختلاف کو ان پیش کردہ روایات سے ملاحظہ فرمایا جو ان کے
امام فرماتے ہیں وہ یہ نہیں مانتے اور جو یہ مانتے ہیں۔ ان کے امام اس کے
قائل نہیں جس سنان ظاہر ہے کہ یہاں بھی عبد اللہ بن سبأ یہودی کی روح اور
اس کی قدیمیت سرگرم عمل ہے کہ جو حب علی کی آڑ میں بغض علی کی تبلیغ کر رہا ہے
خدا اس سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک جیسی لاویب کتاب کو ہر قسم کی تحریف
سے محفوظ و پاک رکھا۔ یہ کلام مقدس رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی
حیاتِ طیبہ میں بھی محفوظ رہا، خلفائے راشدین کے دورِ راشدہ میں اس
محفوظ قرآن حکیم کی خوب نشر و اشاعت ہوئی اور ہر قسم کی دستبرد سے
محفوظ رہا۔ آج تک بالکل محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔

چنانچہ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

وَرَامَتْهُ الْكَتَابُ عَزِيزًا ذَلِيلًا
الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا
مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ
حَبِيدٍ ۝ وَحَمْدٌ : ۲۲

”یہ (قرآن حکیم) یقیناً غالب آئے
والی کتاب ہے جھوٹ نہ اس پر اس کے
سلنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے
وہ صاحب حکمت اللہ کی طرف سے اتاری گئی“

ناسخ و منسوخ | قرآن کریم ایک جامع و مکمل اور لاریب الہامی کتاب ہے۔ اس کے نازل کرنے والا خالق کائنات اور

رب العالمین ہے۔ جن کے قلب پر اس کا نزول ہوا وہ سید المرسلین رحمت
للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جن کی وساطت سے نازل ہوئی وہ
مقرب ترین فرشتہ جبرئیل امین ہے۔ اور جن قدسی صحابہ کے ذریعے اس کلام
مقدس کی تبلیغ و نشر و شاعت ہوئی ان کے متعلق خالق کائنات فرماتا ہے۔

محمدا رسول الله والذين
معہ اشداء على الكفار وهم
بينهم ترهم ركعا سجدا
يتبعون فضلا من الله و
رضوا فان سبما هم في وجوههم
من اثر السجود ذلك مشاهد
في التوراة و مشاهد في
الانجيل

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں
اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں
پر بہت سخت انداز میں بہت نرم دل
ہیں تو انہیں رکوع اور سجدہ کرتے دیکھے گا
اللہ کے فضل اور نعمت ہی طلب
کرتے ہیں۔ سجدہ کے اثر سے ان کی پہچان
ان کے چہروں سے ہوتی ہے یہ صفت ان
کو قرآن مجید سے اور انجیل میں ان کی صفت
ایسی ہی ہے“

(الفتح : ۲۹)

ییسے بے نظیر تسلسل کے بعد بھی قرآن حکیم کے اندسارخ و منسوخ ماننا و حقیقت
 رب کائنات کی قدرت کا طرہ پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے
 انکا اور قدسی صحابہؓ کے ایمان و عمل پر پستان عظیم ہے۔ جو بہت بڑی بنا دی
 ہے۔ اس سلسلہ ناسخ و منسوخ کی نشر و اشاعت کر کے بیانی مفسدین کا مقصد
 امت مسلمہ کو خدا کی ذات پر بداء ^{سلسلہ} ثابت کرنا ہے۔ وہ خالق ہی کیا جو مخلوق کی
 طرح اپنے کلام پر قدرت نہ رکھتا ہو اور بلا مقصد ہی آیات کا نزول کر کے
 بعد میں رد و بدل کرتا رہے ہو۔ رد و بدل تو صرف انسان کے کلام میں ہو سکتی
 ہے جس کی عقل محدود ہے۔ جو اپنی عقل کی رسائی تک اپنے علم و عقل کے مطابق
 کوئی کتاب لکھتا ہے جب اس کو دوبارہ پڑھتا ہے تو معلوم کرتا ہے کہ
 اس کی یہ تحریر کئی پہلو سے تشدد ہے وہ پھر اس میں کانٹ چھانٹ کر تا ہے
 اس کے پہلے ایڈیشن کے بیع ہونے پر اسے خود محسوس ہوتا ہے کہ اب بھی وہ
 ناممکن رکھا ہے پھر اس کے دوسرے ایڈیشن کے موقع پر اس میں کچھ مضمون زیادہ
 کرتا ہے کچھ کم۔ اسی طرح ہر ایڈیشن پر اس مصنف کا یہی حال ہوتا ہے یہاں
 تک کہ کتاب رہ جاتی ہے اور مصنف مر جاتا ہے۔

لیکن رب کائنات کی عقل و علم لامحدود ہیں۔ اس کے علم و عقل کی رسائی
 کل کائنات کو محیط کئے ہوئے ہیں وہ ازل سے لے کر کائنات کے نظام
 کے ہر شعبہ سے واقف ہے کیونکہ وہ خود اس کا خالق ہے وہ تو کن کہتا ہے۔

لہذا یہی قرآن نازل کرتے وقت بے معنی آیات کا نازل کرنا اور بعد میں منسوخ کرنا وغیرہ
 (مولف)

اور اس کے ارادے کی تکمیل فوراً ہو جاتی ہے۔ اگر وہ کائنات کے اس نظام کو بناتا اور بگاڑتا پھر بناتا اور بگاڑتا تو وہ خالق نہ تھا بلکہ یہ نظام کائنات کبھی مکمل ہی نہ ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ آخری الہامی کتاب ایسے ہی پر نازل ہو رہی ہے جو خاتم النبیین ہے اس کے بعد نہ کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے اور نہ کسی اور الہامی کتاب ہی کی ضرورت ہے۔ اس لئے خالق کائنات نے ایسی بے نظیر کتاب یعنی قرآن حکیم نازل فرمائی جس کے متعلق جو فرمایا کہ وہ لاریب ہے یعنی ہر قسم کے شک و شبہ، تحریف اور تاسخ و منسوخ ہونے سے پاک ہے اور اس کی حفاظت اپنے ذمے لیتے ہوئے فرمایا کہ

اِنَّا نَحْنُ نُوَلِّیْهِ الَّذِیْنَ كُرُوْا اِنَّا
لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحج: ۱۹)

اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے اور اس کی
حفاظت ہم خود ہی کریں گے۔

اور پھر فرمایا

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِیْدٌ ۝ نِّزْلٌ مِّنْ
مَّحْفُوْظٍ ۝ (البروج: ۲۱، ۲۲)

بلکہ یہ قرآن جو بڑی شان والا ہے۔
روح محفوظ ہے۔

اس کے باوجود کوئی قرآن حکیم میں تاسخ و منسوخ کا قائل وہ جلائے تو وہ اس کی لاعلمی پر مبنی ہو گا۔ اگر چند روایات تاسخ و منسوخ کے متعلق ملتی بھی ہیں تو ان میں سے کوئی روایت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی یعنی کسی روایت میں یہ نہیں کہ آپ نے کسی آیت کو منسوخ فرمایا ہو اور پھر آپ نے توہر آیت کو قابل عمل فرمایا ہے اس لئے کسی صحابی کی طرف تاسخ و منسوخ کی روایت منسوب کرنے سے قرآن حکیم کی کوئی آیت منسوخ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اور پھر کمال تو یہ ہے کہ خود بخاری میں بھی اکثر روایات کی حالت یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں۔ جہاں ایک صحابیؓ کی رائے ایک آیت کو منسوخ کرتی ہے وہاں دوسرے صحابیؓ کی رائے اسی آیت کو غیر منسوخ قرار دیتی ہے اور علماء کا اتفاق ہے کہ ایسی گل روایات ضعیف ہیں چنانچہ خود امامیہ کے علامہ طبری کا قول ہے کہ المراد آیات فی المنسخ کلھا ضعیفۃ اور اسی حقیقت کو قرآن حکیم میں رب کائنات نے ذیل کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَلَوْ كَانَتْ مِثُّ عِثْرِ غَيْرِ اللَّهِ
لَوَجَدُوا فِيهِ إِنْخِلًا قَلِيلًا
• اور اگر وہ اللہ کے غیر سے ہو تو وہ
اس میں ضرور بہت اختلاف لیتے

(النساء: ۸۲)

پس ظاہر ہوا کہ قرآن کریم میں اگر اختلاف قبول کیا جائے تو وہ من عند اللہ نہیں اور اگر بقول قرآن شریف اختلاف نہیں تو نسخ کی ضرورت نہیں بلکہ قرآن شریف میں سابقہ شریعت کے نسخ کا ذکر ضرور ہے اور اگر اسی سے منسوخ نسخ و منسوخ وضع کیا جائے تو یہ باطل اور سراسر ذات باری تعالیٰ پر بہتانِ عظیم ہے۔

کیا کلام نبی کلام اللہ کو منسوخ کر سکتا ہے؟ | علامہ یحییٰ سیبانیوں نے امت مسلمہ کو قرآن

شریف سے منحرف کرنے کے لئے پھر یہ مسئلہ تراشا کہ کلام نبی کلام اللہ کو منسوخ کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ایک حکم نازل

فرماتا تھا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف عمل کرتے تھے۔
 (نعوذ باللہ) اور اللہ تعالیٰ کو اپنے نبیؐ کی دلجوئی کی وجہ سے اپنے احکامات
 کو بدلتا پڑتا تھا۔ استغفر اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو قرآن پاک کی تعلیمات مقدسہ
 کے عین مطابق تھی اسی واسطے فرمایا۔

«میں (محمد) کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا
 سوائے اس کے جو میری طرف وحی کی جائے»
 (الانعام: ۵۰)

اور اس اطاعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اسوہ حسنہ
 کو امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ و قرارہ دیا۔ فرمایا

«لقد کان لکم فیہد اسوۃ» «یقیناً تمہارے لئے ان (محمد) میں اسوہ
 حسنہ (المتحدہ: ۶) ٹوٹ ہے»

پس ثابت ہوا کہ سبائی مفسدین کا قرآن کریم کے متعلق یہ دعویٰ
 بھی باطل ہے۔ واقعہً میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«کلامی لایستغیر کلام اللہ و کلام
 اللہ یستغیر کلامی»
 «میرا (محمد) کلام کلام خدا کو منسوخ
 نہیں کر سکتا، بل کلام اللہ میرے کلام کو
 منسوخ کر سکتا ہے»

پھر فرمایا
 «خطب الیہی صلعم فقال
 حضورؐ نے ارشاد فرمایا اے لوگو!

ایھا الناس ما جاء عنی یوافق
 کتاب اللہ فانما قلته و ما جاہکم
 یرخالف کتاب اللہ فلما قلته
 میری کوئی حدیث تمہارے پاس پہنچے
 اور وہ قرآن کے مطابق ہو تو اسے میرا قول
 سمجھو اور اگر مخالفت پاؤ تو مسترد کر دو

اور ربّ کائنات قرآن شریف کی آیات کے متعلق فرماتا ہے۔

کِتَابٌ فَصَّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا
 عَرَبِيًّا لِّعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ
 وَحَمِّ السَّجْدَةِ (۲۰)

”یہ کتاب (قرآن) ہے جس کی آیات وضاحت
 سے بیان کی گئی ہیں۔ قرآن عربی میں ہے
 اُن لوگوں کیلئے جو علم و فراست رکھتے ہیں

نزول قرآن سے لے کر آج تک اس کی
 قرآن مجید کی تفسیر ہزار ہا تفاسیر لکھی گئیں مگر ہر دور میں اُن میں
 تشکیک محسوس کی گئی۔ کسی مفسر کو یہ دعویٰ نہیں کہ اُس نے قرآن حکیم کی تفسیر
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنی ہو اور نہ ہی کسی
 مفسر نے آج تک یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کی تفسیر ہر پہلو سے جامع اور
 مکمل ہے یا حرف آخر ہے بلکہ قرآن حکیم تو ایسی لافانی کتاب ہے کہ
 جوں جوں زمانہ گزرتا چلا جائے گا اس کی تعلیمات اور بھی نمایاں سے
 نمایاں تر ہوتی چلی جائیں، جوں جوں علیم و فنون اپنی انتہا کو پہنچیں
 گے اور انسان اپنی ارتقائی مسازل طے کرتا چلا جائے گا قرآن حکیم
 کے حقائق روشن سے روشن تر ہوتے چلے جائیں گے جس قدر علوم و فنون

۱۱
 نہ اصول کافی کتاب العقل جنو اول

آج تک پیدا ہوئے اور جس قدر مزید قیامت تک پیدا ہوں گے ان سب کا
 ذکر کتاب اللہ میں موجود ہے جس کے متعلق قرآن کائنات فرماتا ہے: **وَتُوبَىٰ
 لَكُمْ لَمَّا كُنْتُمْ فِي حَيَاتِكُمْ وَإِن
 تَوْبَتِي أُمَّةً مُّسْمًوَةً لِّمَن
 يَّهْتَبِهَا** (ابوہیم: ۲۵) سے ہر وقت دعوت میں اپنا پہل دیتا ہے

اس لئے قرآن مجید کی باریکیاں علوم و فنون اور حقائق خداوند خانہ
 کی ذات کی طرح لامحدود ہیں کسی مفسر و محقق کی کوئی بھی تفسیر و تحقیق حرف آخر
 نہیں ہو سکتی اور اس کی تفسیر و تحقیق گذشتہ مفسرین و محققین ہی پر ختم نہیں ہوئی
 بلکہ ہر انسان کو دعوت عامہ ہے کہ وہ اس بحر علوم و فنون میں غوطہ زن ہو کر گوہر
 سرا حاصل کرے کل امت مسلمہ پر خصوصاً ثابہ فرض نماز ہوتا ہے کہ وہ کتاب
 اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں گذشتہ اختلافی واقعات کی تحقیق کرے اور اس
 صحابہ و روایات ان اختلافی واقعات کو سچا ثابت کر کے لئے وضع کی
 گئی ہیں ان کو قرآن پاک کی لاریب کسوٹی پر پرکھے۔ اور حق و باطل میں تیز کرے
 تاکہ نسل انسانی کو عموماً اور امت مسلمہ کو خصوصاً ان حقائق سے روشناس کرا کر
 اختلافات اور گمراہی سے بچایا جائے۔

سبائی حضرات نے قرآن مجید کا حرف شدہ ہونا مسئلہ ناسخ و منسوخ
 مسئلہ خلق قرآن وغیرہ خلق قرآن اور مسئلہ ناطق قرآن وغیرہ کی تبلیغ و نشر و اشاعت کے

سب سبائی مفسرین کہتے ہیں کہ میںنا علی قرآن ناطق ہیں اور یہ قرآن میں اللہ فیتن موجود ہے
 یہ قرآن ساخط ہے۔ (مؤلف)

امت مسلمہ کو قرآن پاک سے برگشتہ کیا اور خدا پر بداء و بھول جانا، ثابت کر کے اس کلام پاک کو اختلاف شدہ اور تحریف شدہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو دین حق سے برگشتہ کر کے بے دین بنانا چاہا۔ امت مسلمہ کو رب کائنات سبحانی مفسدین و جوہل کتاب ہیں) کے ان بڑے ارادوں سے یوں مطلع فرماتا ہے۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُّوْكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُنُفَارًا
 اہل کتاب میں بہت لوگ ہیں جن پر حق ظاہر ہو چکا اور وہ اپنے دل میں حمد کرتے ہیں کہ کسی طرح تمہارے ایمان کو کفر سے

(البقرة: ۱۰۹) بدل دیں

مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسلمانوں کا وہ طیفہ جسے رب کائنات نے نہم و قرابتِ قرآن حکیم مرحمت فرمایا ہے۔ وہ ان فضول روایات و حکایات کے قائل نہیں بلکہ وہ ہر وہنجی روایت کو قرآن حکیم کی کسوٹی پر پرکھنے اور اس کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ کر کے امت مسلمہ کو اس سے نکال دیتے رہتے ہیں اور قیامت تک اس فریضے کو ادا کرتے رہیں گے۔

خدا نے علیم و جمیر سے دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کو حق و باطل میں تیز کرنے کے لئے علم و حکمت سے نوازے اور اختلافی مسائل کو قرآن حکیم کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد اخوت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

سورہ احزاب اور آیت تطہیر

سورہ احزاب مدنی ہے اور قرآن حکیم . . . کی ۳۳ ویں سورت ہے اس کے ۹ رکوع اور ۳۷ آیات ہیں۔ اور ثانی سورتوں میں شمار ہوتی ہے اس سورت کا نزول جنگ احزاب کے زمانہ یعنی ۶۳۰ء سے شروع ہوا اور ۶۳۰ء تک یہ سورت مکمل ہوئی۔ کیونکہ اس میں ان تمام واقعات کا تذکرہ ہے جو ۶۳۰ء میں پیش آئے مثلاً واقعہ ایلاء اور تحیر وغیرہ۔ اس سورت کا نام احزاب دشمنان اسلام کی اس عظیم الشان جمعیت اور لشکر ہزار کے پیش نظر رکھا گیا۔ جبکہ عرب کی مختلف قومیں مجموعی طور پر اس نیت سے مذہبیہ الرسول پر حملہ آور ہوئی تھیں کہ اسلام اپنے غیر اسلام اور جانثاران اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مغفرتی سے نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ خدا نے واحد کو پکارنے والا کوئی بھی کائنات میں زندہ نہ رہے۔ یہ لشکر ہزار جس کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی مشرکین قریش اور یہود و نصاریٰ کی مجموعی طاقت پر مشتمل تھا جس میں قریش، بنو اسد، غطفان، بنو عامر، بنو سلمہ بنو لہیع اور بنو قریظہ سب شامل تھے۔ ان کی اس زبردست مجموعی طاقت کو شکست دے کر خالق کائنات کسلسل آدم پر اس حقیقت کو واضح کر دیا۔

اور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

دظفر علیخان

غزوہ احزاب میں فتح دے کر رب کائنات نے ثابت کر دیا کہ دنیا
کی کوئی طاغوتی طاقت کسی وقت بھی اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا نہ سکے گی
اور حق ہمیشہ باطل پر غالب آکر رہے گا۔ غزوہ احزاب میں رب کائنات نے
اپنی قدرت کاملہ سے کچھ ایسے معجزات اسباب و حالات پیدا فرمائے کہ کفار کا
یہ لشکر عظیم خود ہی بھاگ کھڑا ہوا۔

اس سورہ کے پہلے دو کورے میں بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کا تعلق پر مسلمان سے روحانی ہے۔ یہ خیالی نہیں خواہ وہ آپ کے منہ پر لے
بیٹے سیدنا زید ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سیدنا حسن و سیدنا
حسین ہوں۔ چنانچہ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے :-

مَا جَعَلَ آيَاتِنَا لِرِجَالٍ
مِّن قَلْبَيْنِ فِي حُجُوبٍ وَمَا
جَعَلَ آيَاتِنَا لِرِجَالٍ تَطْمَرُونَ
مِنْهُنَّ أَمْمَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ
آيَاتِنَا لِرِجَالٍ تَطْمَرُونَ
بِأَفْوَاهِكُمْ
وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ

”اللہ نے کسی شخص کے لئے اس کے اندر
دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری بیویوں کو
من سے تم ٹھہرا کر قسم ہو تمہاری ما میں بتایا
ہے اور نہ تمہارے لہ پا لک کو تمہارے
بیٹے بنایا۔ یہ تمہاری اپنی منہ کی بات
ہے اور اللہ سچ کہتا ہے اور وہی
سید سے راستے پر چلاتا ہے۔ انہیں
ان کے باپوں کی طرف منسوب کریں

بلکہ بخاری میں ہے کہ صحابہ حضرت زید بن عارضہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی
 بات ہے پھر اگر تم ان کے باپوں کو نہیں
 جانتے تو وہ دین میں تمہارے بھائی
 اور دوست ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَدْعُوْهُمْ
 لَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْهُمۡ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ
 فَاِنَّ لَكُمْ لَعَلْمًاۙ اٰتٰهُمۡ
 فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَوَالِدُكُمْ
 (الاحزاب ۵:۴)

(بقیہ حاشیہ ص ۸۹) یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی یعنی ادعوہم لا یا لہم یعنی
 ان منہ پوئے بیٹوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کر دے جس سے صاف ظاہر ہے کہ
 حقیقی بیٹا ہوتے وہ کہلاتا ہے جو خود ایک آدمی کا اپنا نطفہ ہو۔ اسی لئے جب سیدنا
 زید بن حارثہ نے اپنی بیوی سیدہ زینب کو طلاق دے دی تو منہ پوئے بیٹے لگا بیوی سے
 شادی کو جائز کر کے ہوئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا
 وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِىۓ اٰزْوَاجِ اٰدْعِيَانِۙ
 اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۗ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَعْقُوْلًا ۝ (الاحزاب: ۴۰)
 یعنی جب زید (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ پوئے بیٹے (سے) اس سیدہ زینب سے قطع تعلق
 کر لیا تو ہم نے اُسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ پوئے بیٹوں
 کی بیویوں کے بارہ میں کوئی تنگی نہ رہے جب وہ ان سے قطع تعلق کر لیں اور اللہ
 کا حکم ہو کر رہنے والا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ منہ پوئے بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سیدنا حسن اور
 سیدنا حسینؑ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے مگر حقیقی بیٹے نہیں تھے بلکہ وہ اولاد

سورہ احزاب کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں جنگ احزاب کا ذکر ہے
 جس کا نقشہ محافظ اسلام نے ذیل کے الفاظ میں مسلمانوں کی کامیابی اور اُسٹڈہ
 بقا کے متعلق پیش فرمایا ہے۔

(یقیناً عاشرہ صفر) سیدنا علیؑ میں شمار ہوتے ہیں۔ یہی سید اکبر کا نانا تھے اور شاہ فرمایا
 کہ ادعوہم لا یدلہم ما اقسط عندنا اللہ یعنی انہیں ان کے باپوں
 کی طرف منسوب کریں یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔ اس لئے ان
 صاحبزادگان کو مسلمانوں کو نماز آل نبیؐ اور نوا علیؑ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حسینؑ
 حقیقی بیٹے تو سیدنا علیؑ کے ہیں اور آل نبیؐ میں اسی طرح شامل ہیں جس طرح سیدنا
 صدیق اکبرؑ، سیدنا عمر فاروقؑ، سیدنا عثمان ذوالنورینؑ، سیدنا علیؑ کے علاوہ
 دیگر صحابہؓ اور قیامت تک کے لئے تمام کلمہ گو شامل ہیں۔

اور پھر شروع میں یہ فرمایا کہ ما جعل اللہ لرجل من قلوبین فی جوفہ
 کہ اللہ نے کسی شخص کے لئے اس کے اندر دو دل نہیں بنائے اس حقیقت کی وضاحت
 فرمادی کہ جس طرح کسی انسان کے اندر دو دل نہیں ہوتے یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی
 شخص کے دو حقیقی باپ ہوں اس لئے سیدنا زید بن حارثہؓ یا سیدنا حسنؑ و سیدنا
 حسینؑ اپنے حقیقی باپ کے بیٹے ہی کہلائیں گے یعنی سیدنا زیدؓ، زید بن حارثہؓ
 ہی کہلائیں گے اور حسنینؑ اپنا بیٹا ہی کہلائیں گے۔

قرآن کریم کے ان الفاظ کے بعد بھی اگر کوئی سوال خواہ مخواہ کسی کو ابن رسول
 اللہ کہے تو اس کے متعلق قرآن حکیم میں خداوند عالمین کا اٹل فیصلہ موجود ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا
 نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذَا
 جَاءَتْكُمْ بِنُورٍ فَأَوْسَلْنَا
 عَلَيْهِمُ رِيحًا وَجَنُودًا تَمْشُونَ
 وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَصْنَعُونَ بَعِيرًا
 إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ
 وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ
 زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ
 الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ
 بِاللَّهِ الظُّنُونًا هُنَالِكَ
 آتَى الْمُؤْمِنُونَ أَوَّلُ الْأَمْرِ
 (الاحزاب: ۹ تا ۱۲)

وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے اوپر اللہ کی
 نعمت یاد کرو جیتم پر شکر اپنے سو
 ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے لشکروں کو بھیجا
 جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے اور اللہ اسے
 جو تم کرتے تھے دیکھتا تھا سب وہ تمہارے
 اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تمہارا ٹھکانہ
 جب آنکھوں میں اندھیرا آ گیا اور دل
 (ومشیت سے) منہ کو آتے تھے اور تم
 اللہ پر مختلف قسم کا ظن کرنے لگتے
 وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت
 مصائب میں ڈالے گئے

(بتیسرا خیر سارا) ذلکم قولکم یا فواہکم واللہ یعول الحق وہو یهدی السبیل
 ایہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں اللہ سچ کہتا ہے اور وہی سیدھے رستے پر چلاتا ہے اس میں کوئی
 شک نہیں کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین سیدہ فاطمہ الزہراء زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے صاحبزادے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آپ کے نواسے ہونے کی بجائے آپ کے حقیقی
 بیٹے سمجھے جائیں جس کی تھی خود خالق کائنات نے مندرجہ ارشادات سے فرمادی ہے
 بت سے ہر ناما اپنے نواسوں کو بیٹا کہہ کر ہی پکارتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہوتا ہے
 کہ وہ اس کی بیٹی کے بیٹے ہیں اور داماد بھی اپنے غم کو اسی رشتے سے پکارتا ہے جو رشتہ اسکی
 بیوی کا اس کے غم سے ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ غم و غم واقعہ اس کے حقیقی
 باپ ہیں اور اگر ہی سچو لیا جائے تو بہن بھائی کی شادی کسی طرح جائز ہو سکتی ہے و مخالف

اس سورہ کے تیسرے رکوع کے شروع میں امت مسلمہ کو ہدایت فرمائی ہے

کثیر مہمات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ایک کامل نمونہ ہے۔

« یقیناً تمہاری لئے اللہ کے رسول و محمد

میں نیک نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ

اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے

اللہ کو بیعت یا اوکرتا ہے۔ اور جب

دشمنوں نے چاخوڑوں کو دیکھا انہوں نے

کہا یہ وہ تھیں کا وعدہ اللہ اور اس کے

رسول نے دیا تھا اور اللہ اور اس کے

رسول نے سچ کہا تھا اور اس نے انہیں

صرف ایمان اور فرما بیرواری میں پڑھایا»

لَقَدْ كُنَّا نَكْفُرُ بِرَسُولِ اللَّهِ

أَسْوَأَ حَسَنَةٍ مِّنْ كُنَّا

يُرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ

اللَّهُ كَثِيرًا وَنَسُوا الْآيَاتِ الْمَوْعُودَ

الْآخِرَاتِ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا

اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ

وَرَسُولُهُ وَمَا زَاغُوا

إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝

(الاحزاب : ۲۲-۲۱)

اسی سورہ مبارکہ کے چوتھے رکوع میں اہل بیتؑ تطہیر یعنی ازواج رسول

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہے اور اس سورہ کی ابتدا میں یہ جو فرمایا تھا کہ

« اَرْوَاحُ أَهْلِ بَيْتِي مَعِي فِي النَّارِ » کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تمام

امت مسلمہ کی مائیں ہیں اس کی تشریح ربیبہائیں سے اس رکوع میں اس حقیقت

کو آشکارا فرمایا کہ جس طرح رجمہائیں صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں ان کے

اہل بیتؑ (گھر والیاں) بھی بے مثل ہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کُنْتُ كَأَحَبِّكُمْ إِلَى اللَّهِ كَمَا أَنَّ آدَمَ بَيْنَ كَوْنِي مِثْرَةٍ بَيْنَ كَوْنِ

آدَمَ بَيْنَ كَوْنِ مِيرَةٍ بَيْنَ كَوْنِ مِيرَةٍ مِثْلِي ۝ اسی طرح آپؐ کی ازواج مطہرات کے مشعلق

بیت کائنات نے بڑے زوردار الفاظ میں فرمایا یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدِ
 قَبْلِی النَّسَاءِ (دعا حزاب: ۳۲) اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں
 ہو، یعنی دنیا کی کوئی عورت آپ جیسی نہیں ہے سب بے مثل ہیں اور ان
 اہل بیت رسول کے درجات اس لئے بلند فرمائے تاکہ امت مسلمہ کو اپنے روحانی
 باپ (پیغمبر مسادات) اور اپنی روحانی ماؤں (امہات المؤمنین) کی فضیلت
 و بزرگی پر نجیب الطرفین ہونے کا فخر ہو۔

اہل بیت تطہیر

بیت کے معنی گھرا ہوا اہل اس میں رہنے والے یعنی گھر کے رہنے
 والے کسی گھر میں رہنے والوں کو اہل بیت کہا جاتا ہے اور یہ لفظ روزانہ
 ہم اپنے گھر کے متعلق کہی جا رہا استعمال بھی کرتے ہیں اس سے مراد عموماً بال بچے
 اور خصوصاً بیوی سمیت ہیں۔ مثلاً ہم جب کسی دوست سے اُس کے گھر کے
 حالات دریافت کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں آپ کی بچی کا کیا حال ہے بچہ کیسا
 ہے اور گھر سے کیسے ہیں یعنی آپ کی رفیقہ حیات کیسی ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں اہل
 و عیال کیسے ہیں جس میں اہل کامطلب بیوی اور عیال سے مراد بچے ہوتے ہیں
 پھر اگر بہن بھائی آپس میں جھگڑا پڑیں تو ہمیشہ اُس کی بہن کو مظلوم قرار
 دیتے ہیں اور اُس کے بھائی کو کہتے ہیں کہ بیٹا اس بچاری کو کیوں ستاتا ہے۔
 دو دن کی تو جہان ہے۔ کل ہی آپ سے گھر چلی جائے گی یعنی اس کا تعلق اس گھر سے نہیں
 بلکہ اس کا تعلق اپنے خاوند کے گھر سے ہے اور جب ہم اپنے بچے کی شادی خانہ

کہہ دیتے ہیں تو کسی کے پوچھنے پر یہی کہتے ہیں کہ اب وہ اپنے گھر والا ہے۔ یا
 اُس نے اپنا گھر آباد کر لیا ہے۔ اور جب بیٹی کو بیاہ دیتے ہیں تو کیا اُس کو نصیحت
 نہیں کرتے کہ اب تمہارے خاوند کا گھر تمہارا گھر ہے اس کی عزت تمہاری عزت ہے
 اس کے گھر سے اب تیرا قدم نکلے تو موت کے بعد نکلے وغیرہ وغیرہ۔

پس ظاہر ہوا کہ اہل بیت سے متعلق اس گھر کے رہنے والے عموماً احد
 اندراج خصوصاً ہوتے ہیں اور پھر یہی بچاری کی تو کوئی ذات نہیں ہوتی جس
 کے ساتھ میا ہی گئی اُس کی اور اس کی اولاد کی وہی ذات ہو گئی۔

اس سے کون مسلمان انکار کر سکتا ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراءؑ رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نہ تھیں اور کون مسلمان اس حقیقت سے بے خبر
 ہے کہ سیدنا علیؑ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بچپن نہیں گزارا۔
 یقیناً جب تک یہ دونوں میاں بوی نابالغ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے گھر میں رہتے تھے اہل بیت رسولؐ تھے مگر جب یہ بالغ ہو گئے اور
 ان کی شادی خانہ آبادی ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو چھوڑ کر انہیں
 علیہ گھر بسانا پڑا۔

اس حقیقت سے بھی کون مسلمان انکار کر سکتا ہے کہ سورہ احزاب میں
 میں آیت تطہیر اور اہل بیت تطہیر کا ذکر ہے اس کے نزول کا زمانہ ۵ھ
 سے ۹ھ تک ہے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ سیدہ فاطمہؑ اور سیدنا علیؑ
 کی شادی خانہ آبادی ۲ھ میں ہو گئی تھی اور ان دونوں کو رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کا گھر چھوڑنا پڑا پس ثابت ہوا کہ آیت تطہیر میں اہل بیتؑ

رسول کو خطاب ہے وہ ہر وہ ازواج مطہرات ہیں جو بیت رسول
کی محافظہ و نگہبان تھیں۔

علاوہ ازیں آیت تطہیر کے مخاطب ازواج مطہرات کے علاوہ اگر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمہ اور داماد حضرت علیؑ اور ان کے صرف
وہ لوہے حسینؑ۔ یہ تھے گئے مسلمان سنی پڑیا شیخ حضرت علیؑ و سیدتا فاطمہ الزہرا کی
اولاد کے متعلق یہ لکھتے اور کہتے ہیں آل نبی اولاد علیؑ یعنی جس طرح تمام اہل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے اسی طرح حضرت علیؑ اور ان کی اولاد بھی
حضور کی آل ہے مگر یہ سب اولاد صرف سیدتا علیؑ کی ہیں۔ تو آپ کے صاحبزادے
سیدنا ابراہیمؑ جو شہرہ تک زندہ تھے ان کو کس طرح اہل بیت رسول
سے خارج کیا جاسکتا ہے تاریخ شاہد ہے کہ ابراہیمؑ (حضور کے صاحبزادے
نے شہرہ کعبہ وفات پائی۔ ربيع الاول کی دس شبیں گزر چکی تھیں اور
دسواں سال تھا یعنی ۱۱ ربيع الاول ۱۱ھ)

اور پھر آپ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؑ جو سیدہ فاطمہ کی بہن تھیں
شہرہ تک زندہ رہیں اور ان کے زینب حیات داماد رسول اللہ صلی
سیدنا عثمان غنیؓ و ذوالنورینؓ بھی حیات تھے ان کو کیوں اہل بیت رسول
میں شامل نہیں کیا گیا۔

شعبان ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ (سیدہ ام کلثومؓ) نے وفات پائی۔ آنحضرتؐ کو سخت صدمہ ہوا۔ قبر پر بیٹھے تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابوطالبؓ، حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن جندبہؓ نے قبر میں اتارا۔
 علاوہ ازیں آپ کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کی وہ خیر تک سیرت سیدہ امامہ بنت ابوالعاص جو بعد وفات سیدہ فاطمہ الزہراءؓ پیدا ہوئی کی لوجیت میں آئیں اور ان کے بھائی اور خاتم النبیاؐ کے نواسے سیدنا علیؓ جو جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور بعد از وفات والدین کے دونوں بچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت و سرپرستی میں آپ ہی کے گھر پر پرورش پائے تھے ان کو اہل بیت رسولؐ سے کس طرح خارج کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ آنحضرتؐ صلعم کو امامت سے نہایت محبت تھی آپ ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہیں کرتے تھے۔ مجمع بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ مسجد میں امامت کو کندھے پر چڑھائے ہوئے تشریحات لائے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی جب رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھائے لیتے اسی طرح نماز ادا فرمائی۔ اللہ اعلم۔

۲۔ آنحضرتؐ صلعم کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے کچھ چیزیں بلدیے میں بھیجیں جن میں ایک زبیر بن عوف بھی تھا۔ امامت ایک گوشہ میں کھیل رہی تھیں۔

۱۔ بلقات جلد ۸ ص ۱۵۰ مجمع بخاری ص ۱۷۱ سیر الصحابیات ۹۳
 ۲۔ سیر الصحابیات صفحہ ۱۰۶

آپ نے فرمایا میں اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواج نے سمجھا کہ
یہ شرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہو گا لیکن آپ نے امامہؓ کو بلا کر وہ بار خود
ان کے گلے میں ڈال دیا۔ بعض روایتوں میں مار کے بجائے انگوٹھی کا ذکر ہے

سیدہ امامہؓ کے بیٹا سیدنا علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ حضرت ابوالفضلؓ

کے سب سے حضرت زینبؓ کی دو اولادیں پیدا ہوئیں۔ ایک فرزند علیؓ اور ایک

دو ستر امامہؓ۔ علیؓ ہجرت کے قبل پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے ان کو اپنی کفالت

میں لیا اور وہ آپ کے سایہ عاطفت میں فخر تربیت حاصل کرتے رہے

فتح مکہ کے روز جب آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے تو علیؓ آپ کے ساتھ

اونٹ پر سوار تھے۔ سن بلوغ اپنے والد ابوالفضلؓ کی زندگی میں انتقال کیا

لیکن ابن عساکر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ علیؓ جنگ یرموک

تک زندہ رہے۔ اسی جنگ میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا

یہ ثابت ہوا کہ اہل بیت کے متعلق وہ احادیث کساہ جن میں صرف

سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ، الزینبؓ اور حضرت حنینؓ کو اہل بیت میں داخل کیا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ساری اولاد اہل بیت سے نواسیوں

اور دامادوں کو خارج کیا گیا ہے موصوع ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل بیت تطہیر جن کے متعلق آیت تطہیر

۱۔ سیر الصحابیات صفحہ ۱۰۶ اندر قانچ ۳ ص ۱۲۵ بروایت مستنابین حینس

۲۔ صحابہ صفحہ ۱۰۴، صحابیات بولفس مولینا نیاز محمد خاں فتح پوری صفحہ ۱۰۴

تبادل ہوتی صرف ازواج النبیؐ میں اور انہیں کو خطاب کرتے ہوئے خالق کائنات نے اہل بیتؑ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

مگر سبائی مفسدین نے اہمات المؤمنینؑ کو اہل بیت رسولؐ سے خارج کرنے کی غرض سے اہل بیتؑ کو اسامیٰ وضع کر کے ان ازواج مطہراتؑ کو اہل بیتؑ رسولؐ سے خارج کرنے کی نہ صرف بے جا کوشش کی بلکہ اہل بیت رسولؐ کے متعلق امت مسلمہ میں بھی افتراق و تفریق پیدا کر دی ہے اور یہی عبداللہ بن سبیر یہودی کا مقصد اور اس کی ذمیت کی تبلیغ و عمل ہے۔

بچے مثل نبی

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ایسے عظیم الشان نبی ہیں جن کی زندگی کا ہر گوشہ بے مثل و بے ہدیل ہے۔ آپؐ کو رب کائنات نے بچپن ہی سے والدین کے سلسلے سے محروم کر دیا۔ آپؐ کو یتیم کرنے میں بھی ناز خداوندی پنہاں ہے۔

سرکارِ رحمت للعالمین
حضرت عبد اللہ کی وقایع میں رازِ ربانی صلی اللہ علیہ وسلم کے

والد محترم کا نام عبد اللہ اور والدہ محترمہ کا نام آمنہ تھا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکمِ مادر ہی میں تھے کہ آپؐ کے والد محترم اللہ کو پیار سے ہوسکے۔ انہیں اپنے پاس بلا لینے میں بھی ایک راز پنہاں تھا اور وہ یہ کہ اگر وہ زندہ رہتے تو ممکن تھا ان کی پشت سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اور بھائی بہن پیدا ہونے یا وہ عرب کے دستور کے مطابق آپ کی والدہ محترمہ کے علاوہ اور محدثوں سے تعلقات ازدواجیت جوڑتے۔ اور آپ کی دوسری ماؤں سے آپ کے بھائی بہن پیدا ہوتے مگر خداوند تعالیٰ نے آپ کو بے مثل پیدا کیا تھا اور بے مثل ہی رکھنا تھا۔

آپ حبیب چھ برس کے
حضرت آمنہ کی وفات میں راز خداوندی ہوئے تو آپ کی

والدہ محترمہ آپ کو لے کر والد کی قبر و کھانے دینے گئیں۔ مگر ان کا وہیں اتنا ہی ہو گیا۔ آپ کی والدہ محترمہ کی وفات میں بھی راز خداوندی ہے۔ جو سکتا ہے کہ عرب کے دستور کے مطابق اور آپ کی پیدائش کی خاطر بھی کسی اور سے شادی کر لیں تو عین ممکن تھا کہ ان کے بطن سے اولاد پیدا ہو جاتی اس لئے آپ کے والدین کو صلی اللہ نے اپنے پاس بلا لیا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہی ہیں سیدنا علیؑ آپ کے حقیقی بھائی نہیں بلکہ آپ کے چچا ابوطالب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ابوطالب نے حضورؐ کی مکمل حمایت کی مگر وہ نہ تو خود ہی مشرت یہ اسلام ہونے اور نہ ہی ان کے بڑے بڑے کے طالب احب ان کے نام سے ان کی کنیت مشہور ہے اسلام لائے۔ کثیر الاولاد ہونے کی وجہ سے تمام خاندان کا پوجہ اٹھانا ابوطالب کے لئے بہت مشکل تھا چنانچہ قحط کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؑ کو اپنی کفالت میں لے لیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی۔ داماد۔ سریدا اور صحابی ہونے پر بھی امت مسلمہ نے جو مقام سیدنا علیؑ کو دیا ہے وہ روز روشن

کی طرح عیاں ہے یہاں تک کہ سبائی حضرات نے آپؐ کو خدائی کا مقام دے دیا
 اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب چچا زاد بھائی کو یہ مقام دے دیا ہے
 اگر آپؐ کے کوئی حقیقی بھائی ہوتے تو خدا بہتر جانتا ہے امت مسلمہ ان کو
 کیا مقام دیتی ہی لے آپؐ کو بچپن ہی میں یتیم کر دیا تاکہ آپؐ کا مثل کائنات
 میں پیدا ہی نہ ہو۔

آپؐ کے بیٹوں کی وفات میں مشیت انبویہ

حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم
 کو رب کائنات نے چار صاحبزادیاں سیدہ زینبؓ، سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ
 اور سیدہ فاطمہؓ مرحمت فرمائیں اول الذکر تینوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں اور سیدہ فاطمہؓ الزہراءؓ بھی ۱۱ سالہ میں آپؐ
 کی وفات کے چھ ماہ بعد آپؐ سے جا ملیں۔

ان کے علاوہ رب کائنات نے آپؐ کو تین صاحبزادے بھی مرحمت
 فرمائے قاسم، طیب، اور طاہر مگر خالق کائنات نے ان تینوں صاحبزادوں
 کو بھی بچپن ہی میں اپنے پاس بلا لیا تاکہ کل کو کوئی خاتم النبیین کی وراثت کا دھوکا
 ہی نہ کر بیٹھے۔

سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ تو فرزند ان سیدنا علیؓ اور آپؐ کے نواسے
 ہیں۔ لیکن امت مسلمہ نے جو مقام ان کو دے دیا ہے اسی سے اندازہ لگائیں
 کہ اگر آپؐ کے حقیقی فرزند ان زندہ رہتے تو امت مسلمہ ان کو کیا مقام دیتی
 اور سبائی حضرات نے آپؐ کے نواسوں کو وارثان نبوت قرار دے کر خود

خاتم النبیین کی بے حرشی کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

مسلمانوں کے ایک طبقے کا ایمان
حضور کے سایہ نہ ہونے میں راز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ آپ ایسے ہی بے مثل ہیں جیسے ذات ربانی۔ لیکن فاسق
خداوندی نے اپنی دہم دہاشیت کو قائم و دائم رکھنے کے لئے سیدنا علیؑ کو اسی نور
سے خلق فرمایا جس نور سے پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق فرمایا تھا۔
مگر کائنات کا ذرہ ذرہ اس حقیقت کا شاہد ہے کہ حضرت علیؑ کا سایہ تھا اس
لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علیؑ اسی نور سے پیدا ہوئے ہوں جس نور سے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالق ہوئے کیونکہ وہ تو ایسے نور سے پیدا ہوئے جس کا سایہ
نہیں تھا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ نور ہیں کہ جن کے نقاب وہیں نے غزوہ
خیبر کے موقع پر سیدنا علیؑ کی شکل کشائی فرمائی اور ان کا آشوب چشم اچھا ہوا۔
اے اسی نور کی برکت و دعا سے خیبر فتح ہوا۔ ورنہ بعد از وفات سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر فتوحات حضرت علیؑ نے کی ہیں ان کی تاریخ شاہد ہے
پس ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ اس نور سے پیدا نہیں ہوئے جسے پیغمبر کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ بلکہ آپ تو اس نور سے پیدا ہیں جس کی کل کائنات
قیامت تک محتاج ہے۔ روایت ہے کہ :-

ہی طرح کفار نے حضرت علیؑ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریوں کو کہا۔
إِنَّا أَنْتُمْ إِلَّا كَثْرًا مِّثْلَنَا۔ تم ہمارے جیسے بشر ہو۔ خود سرور کائنات صلی
اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ بَلْ هِيَ جِيسَانِي هُوں

ائیکند مشلی تم میں کون میرے جیسا ہے دستا احمد حنیبل وغیرہ) اسی کتاب کی
 فصل ثانی باب اسما والنبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی کو م اللہ و جہدہ اللہ
 سے مروی ہے لَمْ اَدْقِلْهُ وَلَا يَحْدُ لَا مِثْلَكَ وَ تَرْتَدِي) کہ ہیں نہ آپ کی
 مثل نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا ہے اسی ہی بعد آپ کی دو حدیثیں ہیں آپ
 کی یہ نشان ائمہ مجرہ ہے مَا وَقَعَ ظِلُّهُ عَلَى الْأَرْضِ قَطُّ إِلَّا كَأَسْبَابِ زَيْنِ
 پرنہ واقع ہوتا تھا دیکھو کہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا) مَا تَلَصَّرَ
 لَوْلَاهُ عَلَى الْأَرْضِ قَطُّ إِلَّا كَأَسْبَابِ وَغَيْرِهِ بَرَكٌ نَظَرٌ بَيْنَ آتَانَا كَعَارِ كَه
 زین تبرک کے طور پر منگلی لیتی تھی) لَمْ يَجْعَلِ الْعَالَمُ عَدِيَّةً قَطُّ
 آپ کے جسم مبارک پر منگھی نہ بیٹھی تھی دودنہ مرجانی تھی یا الیہا نہ ہو کہ ناپاک
 جگہ بیٹھ کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بیٹھے) لَمْ
 يَحْتَكِمِ قَطُّ إِلَّا كَوَيْبِ اِحْتَامِ بَيْنِ بَوَا - ر یہ شیطانی کام ہوتا ہے
 بی اس سے معصوم ہیں) لَمْ يَسْتَدِ قَطُّ إِلَّا كَوَيْبِ جَانِي بَيْنِ اَلِي
 لَمْ يَهْرِبُ مِتْ دَايَةً وَ كَهَا قَطُّ كَوَيْبِ جَانِي بَوَا لَوْ أَنَّ
 ہاگتا نہ تھا جس پر سوار ہوتے بلکہ حضور کے لئے گردن جھکا دیتا تھا —
 تَمَامُ عِيَانَةٍ وَلَا يَتَأَمُّ قَلْبُهُ إِلَّا كَوَيْبِ سَوْتِي تَمِيں و ل کبھی نہیں
 سویا ر اسی لئے سونے سے آپ کا و عنو باقی رہتا تھا) وَ لَيْدًا مَحْتَوْنَا
 آپ محزون پیدا ہوئے - يَنْظُرُ مِنْ وَرَائِهِ كَمَا يَنْظُرُ مِنَ أَمَامِهِ
 آپ پیچھے سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا آگے سے - كَأَنَّ إِذَا جَلَسَتْ
 بَيْنَ قَوْمٍ كَأَنَّ كَيْفَاةً أَعْلَى مِنْهُمْ - آپ جب لوگوں میں بیٹھے تو

ان سب کے ساتھ اپنے معلوم ہوتے

خود تینا علیؑ کے کلام نے ثابت کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر پہلو سے
لاٹانی تھے۔

آپ ہی وہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے
انبیاء اور لاٹانی نبی

وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور آپ کی امداد کریں گے
یہ عظیم نشان محمدؐ میثاق النبیین کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے

فَاِذَا اخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ
لَمَّا اَسْبَغْتُمْ مِنْ كِتَابٍ وَّ
حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ
مُّصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ
بِهٖ وَّلَتَّصِرُنَّهٗ ؕ قَالَ عَاقِرٌ زُنْدٌ
وَ اَخَذَ مِنْ قَلْبِ ذٰلِكَ اَصْحٰبُ
قَالُوْا اَقْرَبُوْنَا ؕ قَالَ فَاَشْهَدُوْا
وَ اَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ۝

اور جب خدا نے سب نبیوں سے یہ
لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت سے
دون پیکر تمہارے پاس رسول رحمت
میں آئیں اے تمہاری کتابوں کی تصدیق
کریں۔ عزو ماں پر ایمان لانا اور ان
حد کرتا اور فرمایا کہ کیا تم اس یا نہ
کا اقرار کرتے ہو اور اس شرط پر
پھاری عہد لیتے ہو۔ سب بولے کہ
اقرار کرتے ہیں۔ خدا نے ہمت گواہ
اور میں ہی تمہارے ساتھ گواہ ہوں

(آل عمران ۵۰)

۱۔ احسن الہدایات اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف ترجمہ مولیٰ نذیر الحق صاحب میرٹھی (۱۰۲)

آپ کے متعلق حضرت ابراہیمؑ جیسے برگزیدہ نبیؑ نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ :-

رَبَّنَا وَالْجَنَّةُ قَصِيْمًا نَسُوْنَا
مُنْمَدِّثًا وَاَعْلِيْمًا اِيْتَاكَ
وَيَعْلَمُ صَمَّا لِكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ
وَيُزَكِّيْهِمْ اَنْتَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ۝ (البقرہ، ۱۲۳)

دلے ہمارے رب! اور ان کے درمیان
انہیں میں سے ایک رسول اُٹھا جو تیرا آیت
ان پر پڑھے اور انہیں کتاب اور حکمت
سکھائے اور انہیں نسنوار سے قومی زبردست
حکمت والا ہے۔

اور حضرت عیسیٰ نے بھی آپ کا خیر مقدم کیا اور آپ کی بعثت کی پیشگوئی
کی جس کو خالق جن و بشر ذیل کے الفاظ میں پیش فرماتا ہے۔

وَاذْ قَالِ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءِيْلُ اِنِّيْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ اَلَيْكُمْ مَّصَدَقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيِّ مِثْلَ التَّوْرٰتِ وَ
مَبَشْرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِي مِنْ بَدِي
اَسْمٰءِ اَحْمَدٍ ۝ (صافات)

” اور جب عیسیٰ ابن مریمؑ نے کہا کہ
اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ
کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھ سے آگے
جو تواریت ہے میں اس کا مصدق ہوں
اور ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں
جو میرے بعد آئیگا اس کا نام احمد ہوگا۔“

اور پھر رب کائنات نے فرمایا کہ احمد مجھے احمد مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم
ایسے برگزیدہ نبی ہیں کہ ان کا ثانی یعنی وارث کوئی نہ ہوگا جو خاتم النبیین ہوں
گے اس کے بعد دنیا میں نسل آدم کی اصلاح کے لئے اور کوئی نبی مبعوث نہ
ہوگا۔ ان کی اولاد ترمیم ہوگی مگر زندہ نہ رہے گی تاکہ کل کو وسامت و خلافت

کا حضرت ہی نہ رہے فرمایا۔
 مَا تَأْتِيكُمْ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن مِّن رَّسُولِ
 اللَّهِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ

و محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے
 باپ نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول اور
 خاتم الانبیاء ہیں۔

(الاحزاب: ۴۰)

حضرت محمدؐ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الہدٰ اور بے مثل نبیؐ

جس طرح خود بے مثل ہیں۔ رب کائنات
 نے آپؐ پر قرآن شریف جیسی الہامی کتاب نازل فرمائی وہ بھی لاریب و
 بے مثل ہے اور اس بے مثل کتاب کے متعلق رب کائنات نے ایک عظیم الشان
 اور معجز نما دعویٰ بڑے زور و آواز سے فرمایا کہ۔

قُلْ لَيْسَ اجْتُمَعَتْ الْاِلٰهِيَةُ
 وَالْعِزُّ عَلَىٰ اَن تَاْتُوْا بِنَبِيٍّ
 هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ
 بِمِثْلِهٖ وَاَلَوْ كَانَتْ
 لِبَعْضِهمْ فَهِيْرًا

”تو (اے محمدؐ) کہہ اگر سب آدمی اور
 جن ایسا قرآن لانے پر جمع ہو جائیں
 تو اس کی مانند ہرگز نہ لاسکیں گے
 اگرچہ بعض بعض کے مددگار
 ہوں۔“

(بنی اسرائیل: ۹۰)

رب کائنات اور اس کے بے مثل پیغمبر کا دعویٰ کتاب اللہ جیسی
 بے مثل کتاب کے متعلق آج تک موجود ہے اور قیامت قائم و دائم رہے گا
 نسل آدم نے پہاڑوں کی چوٹیاں تو سر کر لیں۔ زمین کے دہلیزوں کو تو کھودا

مندر کی گہرائیوں کو تو ناپ لیا تسخیر فطرت کے لئے تو دور و صوبہ شروع
 ہو دی مگر کسی دور میں بھی تمام مخلوق میں سے کسی کو یہ عبرت نہ ہو سکی کہ خدا
 کے دھوئی کو جھینج کر سکے۔ پوری کتاب تو کیا ایک آیت ہی بنا دے جس طرح
 پیغمبر کائنات سے پہلے مثل میں اسی طرح جو کتاب آپ کو دی گئی وہ بھی بے مثل ہے
 خالق کون و مکان نے ہی آخر الزمان صلی اللہ
 اسلام اور لائٹانی نبی علیہ وسلم کو دین بھی دیا تو وہ اسلام جیسا بے مثل

دین جو کل کائنات کا دین ہے فرمایا۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ
 دین خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے

دال عمران: ۱۹

پھر اس دین مقدس کے متعلق فرمایا۔

وَمَنْ يَتَّبِعْ شِعْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا
 اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین
 کو چاہے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے
 گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں
 میں سے ہو گا۔

الْآخِرَةُ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝

دال عمران: ۸۶

پھر فرمایا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی تعلیم و تبلیغ
 کو مکمل فرمایا اسی طرح اسلام نے دین کو مکمل کیا اس کے بعد اب دین میں کسی
 قسم کی تردید و تجدید کی ضرورت نہیں۔ اس بے مثل دین کے متعلق فرمایا۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ
 آج میں تمہارا دین تمہیں پورا دے
 چکا اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی

وَآتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيَتْ لَكُمْ اِسْلَامَ دِيْنَانَا

(الباقية : ۵)

اور ہم نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بے مثل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہؓ بھی ویسے تو بے مثل صحابیہ اور بے مثل نبی

حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کسی نبی کو ایسے جانتا تھا صحابہؓ نے جیسے نبی انوار انصاف صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ ایسے حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کے متعلق یہ کون و مکان قرأت ہے۔

حَمْدًا رَسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ
مَعَهُ اَشْدَاءُ عَلٰى الْكُفَّارِ وَهَلُوْا
بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا
يَتَّبِعُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ
رِضْوَانًا سِيَّاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ
مِّنْ اَثْرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِي السُّرُوْدِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاَنْجِيْلِ
كَوْرِدٍ مِّنْ اَخْرِجْ شَطَاةً فَادْرِهْ
فَاَسْتَعْلَطَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهِ
يُحِبُّ السُّدْرَةَ الْعُلْبِيَّةَ
بِحَبِّ الْكَلْبَاءِ

(الحجرات : ۲۹)

ہے تاکہ ان سے کافروں کا جی میلانے

۱۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اسوہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بیت سخت ہیں اور آپس میں نرم دل ہیں۔ تو انہیں رکوع اور سجدہ کرتے دیکھے گا اللہ سے فضل اور نامزدی طلب کرتے ہیں سجدہ کے اثر سے ان کی پہچان ان کے چہروں سے ہوتی ہے یہ صفت ان کی قومیت میں ہے اور انجیل میں ان کی صفت ایسی ہے جیسے کھیتی جس نے اپنی موٹی نکالی پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر وہ موٹی ہو گئی پھر اپنی نال پر کھڑی ہو گئی کسان کو بھی معلوم ہوتا ہے تاکہ ان سے کافروں کا جی میلانے

حضرت پیر نور علی اللہ علیہ وسلم خدائے
 بلہذ و بزرگ ترکے بے مثل خلیفہ ہیں

خلیفہ رسول اللہ اور بے مثل نبی

اور چونکہ خاتم النبیین ہیں لہذا خلافتِ ربانی کے آخری خلیفہ ہیں آپ کی وفات
 حسرتِ آیات کے بعد رب کائنات نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو آپ کا جانشین
 و خلیفہ مقرر فرمایا جسے دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت بھی موت کے گھاٹ نہ اتار
 سکی۔ آپ وہ بے مثل خلیفہ ہیں جن کے اعزازات ہمیشہ ہمیشہ امت مسلمہ
 پر رہیں گے۔ آپ کی خلافت کی پیشگوئی ان لادیب الفاظ میں فرمائی ہے۔

اور جو کوئی اللہ کا اور اس کے رسول
 کا تابع دار ہوا۔ سو وہی لوگ ان لوگوں
 کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے اپنا
 فضل کیا یعنی نبیوں اور صدیقوں اور
 شہیدوں اور صالحین کے ساتھ
 اور یہ عمدہ ساتھی ہیں۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ
 فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ
 اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ
 وَالْقِدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَ
 الصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ
 رَفِيقًا (النساء: ۶۹)

چنانچہ اس آیت مبارکہ کی ترتیب کے مطابق ہی خلافت راشدہ کے خلیفہ
 اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ منتخب ہوئے اور میں طرہاً بہت کائنات کے بے مثل
 خلیفہ سرکارِ رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی طاقت قتل نہ کر سکی۔
 آپ کے بے مثل خلیفہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو بھی کوئی طاغوتی طاقت قتل نہ کر
 سکی۔ آپ کے متعلق سورہ کوثر میں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ا۔

عنت ابی سعید خدری سے قال
 قال ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 وسلمان من امن الناس
 علی قہصبتہ و مالہ ابو بکر
 ولو کنت ممن ذل خلیلہ غیر
 رقی لا تخذت ابابکر و ان
 احوۃ الاسلام و موذتہ لا
 لا یقیمین فی المسجد باب
 الا بعد لا باب ابابکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا سب لوگوں میں ابو بکرؓ کا
 احسان مال اور صحبت کی رو سے تو
 پہ زیادہ ہے اور جو میں اپنے پر
 کے سوا کسی کو چاہنی دوست بنانا
 ابو بکرؓ کو بنانا۔ اسلام کا چھائی چار
 اور اسلام کی صحبت ان سے ہے اور
 مسجد کی طرف کسی اور بندہ نہ رہے
 بند کر دئے جائیں ماسوا ابو بکرؓ کے

اور سیدنا علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپؓ شیخین کی بہت عزت کرتے

عن ابن ابی مہیکۃ انہ سمع
 ابن عباس یقول و ہم عمر
 علی سورۃ فتح کفہ الناس
 یدعون ویصلون تیل ان یقرن
 و انما فیہم فلم یرعی الارجل
 اشد منکے فاذا علی فترحمہ
 علی عمر و قال ما خلقت احداً

ابن ابی مہیکہ سے مروی ہے کہ ان
 نے ابن عباسؓ سے سنا جب حضرت
 بنانے سے پہلے گئے تو تمام لوگ ان کے
 گہرے پیچ بوس گئے ان کے لئے دعا کرتے
 جہازے کی نماز پڑھتے تھے ابھی ان کا
 جہازہ اٹھایا نہیں گیا تھا کہ ایک شخص
 نے میرا کفہ صاف کیا گیا دیکھنا

۱۱۰ صحیح بخاری ج ۱۰ پارہ ۱ کتاب المناقب

احب الی ان الله یصل علیہ
 منک وایم الله ان کنت لکن
 ان یجعدک الله مع صاحبک
 وحببت انی کنت کثیراً اسم
 النبی صلی الله علیہ وسلم
 لبقول ذہبت انا و ابو بکر
 عمرو و دخلت انا و ابو بکر
 و عمرو و خرجت انا و ابو بکر و عمرو

ہوں حضرت علی ہیں کہنے لگے عمرؓ !
 اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحم کرے آپؐ نے
 اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا کہ
 میں اُس کے سے اعمال پر اللہ سے ملنے
 کی آرزو کروں قسم خدا کی مجھ کو تو یہی گمان
 غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو آپؐ کے
 دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھیگا میں جانتا
 ہوں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے کئی بار سنا ہے کہ جب میں جاتا تو ابو بکرؓ
 و عمرؓ فرماتے تھے کہ اللہ باہر آتے جاتے
 ابو بکرؓ و عمرؓ ہی فرماتے تھے



مقبور پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کو خسر بھی

رسول اللہ صلعم کے خسر اور بے مثل نبی

بے مثل۔ ان میں سے زیادہ مشہور سیدنا ابو بکر صدیقؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا
 ابوسفیانؓ ہیں ان تینوں پر یہ کلام دین سے خدمت اسلام میں تن من و من
 کو قرآن کریم آیا۔ حضرات شیخینؓ کے متعلق تو آپؐ پر یہ چکے۔ لیکن سیدنا ابوسفیانؓ
 مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اپنی موت تک مشرکین اور کفار سے ہم پر ہرگز

لے صحیح بخاری چوبوں پاوہ باب المراتب

رہے یہاں تک کہ غزوہ طائف میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہو گئی اور ہر دوک
میں وہ بھی جاتی رہی۔ بلکہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جہاں کعبۃ اللہ کو جائے امن قرار دیا وہاں سیدنا ابوسفیانؓ کے مکان کو بھی وہاں
قرار دیا اور بعد میں خلفائے اسلام کے دور میں یہ مکان واقعی حدود کعبۃ اللہ
میں شامل کر لیا گیا۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے خلیفۃ الرسول منتخب ہوتے ہی آپیت استخون
کے ایک ایک حکم کو پورا کر کے ثابت کر دیا کہ آپؐ واقعی خلیفۃ النبیؐ تھے
ہونے کے مستحق و اہل تھے آپؐ کی وفات کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ خلیفہ
المسلمین مقرر ہوئے اور آپؐ کے بیٹے جو حضرات انجام دیں دوست دشمن قیام
تک ان کے مداح رہیں گے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے دیا
بھی دیئے تو لاثانی آپؐ کی دو
دانا در رسول اور بے مثل نبیؐ
صاحبزادیاں سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ بیکے بعد دیگرے سیدنا عثمانؓ
صحابہ نکاح میں آئیں اور آپؐ نے فعال نورینؓ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپؐ
نے اپنے مال و دولت سے اسلام کی وہ خدمت کی جس کی تاریخ اسلام شہادہ
بلکہ غزوہ عسرا آپؐ ہی کے مال و دولت کا نتیجہ تھا۔
وقال النبی صلی اللہ وسلم من « حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شخص دومہ کا کنواں کھدوا دے اس
 کے لئے جنت ہے حضرت عثمان رضی
 اللہ عنہ کو کھدوا دیا اہل آپ نے فرمایا کہ جو شخص
 جیش حضرت رضی عنہ افریح ترک کرے اس کا
 کو دے اس کے لئے جنت ہے حضرت عثمان رضی

عنہ یحضر برزخہ فذلہ الجنة
 نفرہا عنہ وقال من حفر
 جیش العسرة فذلہ الجنة
 فحضرہ عثمان رضی

نے اس کا اس کا نام بھی کر دیا۔



حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع کردہ قرآن شریف سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی
 اللہ عنہ نقل کر کے لکھے تیار کیے ان سے مزید نقول کر کے سیدنا عثمان رضی
 اللہ عنہ کو مکتب اسلام کے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا اور "تائثر القرآن" کے لقب
 سے لقب دیئے۔

آپ کے دوسرے وانا و سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی
 سیدہ فاطمہ الزہراء کے رفیق حیات تھے آپ بہت ہی بہادر تھے حیات نبوی
 میں اسلامی فتوحات میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں اور شہنشاہ اسلام
 کے بڑے بڑے سوراخوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ آپ کی بہادری کے
 کارناموں کی تاریخ اسلام عراج ہے۔ آپ کے متعلق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 لعلی اہما تر فضی ان یکون منی
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی
 اللہ عنہ کو فرمایا کیا تم اس سے متویش نہیں کہ

اللہ بخاری پارہ چودہواں باب المناقب

بمنزلة هرون من موسى

تمہارا درجہ مجھ سے ایسا ہو جیسا حضرت

ہارون کا اور مجھ حضرت موسیٰ کے پاس تھا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب کے رفیقِ حیات

سیدنا ابوالعاص تھے جن سے آپ بہت خوش تھے۔ جس وقت سیدنا علی

دشمنِ اسلام ابوجہل کی لڑکی جو پرہ سے شادی کرنے لگے تو آپ سیدنا

ابوالعاص کے متعلق ارشاد فرمایا

انکحت ابا العاص بن الربیع

فحدثنی وصدقنی

میں نے ایک بیٹی (سیدہ زینب) کا

نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کیا اس نے

جو وعدہ کیا تھا وہ سچا کر دکھایا

پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

حضور کے سارے اور بے مثل نبی

کو خداوند تعالیٰ نے سارے بھی

دیکھے تو لاثانی جن میں سے مشہور ترین سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا ابوبکر صدیق

سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا امیر معاویہ بن ابوسفیان ہیں ان تینوں حضرات

کی سیرت طیبہ و نذریہ واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ ہر ایک

بزرگ اپنے اپنے کردار کے لحاظ سے لاثانی ہیں۔

حضور اللہ صلی اللہ

حضور کی صاحبزادیاں اور بے مثل نبی

علیہ وسلم کو رب

نے چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ ام کلثومؓ
اور سیدہ فاطمہؓ چاروں صاحبزادیاں نہایت نیک سیرت تھیں اور اپنے زمانہ
میں اپنی سیرتِ اعلیٰ کے لحاظ سے لامتناہی تھیں۔

سیدنا علیؓ اور بے مثل نبیؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ

میں سیدنا علیؓ کو جس محاذ پر بھیجا آپ

کی دعائیں ان کے شامل حال رہیں۔ فتح و کامرانی نے ان کے قدم چومے۔ خیبر کے
محاذ پر بھیجے وقت آپ کا ثعاب و بنی ان کی شکستہائی کا موجب ہوا۔ آپ
کی دعاؤں سے خیبر فتح ہوا۔ لیکن آپ کی وفات حسرتِ آریات کے لیے خود سیدنا
علیؓ کی اپنی وفات تک ان کو ہر موقع و محاذ پر شاہِ راوی اور شاہِ کالی کا سامنا
کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ خود ان کے اپنے ایک صحیب ابن بکم نے ان کو موت کے گھاٹ
تیار دیا۔ لیکن حضور اکرمؐ العزت نے ہر موقع اور ہر محاذ پر فتح و کامرانی بخشی
لیکن سیدنا علیؓ کی فتوحات جو آپ کی حیاتِ اقدس میں ہوئیں وہ تو آپ ہی کا
مہموزہ ہیں نہ کہ سیدنا علیؓ کا کمال۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ

ایک روز جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے
حاضرین پر خاموشی چھائی تھی کہ سامنے سے حضرت علیؓ کریم اللہ وجہہ شہداء ہوئے
اور آتے ہی قدم بوس ہوئے۔ ابھی اپنی جگہ بیٹھے تھے کہ حضورؐ نے
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیوں علیؓ! تم نے کبھی نہیں دیکھا ہے؟
عرض کیا: یا رسول اللہ! میری جان صدقے اور میرے والدین قربان ہو جائیں
میں نے آپ کو دیکھنے کی طرح دیکھا ہے! جنگِ اُحد میں! جنگِ بدر میں!

جنگ حنین میں، غرضیکہ بڑے بڑے معرکوں میں حضورؐ کی دلیری، شجاعت
 اور شہادت کی نشانیاں دیکھ چکا ہوں۔ اپنی خوش نصیبی سے ہر وقت حضورؐ کے
 ہمراہ رہتا ہوں اور اس وقت بھی حضورؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ جناب
 رسالت پناہی نے فرمایا کہ "بہنیں! علیؑ تم نے نہیں دیکھا! نہیں دیکھا!
 بہنیں دیکھا!!" ان الفاظ کی پیش اور انداز کے جذب نے علیؑ کو بے قرار
 کیا اور اسی وقت ان کو بخارا گیا۔ جسم میں لہزہ تھا۔ قلب پر دہشت تھی۔
 رسول مقبول صلعم سے اجازت لی اور گھر واپس آگئے۔ جناب خاتون جنتؑ
 سے یہ سارا واقعہ بیان کیا اور گریہ و زاری شروع کر دی۔ جناب بیہوش ہونے پر
 کو ایک کیل باورھا دیا اور آپؐ لیٹ گئے۔ جناب بیہوش ہونے پر ایک کنیز کو بلا کر
 حرمت والا میں بھیجا کہ "ایا جان سے کہو اگر فرصت ہو تو کھڑے کھڑے وہا
 یہاں پہنچاؤ۔ کنیز گئی اور پیغام پہنچایا۔ آپؐ اسی کے ہمراہ مسجد نبویؐ سے
 اٹھ کر چلے آئے۔ گھر پہنچ کر پوچھا کہ "خاطر خراب کیوں ہلایا ہے؟" نبیؐ
 رسولؐ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ "ایا جان آج آپؐ نے شیر خداؐ کا
 دل ٹوڑ دیا۔ انہیں بخارا گیا ہے۔ اب میری خاطر سے انہیں اپنا حال بالمال
 دکھا دیجئے۔" جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت صحن مبارک
 میں کھڑے ہو گئے۔ ایک ہاتھ دوش قاطعہ پر رکھا اور فرمایا کہ "علیؑ نہا
 او اس ہاتھ کے نیچے سے نکل کر ہمیں دیکھو۔" حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا
 جس وقت سامنے آئے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش
 میں آئے تو عرض کیا کہ "حاشا للہ! میں نے اس سے پہلے حقیقت

میں آپ کو نہیں دیکھا۔

”مَنْ دَانِي“ میں چھپا تھا پر تو رازہ اللہ سے
جلوہ حسن قدم آئینہ قافی میں تھا۔

پہنچے مساوات علی اللہ
اب کے نواسے نواسیاں اور بے مثل نبی
علیہ وسلم کو رب

کائنات نے نواسے نواسیاں بھی دیں تو بے مثل امت مسلمہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین
کی جو عزت و توقیر کرتی ہے وہی ان کی عظمت و شان کی گواہ ہے۔ اور سیدہ زینب
وسیدہ ام کلثوم کی حیات طیبہ کے متعلق کون نہیں جانتا۔ سیدہ زینب تو اپنے
بھائی سیدنا حسین کے ساتھ کربلا میں شریک تھیں اور سیدہ ام کلثوم نے وجہ سیدنا
محمد خاتم النبیین اور آپ کی نواسی سیدہ ام المہریت ابوالحارث بعد از وفات
سیدہ فاطمہ الزہراء خود سیدنا علی کے جلالہ کلم میں آئیں۔

اب آپ ہیں انما زہ لکاشیں
ازواج مطہرات اور بے مثل نبی
کہ جس نبی کو خداوند بزرگ

دیر نے تمام روحانی و جسمانی رشتوں سے بے مثل بنایا ہو اس نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی سیرت طیبہ کس عظمت و شان کی ہونی چاہیے۔
وہ ازواج مطہرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں مسلمانوں کی بائیں کہا گیا ان کی

۱۴۴
۱۴۵

۱۴۵

حیاتِ طیبہ میں تو اولاد کے لئے نمونہ ہونی چاہیے تھی تاکہ تمام اولاد کو اپنی روحانی ماؤں پر فخر ہو۔

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں زندگی کے ہر شعبے میں بے مثل ہے۔ ریت کائنات سے آپ کے لئے ایسی ازواجِ مطہرات نکھائی گئی ہیں جو کل نسلِ انسانی کی خواتین سے اشرف و اعلیٰ ہیں۔ جس طرح پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مسلمہ کے روحانی باپ ہیں اسی طرح آپ کی ازواجِ مطہرات کے مشعلی ارشاد فرمایا۔

یہی کاموں پر ان کی عجاووں سے زیادہ حق ہے اور اس کی ازواج ان سب (مومنوں) کی مائیں ہیں۔

الْبَيْتِ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهُمْ
(الاحزاب: ۶)

پھر ان کی شانِ کرامہ دو بالا کرنے اور ان کی شانِ عظمت کو بلند کرنے کے لئے فرمایا۔

يُنِسُّ اَللّٰهُ الَّذِيْ لَقِيَكَ كَاْحِدٍ اِسْمًا اَلْمَسَاعِرِ
اسے اپنی بیوی! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔
(الاحزاب: ۳۲)

یعنی دنیا کی کوئی عورت بھی آپ کی ازواجِ مطہرات کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی۔ جس طرح آپ لاشعری ہیں اسی طرح آپ کی ازواجِ مطہرات بھی بے مثل ہیں۔



Marfat.com

آیت تطہیر اور اہل بیت رسول، قرآن کی روشنی میں

سورۃ احزاب کے چوتھے رکوع میں اہل بیت رسول مقبول یعنی ازواج مطہرات پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ اس رکوع میں جو آیت خاص طور پر قابل توجہ ہے وہ آیت تطہیر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے شروع میں چند حدود اللہ کا ذکر فرمایا اور ان حدود کا مکلف گھر والے اور گھر والوں اور کئی امت کو ٹھہرایا ہے۔ یعنی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو اور امت المؤمنین کو اور صحابہ کو۔ اور وہ اللہ کا ذکر آپ کتاب کے شروع میں پر ہے چنانچہ کہ یہ سب تاحیات پابند رہے۔ ازواج مطہرات و اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پابندیوں پر ثابت قدم رہنے کے صلہ و انعام میں یہ آیت کائنات سے ارشاد فرمایا ہے۔

و اللہ نعلم انہم انہم انہم انہم
کی گھر والے کو سوائے گھر والوں کے
اور تمہیں پاک صاف کر دے

انما يريد الله ليطهركم
عنكم الرجس اهل البيت
ويطهركم تطهيرا

(الاحزاب: ۳۳)

سیاسی مفسدین نے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن اور نبوت میں کامیاب ترین نبی ہونے کو ناممکن بنا دیا ہے۔ یہ سب نے اپنے اپنے گھر والوں کا زور نکال دیا وہاں انہوں نے یہ کوشش بھی کی کہ ان کے اسوہ حسنہ اور حیاتِ طیبہ کو جھٹلانے کے لئے ذیل کے امور کا خاص طور پر خیال رکھا اور ان امور

کے پراپگنڈ اور تبلیغ کو اپنی طاغوتی سرگرمیوں میں کامیابی کا قریب سمجھا۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں

یعنی سیدہ فاطمہ الزہراءؑ لیکن تعیہ لڑکیاں سیدہ زینبؑ، سیدہ

ام کلثومؑ اور سیدہ رقیہؑ آپ کی صاحبزادیاں نہیں تھیں۔

(۲) آپ کے صحابہ پر آپ کے بدترین دشمن تھے بلکہ ناسق و فاجد

و فاحصب تھے (استغفر اللہ) مرد و مرمن تو صرف ایک ہی تھے

اور وہ تھے سیدنا علیؑ یعنی آپ اس قدر ناکامیاب ہی تھے۔

و نفوذ یافتہ کہ ۲۳ سالہ دور نبوت میں صرف اپنے چچا زاد

بیٹائی اور وانا و کوہی مشکل سے مسلمان کر سکے۔

(۳) کتاب اللہ جو ملی تو وہ بھی نامکمل اور تحریف شدہ، اصل کتاب

صرف سیدنا علیؑ اور آل علیؑ کے پاس ہے۔

(۴) اسلام کے خدا کا علم محدود ہے۔ اسے یاد ہوتا رہا اور وہ گاہے

لگا ہے آیات کو آواز تارا یا بدلتا رہا

(۵) دین اسلام جو ملا تو وہ بھی نامکمل و ناقص۔

(۶) ازواج مطہرات جن کا انتخاب رب کا شاکت نے خود فرمایا وہ

بھی غیر مطہر (استغفر اللہ) یعنی پارس چھوٹے سے پتھر تو سوتا

ہو سکتا ہے مگر یہ ازواج کچھ ایسی غیر مطہر مٹی کی بنی ہوئی تھیں کہ

دن رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اودان کے حجرات

میں حیرت عمل امین کی آمد اور قرآن حکیم جیسی الہامی کتاب کا نزول

(۷) بھی انہیں پاک و مطہر نہ کر سکے۔ بلکہ وہ اہل بیت رسولؐ سے خارج ہیں
اصحاب ثلاثہؓ غاصبانِ خلافتِ رسولؐ ہیں۔ (تعود باللہ) نبیؐ
کی وصاقت چچا کی اولاد کا مورد فی حق تھا۔

(۸) مہابہ جو کبھی واقع ہی نہیں ہوا اس میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
اہل بیت کے ساتھ سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہ الزہراءؓ اور حضرت حسینؓ
شامل تھے۔ حالانکہ عیسائی جزیہ کی بات طے کرنے آئے تھے کہ
اس اثنا میں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق باتیں چل نکلیں جس پر رب
کائنات نے حضور کو مہابہ کے متعلق حکم فرمایا جس سے وہ عیسائی
ڈر گئے اور نہ ہی وہ بال بچوں اور بیویوں کو دے کر آئے تھے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مہابہ کریں اور پھر تمام صحابہ ہی آپ کی رودنی
اولاد تھے یہ کیسے ممکن تھا کہ رسول اللہ کو مہابہ کریں اور وہ جاثار
بے غیر کھڑے کھڑے تماشہ دیکھتے رہیں بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جہاں
آپیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ گرا رحمت سے وہاں اپنا
خون بہایا۔

(۹) مہابہ میں سیدنا علیؓ و سیدنا فاطمہؓ کی بیٹیوں سیدہ زینبؓ، سیدہ
ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ کو جان بوجھ کر شامل نہیں کیا۔ کیسے تو
فاطمہؓ کی برتری ثابت کرنے کے لئے ان کی بہنوں سیدہ زینبؓ،
سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ کو دخترانِ پیغمبرؐ سے خارج کر دیا
اور یہاں سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کی برتری ثابت کرنے کے لئے خود ان

کی بیٹیوں سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ کو مبارک
اور چادرِ تطہیر سے خارج کر دیا۔

(۱۰) آیت تطہیر میں خطاب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیوں یعنی

اہل بیت سے ہے لیکن ان کو تو اہل بیت سے خارج کر دیا

سچا اور آیت تطہیر میں اہل بیت علیہم السلام کو داخل کر دیا ہے حالانکہ

ہم تو درودِ قرآن اہل بیت گھر والیوں ہی کے لئے استعمال کرتے ہیں

مثلاً چپ و دو صاحب ملاقات کرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں آپ

کے لڑکے کا کیا حال ہے۔ لڑکی کا کیا حال ہے اور بیوی کے لئے

کہتے ہیں گھر سے کیسے ہیں یا گھر کا کیا حال ہے مگر جہاں یہ لفظ

اہل بیت اہمات المؤمنین کے لئے استعمال ہوا وہاں ان

کو خارج از اہل بیت کی تبلیغ شروع کر دی۔

پیشتر اس کے کہ ہم کچھ عرض کریں چند نیرنگانِ دین کی تفاسیر جو آیت

تطہیر کے متعلق ہیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) « یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرنا کہ

خوب پاک صاف کرے اور ان کے رتبہ کے موافق ایسی قلبی صفائی ادا کرے

سٹھرائی عطا فرمائی جو دوسروں سے ممتاز و فائق ہو۔ جس کی طرف تطہیر کہ

کے تطہیر پر اشارہ فرمایا ہے۔ یہ تطہیر و اخلاص اس قسم

کی نہیں جو آیت وضو میں «لکن یومئذ لیطہرکم» ولیم نعماء علیہم

(مائدہ رکوع ۲۰) سے یاد پڑے کہ قصہ میں لیطہرکم یہ وینہب عنکم

بجز الشیطان (الفعال رکوع: ۲) سے مراد ہے بلکہ یہاں تطہیر سے مراد
تہذیب نفس، تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو اولیاء اللہ
کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو
نہیں بن جاتے، بلکہ سختی کا کھلا ہے ہیں۔ چنانچہ لفظ "یریدنا اللہ لیتذہبنا
فرمانا اور اراد اللہ فرماتا خود اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت کے لئے عصمت
ثابت و قیوم نظم قرآن میں تہذیب کو جسے دوسلے کو ایک طہر کے لئے اس میں شک
و شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل
ہیں کیونکہ آیت بڑا سے پہلے اور چھپے لپٹے رکوع میں تمام تر خطا بات
انہیں سے ہوئے ہیں اور بیعت کی نسبت بھی پہلے "و قسوت فی بیوتکم"
میں آئے تھے "و اذکرت ما یتلی فی بیوتکم" میں ان کی طرف کی گئی ہے
اس کے علاوہ قرآن میں یہ لفظ عموماً اسی سیاق میں مستعمل ہوا ہے حضرت
ابراہیمؑ کی بیوی سارہ کو خطاب کرتے ہوئے بلائکہ نے فرمایا اتعجبین من
امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکما اهل البیت (رکوع ۴)
مطلقہ عورت یا جو جو کہ نکاح سے نکل چکی مگر عہد منقضی ہونے سے پہلے
بیوت کی نسبت اسی کی طرف کی گئی چنانچہ فرمایا ولا تخرجوهن من بیوتھن
(الطلاق رکوع: ۱) حضرت یوسفؑ کے قصہ میں "بیت" کو دلہن کی طرف منسوب
کیا "و اودتہا الی ہونی بیتہا" (یوسف رکوع: ۳) پر حال اہل بیت
میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب
اڈلا ان ہی سے ہے۔

(قرآن مجید مترجم و تفسیر از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن و حضرت مولانا شبلی رحمانی)

(۲) یعنی معصیت و نافرمانی کی آلودگی سے پاک کر کے عقیدہ، عمل، ظاہر و باطن
 ہر چیز میں خوب چلا پیدا کر دے۔ شریعت الہی نے انسان کی آزادی پر جو
 قیود و حدود عائد کئے ہیں سب کا منشاء نہیں ہے کہ انسان کو بہتر انسان
 بنا دے۔ اسی جریید اللہ چنانچہ ظاہر ہے کہ جب اللہ نے ارادہ کر لیا
 تو وہ اپنے ارادہ کو پورا کرنے کے بھی رہا۔ یہاں سے بالکل ظاہر ہے کہ اہل بیت
 سے مراد ازواج نبی صلعم ہیں اور یہی مفہوم سلف سے منقول ہی نزولت فی
 نساء النبی صلعم خاصہ (ابن جریر عن فکر بن) ارادہ باہل الیہ
 النساء النبی نزولت فی نساء النبی خاصہ (ابن کثیر عن ابن عباس)
 اہل سنت کا اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ آیت کا سبب نزول
 ازواج نبی ہی میں اور اہل بیت سے اولاً وہی مراد ہیں۔

(قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر ماجدی المصنف الثانی صفحہ ۸۷)

(۳) "اگر ہم خود قرآن کریم پر عزم کریں تو بات صاف ہو جاتی ہے، یہاں
 ساری وہ ہدایات جو موجب تطہیر ہو سکتی ہیں یعنی زینت و نیوی کا ترک کرنا
 اور رسول کی اطاعت۔ امر بالمعروف۔ گھروں میں ٹھہرنا۔ محاسن کی نمائش
 نہ کرنا۔ نماز کا قائم کرنا وغیرہ سب بیسیوں کے لئے ہیں اور اس میں گھر
 سے پہلے بھی انہی کا ذکر ہے اور بعد میں انہی کا واد ذکر ہے مائتلی تو یہ سب
 اس خیال کو رد کرتا ہے کہ یہاں مراد بیبیاں نہیں۔ پھر لغت کی رو سے
 اہل بیت کا لفظ اول بی بی پر آئے گا اور ثانیاً اولاً پر اور قرآن کریم میں
 خود بی بی پر یہ لفظ بلا گیا ہے دیکھو ہو ۲۷ و حبتہ اللہ و برکاتہ

علیکم اهل البیت چہاں اہل بیت سے مراد حضرت ابراہیمؑ کی بی بی ہیں
 اور یہ وہی ہے کہ لیدھب عنکم اور یطہرکم میں فقیر نے کہا کہ اس
 لئے یہ بیان مراد نہیں۔ نہایت ہی بوجہ ہے۔ فقیر نے لکھا ہے کہ کوئی
 جیسے حضرت ابراہیمؑ کی بی بی کے لئے فرمایا بركتہ علیکم اهل البیت
 بیان القرآن جلد سوم تالیف مفسر قرآن مولانا محمد علی صاحب

(۲) انما یرید لیدھب عنکم الرجس اهل البیت
 ویطہرکم تطہیراً

اے گھر والو! بیشک اللہ تعالیٰ تم سے گندی باتوں کو دور کر کے تمہیں
 اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔

یہ آیت کریمہ ازواج و منکرات کے اہل بیت میں داخل ہونے کے واسطے
 ضروری ہے کہ اس آیت کا سبب نزول تو اتفاقاً آیت کے
 حکم میں داخل ہوتا ہے۔ اختلاف ہوتا ہے تو امر میں کہ بعض کے نزدیک
 حکم سبب نزول پر ہی موقوف رہتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ سبب نزول مع
 غیر کے اپنے حکم میں داخل ہوا کرتا ہے۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ روایت
 کیا ہے کہ وہ بازاہ میں پکارا کرتے تھے کہ آیت انما یرید اللہ

لیدھب عنکم الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیراً
 نامہ بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکندرواوی مفسر اللہ کے معنی میں نازل ہوئی
 ہے اور ابن ابی عمیر نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے کہا کہ علی بن موسیٰ نے ہم
 سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں حسن بن واقد نے یزید بن عوف سے انہوں

نے عکر مر سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت
 کریمہ انما یرید اللہ لیسذہب عنکم الرجس اهل البیت
 خاص کر اذواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جن میں نازل ہوئی اور عکر مر نے کہا
 کہ اس پالتے میں اگر کوئی مجھ سے مباہلہ کرنا چاہے تو میں اس کے ساتھ مباہلہ
 کرنے کو تیار ہوں ۵

ترجمان القرآن تفسیر یادہ ۱۹ تا ۲۲ از ذاب تید محمد صدیق الحسن خان
 ۵۔ اذواج مطہرات نے جیب دیکھا کہ عسرت اور تنگ دستی کا زمانہ گز
 گیا مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہو رہی ہیں مال فنیمت آتا ہے اور لوگوں میں
 تقسیم ہوتا ہے سب لوگ آسودہ حال ہو رہے ہیں مگر ہم لوگوں کی اب بھی
 وہی حالت ہے کئی کئی دن کے فلقے اور فاقوں کے بعد حج کی روٹی تو انہوں
 نے یہ نیت حال حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حالت بیان کی
 اور اپنے نان و نفقہ میں زیادہ کی درخواست کی۔ حضرت سید المرسل کی مقدس
 اذواج کا دنیا کی طرف اتنا التفات ہی جن سجانہ کو ٹوٹا نہ آیا۔ اور یہ آیتیں نازل
 ہوئیں۔ ان آیتوں میں حضرت کو حکم ہوا کہ اپنی بیبیوں سے پوچھو کہ وہ دنیا چاہتی
 ہیں یا اللہ و رسول کی اور آنحضرت کی طلب گار ہیں۔ اگر وہ دنیا کی طرف

یہ حاصل مطلب آیت کا ہے۔ مگر الفاظ آیت کے بہت زیادہ سے زیادہ
 اہمیت رکھتے ہیں اور نہایت خود تامل چاہئے ہیں خاص کر دو باتیں اول یہ
 فرمایا کہ تن تنہا معلوم ہوا کہ خداوند کریم عالم الغیب جل شانہ نے اذواج

تو انہیں طلاق دے دو اور کچھ مال دے کر رخصت کرو اور اگر اللہ و رسول کی طالب ہوں تو ان سے کہہ دو کہ دنیاوی عیش و عشرت سے ہاتھ دھو لیں۔ ہاں آخرت میں ان کے لئے بڑی تیاریاں کی گئی ہیں۔ ان آیتوں کے نازل ہوتے ہی حضرت

(تفسیر حاشیہ ص ۱۲۶) کی حالت واقعی پر بنیاد حکم کی رکھی ہے نہ ان کے زبانی قول پر۔ یعنی فی الواقع اگر ان کے دلوں میں اللہ اور رسول کی محبت اور دارالآخرت کی طلب نہ ہو بلکہ دنیا کی خواہش ہو تو نبیؐ کو حکم ہے کہ ان کو طلاق دے دیں اگر ان کے زبانی قول پر بنیاد حکم کی ہوتی تو عبارت یوں ہوتی کہ ان قللت و نحن نرید پس نتیجہ یہ نکلا کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبیؐ کا ان کو طلاق نہ دینا خدا کی طرف سے گواہی اس بات کی ہے کہ ان ازواج مقدسات کے قلوب لوٹ دنیا سے بالکل پاک ہیں۔ چہ جائیکہ اس آیت کے بعد ان کو طلاق دینے کی ممانعت بھی قرآن مجید میں ہے۔ دوم یہ کہ فرمایا اللہ حیوۃ المسدینا و ذینہما پس معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کو صرف دنیا کے عیش و آرام کی خواہش سے نہیں روکا گیا بلکہ دنیا میں جینے اور زرخیز رہنے کی خواہش کا بھی ان کے قلب میں آنا خدا کو ناپسند ہے۔ القادات سے بتاؤ کہ نبیؐ کی بیبیاں کس قدر سخت اور شدید کاپلی، مکمل زہد و ترک دنیا کے ساتھ مکلفت کی گئیں اور پھر خدا کی طرف سے یہ شہادت بھی دی جا چکی ہے کہ یہ اعلیٰ و اکمل نہدان میں موجود تھا۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی اور عورت کیسی تاہرہ و عابدہ ہو ان کی ہم رتبہ کہی جاسکتی ہے۔ عائشاؓ و کلاہرگز نہیں۔ اس آیت کی تسلیم پر منکران اسلام غور کریں تو ان کو ایک روشن دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس ازدواج کے پاس تشریف لے گئے
 اور امیرا حضرت امام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کی۔ فرمایا کہ اے عائشہ! میں
 تم سے ایک پات کھتا ہوں۔ اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والد ابو بکر
 صدیق سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ پھر اس کے یہ آیتیں آپ کے انہیں سنائی

(یعنی حاشیہ صفحہ ۱۲۷) پر حق ہونے کی معلوم ہوگی۔ کیا ممکن ہے کہ کوئی کامل العقل
 راسخ الحکمۃ انسان آئندہ کے عظیم الشان منافع اور مصلحت کا کسی مضبوط اور قطعی
 بنیاد پر یقین کے بغیر نہ صرف بہتے کہ بعد وقت یقین و ابرام سے محروم کر دے۔ بلکہ اپنے
 متعلقین کو بھی سخن کے ساتھ یہ تعلیم دے کہ نہ فقط عیش و آرام کو ترک کرو۔ بلکہ دنیا میں
 چھینے کی خواہش بھی دل میں نہ لاؤ۔ نیز یہ آیت ہوا پرستوں کے اس اعتراض کا بھی جواب
 دے رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرت ازدواج کا سبب کوئی نقصانی امر
 تھا۔ معاذ اللہ منہ۔ اولاً تو یہ اعتراض یوں بھی قابل سماعت نہ تھا کیونکہ تمہیں
 برس کی عمر کے بعد کثرت ازدواج عمل میں آئی۔ جوانی کی تمام عمر کچھ تو بچے نکام
 اور کچھ ایک بڑھی چٹاؤں حضرت حدیث کی اندر حیات میں بسر ہوئی۔ یہاں
 کوئی نقصانی امر ہوتا تو اس کا وقت سن شباب تھا۔ نہ کہ سن شیخوخت۔ ثانیاً یہ
 تیسرا ہی ہے کہ آپ اپنی ازدواج کی ذمہ دہنیت ابرام و راحت میں دیکھنا پسند فرماتے
 تھے پڑی سن کے ساتھ ان کو ذہن کی تعلیم دیتے تھے نقصان لوگ ہمیشہ عورت کی رضا مندی کا
 تاج پہننے کی فرمائش کے غلام رہتے ہیں۔ (بین تفاوت رہہ ذکیا است تا کیمیا)
 اختصر یہ آیت بڑے بڑے مطالبہ دینیہ پر حاوی ہے
 زمانہ تفسیر آیت تطہیر از مولانا عبد الشکور صاحب مجددی لکھنؤی صفحہ ۶۷

حضرت صدیق اکبرؓ نے سنتے ہی بے تامل کہا۔ اس میں مشورے کی کیا بات ہے
 ہم تو آپ ہی کے طالب ہیں۔ دنیاوی تکالیف کی شکایت اگر ناگوار خاطر
 ہے تو آپ کبھی کچھ نہ کہیں گے۔ حضرت عائشہؓ کے بعد آپ نے اور سب سے
 یہی گفتگو کی۔ سب نے یک زبان ہو کر ایسا ہی جواب دیا۔ سب کی
 زبان حال پر اس شعر کا مضمون جاری تھا۔

از فراق تلخ مے گوئی سخن

ہر چہ خواہی کن و بسکن این مکن

فی الحقیقت حضرت رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی سے پڑھ
 کر اور کون دولت ہو سکتی ہے۔ اس دولت کا حصول ازواج مطہرات کے لئے
 حق سجدائے صرف ترک دنیا پر معلق فرمایا اگر دنیا و آخرت دونوں کے ترک
 پر اس کے حصول کا وعدہ ہو جائے۔ تو ازواج مطہرات کا رتبہ نہایت عالی
 ہے۔ اس زمانہ میں بھی شاید ایسے مسلمان بہت ہوں گے جو اس وعدہ کو سنتے
 ہی بے ساختہ نہایت ذوق و شوق میں بار بار اس شعر کا مضمون عرض کریں گے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ

نرخ بالا کن کہ ازانی ہنوز

ازواج مطہرات کا یہ جواب سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش
 ہوئے۔ حضرتؓ کی خوشنودی کا صلہ بارگاہ رب العزت سے یہ ملا کہ ان مقدس
 ازواج کو طلاق دینے کی قطعی ممانعت نازل ہو گئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
 سردار دو عالم کی زوجیت میں رہنے کی بشارت سے ان کے قلوب مطمئن کر

دیجے گئے۔ اس وقت تو لیتہ اقبال خواتین آپ کی زوجیت کا شرف رکھتی
 تھیں جن کے نام نامی یہ ہیں۔ عائشہ صدیقہ، حفصہ، ام حبیبہ، سوڈہ، ام سلمہ
 حفصہ، میمونہ، زینب اور جویریہ۔ ان آیتوں میں پہلے تو ازدواج نبی کی ازواج
 کی گئی۔ اس کے بعد انہیں یہ بتا دیا گیا کہ اگر وہ بڑا کام کریں گی تو انہیں دونا ثواب
 ہوگا اور نیک کام کریں گی تو انہیں ثواب بھی دونا ملے گا۔ اس کے بعد انہیں لیسارت
 دی گئی کہ اگر وہ پرہیزگاری کریں گی تو آخرت میں ان کے مرتبہ کو کوئی عورت نہ پہنچ
 سکتی گی۔

اب ان سب آیات پر ایک فائر نظر ڈالو۔ خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ اہل
 بیت سے کون لوگ مراد ہیں۔ اور یہ کہ اس جملہ سے مقصود حضرت متکلم علیہ السلام
 کیا ہے۔

ایک صحیحہ دار پچھ لیں ان آیات کے سلسلہ مضامین کو دیکھ کر کہہ دے گا۔ کہ
 اہل بیت سے ازدواج نبی مراد ہیں۔ کیونکہ آگے پچھے برابر انہیں سے خطاب ہو
 رہا ہے۔ اب درمیان میں ایک پوری آیت بھی نہیں بلکہ آیت کے ایک ٹکڑے میں
 کسی دوسرے کا ذکر کیوں کر آسکتا ہے۔ باقی رہا اس جملہ کا مقصود کیا ہے اصل
 یہ ہے کہ تابع مشفق حیب اپنے کسی محبوب کو نصیحت کرتا ہے تو نصیحت کی
 لہجہ کے ساتھ کچھ شیرینی بھی ملا دیتا ہے تاکہ طبیعت متنفر نہ ہو۔ اور اس نصیحت
 کا اثر دل و دماغ پر اچھا پڑے۔ روزمرہ یہ بات مشاہدہ میں آتی رہتی ہے
 کہ باپ بیٹے کو کھائی پھائی کو حیب نصیحت کرتا ہے تو نصیحت سے لگے یا
 پچھے یا درمیان میں دو ایک جملہ اس قسم کے کہہ دیتا ہے کہ یہاں ہم تو یہ چاہتے

ہیں کہ تم سنو جاؤ۔ لوگ تمہیں اچھا کہیں۔ تمہاری نیک نامی کا شہرہ ہو یہی عادت
 کلام الہی میں بھی جاری ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کو بھی بعض بعض مقام پر اس قسم
 کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ پس اسی عادت کے موافق ازواج مطہرات
 کو نصیحت کر کے حق تعالیٰ نے غایت محبت سے یہ فرمایا کہ ہمارا مقصود ان نصائح
 سے یہ ہے کہ تم سنو جاؤ۔ گناہوں سے پاک ہو جاؤ۔ ان نصائح پر عمل کرنے
 سے ہم تم کو گناہوں سے پاک کر دیں گے۔ پس اس آیت کا مقصود صرف اسی
 قدر ہے۔

بے شک اس آیت سے ازواج مطہرات کی بہت بڑی فضیلتیں ثابت ہوتی
 ہیں۔ اتناں جملہ یہ کہ جن باتوں کا ذکر فرما کر خدا نے فرمایا ہے کہ اگر ان باتوں پر عمل
 کرو تو تمہارے برابر کوئی دوسری عورت نہیں ہو سکتی ان باتوں کے خلاف ان سے
 کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ دشمنوں نے بہت کوشش کی مگر کوئی خفیف واقعہ بھی نہ
 بتا سکے جن سے ان باتوں کی مخالفت ثابت ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ اور کوئی عورت
 خواہ کتنے ہی بڑے رتبے کی ہو ازواج مطہرات کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی دوسرے
 ان آیات سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کو گناہوں سے پاک کرنے کا ارادہ
 رکھتا ہے اور خدا کی مراد پوری نہ ہونا اہل اسلام کے اصول پر تو محال ہے۔

تفسیر آیۃ تطہیر از مولانا عبد الشکور صاحب مجددی بحوالہ تفسیر آیات قرآنی

صفحہ نمبر ۶۶۶ تا ۱۰۶۷

۶۔ اوپر سے ذکر ازواج مطہرات کا چلا آتا ہے اس واسطے یہ آیت خاص کر

انواع مہلکات کی نشان میں نازل ہوئی ہے کہ وہ حقیقی طور پر رسول کے اہل بیت
 ہیں یعنی گھر واسے۔ ہر آدمی کے اہل بیت وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا نان نفقہ اس
 کے ذمہ لازم ہوتا ہے بیوی کا نان نفقہ مرتے دم تک آدمی کے ذمہ لازم ہوتا ہے
 مگر اولاد کے بالغ ہونے کے بعد نہیں ہوتا۔ حضرت لوطؑ کی قوم کے عذاب کے
 فرشتے جبرائیل وغیرہ حضرت ابراہیمؑ کے بیباں اترے اور اسحاقؑ کے پیدا ہونے
 کی خوشخبری دی تو سارہؑ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کو تعجب ہوا اور فرشتوں نے
 سارہؑ سے کہا کہ اے اہل بیت تم تعجب نہ کرو خدا کا فیصلہ اسی طرح ہو چکا
 (ابن کثیر، خازن، فتح الباری بحوالہ معجزنا حائل شریف مترجم حکیم الامت
 مولانا اشرف علی تھانوی حاشیہ صفحہ ۶۷۱)

۷۔ "امروھن امرًا حالصًا بالصلوٰۃ
 والذکوٰۃ شمرجاء یہ عامًا فی
 جمیع الطاعات لان یتبنی انطا عین
 البدنیۃ المالیۃ ہی اھل
 سائر الطاعات من اھتنی
 لبھا حق اعتنائہ جو ستاۃ الی
 مارا ھما ثمتین انہ انما
 ھما صحت وامروھن ووعظمن
 لئلا یتعارف اھل نیت رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ھما

"اللہ نے ازدواج الینی کو پہلے خاص
 طہر پر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ پھر
 ایک عام حکم جمیع عبادات کے متعلق دیا
 کیونکہ یہ دونوں عبادتیں بدنی اور مالی
 تمام عبادات کی ہیں۔ جو شخص ان دونوں
 عبادتوں کی طرف کامل توجہ کرے تو یہی
 دونوں عبادتیں اس کو دوسری عبادات
 تک پہنچا دیں گی۔ پھر خدا نے بیان
 فرمایا کہ اس نے انہیں امر و وعظ اس
 لئے کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے اہل بیت گناہوں کا ارتکاب نہ کریں
 اور بدیہ تقویٰ گناہوں سے بچیں اور
 خدا سے گناہ استعارة ناپاکی سے تعبیر کیا
 اور تقویٰ کو طہارت سے۔ اس لئے کہ جو
 شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس کی
 آرزو منکوث اور بکدر ہو جاتی ہے جس
 طرح بدن نجاست سے منکوث ہو جاتا
 ہے اور نیکو کار عورتوں کی آبرو ایسی محفوظ
 رہتی ہے جیسے پاک کپڑا اور یہ استعارة
 عقل والوں کو ان چیزوں سے نفرت دلانے
 کیلئے ہے جو چیزیں اللہ نے اپنے بندوں
 کے لئے ناپسند کی ہیں اور ان سے منع کیا ہے
 اور پسندیدہ چیزوں کی رغبت دلانے کیلئے
 ہے۔ اور لفظ اہل بیت کو نصب یا مذکر کی وجہ
 سے یا ہر کے سبب سے اور یہ آیت روشن
 دلیل اس بات کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی بیٹیاں آپ کی اہل بیت ہیں
 پھر عزرائلے ازدواج مطہرات کو یہ بات یاد
 دلائی کہ ان کے گھر نزول وحی کے مقام ہیں
 اور ان کو حکم دیا کہ جو کتاب مقدس

ولتصیووا عنها بالتقویٰ و
 استعارة الذنوب الرجس و
 للتقویٰ الطهر لان عرض
 المقترف للمقبحات يتلوث
 بها ويتدنس كما يتلوث بدنه
 بالارجاس واما المحسنات
 فالعرض معهن التي مصون
 كالشواہب الطاهرة وفي هذه
 الاستعارة ما ينقد اولوالالباب
 عما كرهه الله لعباده ونها
 هم عنه ويرغبهم فيما
 رغب لهم وامرهم به
 واهل البيت نصب على
 النداء وعلى المدح وفي هذا
 دليل بين على ان نساء النبي
 صلی اللہ علیہ وسلم من اهل
 بيته ثم ذكرهن ان بيتهن
 مهايطه الوحي وامرهن ان
 لا ينسین ما يتلى فيهما من

الكتاب الجامع بين امرين هو
 آيات بينات تدل على صدق
 النبوة لانه معجزة بنظمه
 وهو حكمة وعلوم وشرائع
 ان الله كان لطيفاً خبيراً
 علم ما ينفعكم ويصلحكم
 في دينكم فاتزله عليكم ادغم
 من يصلح النبوة ومن يصلح
 لان يكونوا اهل بيته او
 حيث جعل الكلام الواحد
 جامعاً بين القومين

فلاح دارین کی جامع ہے اور ان
 کے گھروں میں پڑھی جاتی ہے اس کو
 فراموش نہ کریں اس کتاب میں واضح
 دلائل صدق نبوت کے ہیں۔ وہ اپنی
 عبادت کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے اس میں
 حکمت ہے علوم ہیں شرائع ہیں اللہ بابر
 ہے خوب جانتا ہے کہ تمہارے حق میں
 کون چیزیں دین میں نافع ہیں لہذا وہی
 چیزیں نازل کرتا ہے وہ خوب جانتا
 ہے کہ کون شخص نبوت کے لائق ہے اور
 کون لوگ اس کے اہل بیت بننے کے لائق ہیں

تفسیر کثافات تفسیر آیت تطہیر از علامہ زعفرانی
 رجوعت عرب کے مسلم الکل وامام ہیں

۸۰ آیت تطہیر میں ازواج رسول کے مراد داخل ہونے پر قرآن سے تین
 طرح استدلال ہے۔ اول یہ کہ اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد ازواج رسول
 سے خطاب ہے۔ پس سیاق کلام اور ترتیب قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے
 کہ اس آیت میں بھی ازواج نبی سے خطاب ہے۔ دوسرے یہ کہ معنی لفظ اہل
 بیت میں بیہیاں درجہ اولیٰ داخل ہیں۔ اس لئے کہ اہل بیت گھر والوں کو کہتے
 ہیں اور بیہیاں بے شک رسول کی گھر والی تھیں۔ تیسرے یہ کہ سورہ ہود کی

آیت و اتعجبین من امر اللہ وھمة اللہ وکراتہ علیکم اهل البیت
سے ظاہر ہو گیا کہ استعمال قرآن میں دوسری جگہ بھی لفظ اہل بیت سے بی بی
مراویں

و تصیحة الشیخہ مصطفیٰ مولانا احتشام الدین صاحب صفحہ ۴۰۴

پس ظاہر ہوا کہ قرآن حکیم میں جن حضرات کو اہل بیت کہہ کر
اہل بیت قرآنی آیت کائنات نے خطاب فرمایا ہے وہ صرف نبی آخر الزمان
صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج مطہرات ہیں جو نہ صرف سینا علیؑ، سیدہ
فاطمہ الزہراءؑ، سیدنا حسنؑ، سیدنا حسینؑ، سیدہ زینبؑ، سیدہ ام کلثومؑ اور سیدہ
رقیہؑ کے لئے واجب الاحرام ہیں بلکہ کل امت مسلمہ کیلئے بھی واجب التعظیم و
تکرم ہیں اور سب کے روحانی والدین ہیں۔

ہر وہ شخص جس کے والدین نیک سیرت ہوں وہ بھی قابل عزت اور فخر ہوتا
ہے اور اگر وہ اپنے والدین کی نیک سیرت اور اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنائے تو
وہ بھی واجب حدستائش ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر آیت کائنات
نے امت مسلمہ کو اس نعمت عظمیٰ سے بھی نوازا اور نجیب الطرفین سر بلند و مرفراز
فرمایا۔ اگر ان کے روحانی باپ کو رحمت للعالمین فرمایا تو ان کی روحانی ماؤں
کو اہمات المؤمنین کے لاثانی القاب سے نوازا اور انہیں کل نسل انسانی کی
عورتوں سے سر بلند و ممتاز کرتے ہوئے فرمایا **یٰۤاَیُّهَا النِّسَاءُ الذِّیْنَ کُنْتُمْ
کَاٰحِدٍ مِّنَ النِّسَاءِ لَے بنی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو** یعنی
دنیا کی کوئی عورت بھی تمہارے رتبہ کو قیامت تک نہیں پہنچ سکتی۔

رحمن اور اہل بیت رسول

اہل بیت رسولؑ کو ہر قسم کی پاکیزگی سے منور
کرنے کی غرض سے رب کائنات اپنے

ارادہ کا یوں اظہار فرماتا ہے۔

الْمَا يُبِيدُ اللَّهُ لِيُنْزِلَ عَلَيْكَ
الرِّحْسَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَهُ
كَمَا تُطَهِّرُهُ

”اللہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے
ایسے رسولؑ کی بیویوں (ہر قسم کے)
وسوسوں کو دور کر کے تمہیں پاک صاف

(احزاب: ۳۳) کر دے۔

آیت تطہیر کے متعلق گذشتہ اوراق میں آپؑ کی ایک مفسرین کی تفسیر
ملاحظہ فرما چکے ہیں، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ تقریباً ہر عالم و مفسر نے
آیت تطہیر میں ”رحس“ کے معنی ”ناپاکی“ ہی کئے ہیں جو خود ذات نبویؑ پر
ہر شانِ عظیم ہے، حالانکہ اخت میں ”رحس“ کے معنی جہاں گندگی، پلیدیگی،
برافعل ہیں وہاں اس کے معنی وسوسہ اور خفیف حرکت بھی ہیں، اس لئے
یہاں ”رحس“ کے معنی ”ناپاکی“ نہیں ہو سکتے بلکہ یہاں معنی ”وسوسوں“ ہوں گے یعنی
اللہ ازواجِ مطہرات کو خفیف سے خفیف وسوسہ سے بھی پاک و صاف کرنے
کا مصمم ارادہ کر چکا ہے اور یہی معنی مناسب بھی ہیں، کیونکہ آیت تطہیر سے
قبول رب العزت ان وسوسوں کا ذکر بھی فرما چکا ہے یعنی۔

نبی مومنون پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی پیروی
ان کی مائیں ہیں۔ (احزاب: ۶)

اور مومن کے متعلق رب کائنات فرماتا ہے کہ

”ذاتی مرد سوائے زانیہ یا مشرکہ عورت
کے کسی سے نکاح نہیں کرتا اور زنا کرنے
والی عورت کے ساتھ سوائے ذاتی یا
مشرک کے کوئی نکاح نہیں کرتا اور یہ
مومنوں پر حرام کیا گیا ہے۔“

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ
مَشْرُوكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا
زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرْمٌ ذَلِكَ
عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝

والثوب ۳

اور پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:-

”خبیث عورت میں خبیث مردوں کے لئے
ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے
لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں
اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے یہ لوگ ان
باتوں سے متبرک ہیں جو وہ کہتے ہیں ان کیلئے
تو مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔“

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ
لِلْخَبِيثَاتِ ۝ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ
وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۝ أُولَئِكَ
مَبْرُؤُونَ مِمَّا قَالُوا ۝ وَاللَّهُ
مُغْفِرٌ ذَرِيقٌ كَرِيمٌ ۝

(النور: ۲۶)

اب اس سے اندازہ لگائیں کہ جب ایک مومن مرد اور مومن عورت کی پاکیزگی
کی یہ حالت ہے تو ان مومنوں کی مائیں کس قدر پاک اور مطہر ہوں گی اور پھر وہ
سچی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جن کے متعلق خود رب کا لہجہ
فرماتا ہے کہ يُنْسَأَنَّ الْمَنِيَّ لِلْمَسْتَنِّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ (الاحزاب: ۴۲) یعنی
اسے نبی کی بیویوں کی طرح نہیں ہوگی جس طرح کائنات میں کوئی
بشر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہیں اسی طرح کائنات کی کوئی عورت
بقول رب العزت اہل بیت رسول یعنی ازواج مطہرات کی طرح نہیں۔ جب

اُن کی عظمت و شان اس قدر بلند ہے تو کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مفسرین سبائی مفسدین کی تقلید میں "رحمن" کے معنی "ناپاکی" کرتے ہیں کیا لفظ "ناپاکی" نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں کی گئی جبکہ ایک مومن کی بیوی تو مومنہ اور پاک و مطہر ہو سکتی ہے مگر نعوذ باللہ کائنات کے پاک مطہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی پاک نہیں ہو سکتی اور کلیہ قرآن جو آپ ملاحظہ فرما چکے کہ "خبیث عورتیں خبیث مردوں کیلئے" (النور: ۲۶) کیا "رحمن" کے معنی "ناپاکی" کرنے سے نبی کی تکذیب نہیں ہوتی، یقیناً ہوتی ہے۔

۲۔ اے نبی! اپنی پیلیوں سے کہدے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔

(الاحزاب: ۲۸)

یہ امر غور طلب ہے کہ غزوہ احزاب میں جب یہود اور مشرکین عرب پر رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عظیم بخشی تو غنائم کثیرہ سے بھی نوازا۔ آپ نے یہ مال و دولت ہاجرہ و انصار میں تقسیم فرمایا۔ مگر ازواجِ مطہرات کے گھروں میں وہی خیر و نفاذ رہا۔ ہاجرہ و انصار کی عورتیں جب ازواجِ مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اُن سے اس مال و دولت کا ذکر کرتیں جو حضور نے ہاجرہ و انصار کو مرحمت فرمایا تھا جس کا

لانہمی نتیجہ یہ تھا کہ تقاضائے بشری کے ماتحت ازدواجِ مطہرات بھی اپنے رفیقِ حیات پیغمبرِ مساوات صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مال یا سامان کا ذکر و مطالبہ کرتی ہوں گی۔ لیکن خدا اور اس کا رسولؐ یہ قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ ازدواجِ مطہرات ان دنیاوی جاہ و حشمت اور وساوس کا خواہ مخواہ شکار ہوں۔ اسی لئے جہاں انہیں حضورؐ نے مال و سامان دے کر رخصت کرنے کی پیشکش کی وہاں رب العزت نے آیتِ تطہیر میں "رحیں" فرما کر اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا کہ "اللہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اسے نبیؐ کی بیٹیوں (بہر قسم کے) وساوس کو دور کرے اور تمہیں پاک صاف کر دے (الاحزاب: ۳۳)۔"

لیکن ہمارے مفسرین نے بغیر تدریس کے سبائی مفسدین کی تقلید میں "رحیں" کے معنی "ناپاکی" کر دیئے۔ جو ازدواجِ مطہرات کی شان کے نمایاں نہیں۔ بلکہ ان کی قربانیوں کا انکار اور خود ان کے رفیقِ حیات پیغمبرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔

حدود اللہ

کائنات کا ذرہ ذرہ حدود اللہ کا پابند ہے۔ سورج اچانک ستارے ،
 ہوا، پانی، جمادات۔ نباتات غرضیکہ کل کائنات ذات ربانی کی قائم کردہ
 حدود کی پابند ہیں اور جس وقت رب کائنات اپنی قائم کردہ حدود کو منسوخ
 کرے گا قیامت آجائے گی تمام نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔
 اسی طرح انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کو حدود اللہ کا مکلف ٹھہرایا
 جب کہی وہ حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے ان کا پابند بنانے کے لئے رب کائنات
 نے پیغمبر مبعوث فرمائے ان کو الہامی کتب کی شکل میں دستور ربانی مرحمت فرمایا
 وہ اس ضابطہ حیات پر خود عامل ہوئے اور امت کو ان حدود اللہ کا پابند بنایا
 اسلام نام ہی حدود اللہ کی پابندی کا ہے۔ اور جو حدود اللہ کی پابندی
 نہیں کرتے مشرک، ظالم، منافق، مرتد اور کافر کہلاتے ہیں اور جو حدود اللہ کی
 پابندی و تابعداری کرتے ہیں انہیں مسلمان کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ان حدود اللہ
 کا ذکر کرتے ہوئے رب ارض و سما و مضان کے روزوں میں اعتکاف کے
 متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَبَايَعُوا هُنَّ وَأَنْتُمْ دَعَا كُفْرًا
 فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ
 فَلَا تَقْرَبُوهَا ط

(البقرہ : ۱۸۷)

”اور جب تم مساجد میں اعتکاف میں ہو
 تو ان (اپنی ازواج) سے میل جول نہ کرو۔
 یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ پس تم ان (اپنی ازواج)
 کے قریب مت جاؤ۔“

طلاق کے حدود کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے

”پس اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ (خاتون) بیوی (بیوی) دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھیں گے تو پھر ان پر اس کے بارے میں کچھ گناہ نہیں جو عودت قدریہ سے ہے اللہ کی حدود ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدود سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں“

كَانَ خِفْتُمْ أَلَّا يَفْقَهَا حُدُودَ
اللَّهِ فَلَاحِقَاتٍ عَلَيْهِمَا فِيمَا
اقْتَدَا بِهَا فَتِلْكَ حُدُودُ
اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا قَدْ سَبَّ
تَعْتَدُوهَا وَكَذَلِكَ قَوْلُكَ
هَمَّ الطَّيْمُونِ ۝

(البقرہ: ۲۲۹)

وراثت کی حدود بیان کرتے ہوئے خالق جن و بشر فرماتا ہے۔

”یہ اللہ کی طرف سے تاکید ہے اور اللہ جانتے والا اور دیکھتا ہے یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اسے باخوں میں داخل کرے گا جن کی نیچے نہیں پہنچتی ان میں رہیں گے۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ کی حدیں اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کی حدیں اس کے رسول سے آگے نکلتا ہے اسے آگ میں داخل کرے گا اسی میں اس کا اور اس کے لئے عذاب ہے“

وَمِمَّا مَرَّتْ بِاللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
عَلِيمٌ ۝ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ
وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
يَدْخُلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ مُبْدِينَ
فِيهَا ۝ ذَلِكَ الْمَوْزِعُ الْمُقِيمُ
وَمَنْ يُعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَيَعْتَدِ حُدُودَ اللَّهِ يَدْخُلْهُ
نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ
عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝

(النساء: ۷۴)

حدود اللہ کی حفاظت کرنے والوں کو خوشخبری دیتے ہوئے ربّ علیم وخبیر

فرماتا ہے۔

وَمَنْ أَدَّىٰ لِحُدُودِ اللَّهِ
وَسْتَبْرَأْ بِسَيِّئِ كُفْرٍ
يَا يَعْزُبُ عَنْهُ
الْعَظِيمُ ۝ السَّابِقَاتُ
الْمَعْدُودَاتُ الرِّجَالُ
السَّابِقَاتُ التَّارِكُونَ
السَّامِدُونَ الْأَمْرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَالشَّاهُونَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ
لِحُدُودِ اللَّهِ ۝ وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِينَ ۝ (التوبة ۱۱۸-۱۱۹)

اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کو کون
پورا کرنے والا ہے سو اپنے سوا کسی پر تو تم
نے افسوس سے کیا ہے خوش ہو جاؤ اور یہی
بڑی کامیابی ہے۔ تو یہ کرنے والے،
عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے،
روزہ رکھنے والے، سجدہ کرنے والے،
عبادت کا حکم کرنے والے اور برائی
سے روکنے والے اور اللہ کی حدود
کی حفاظت کرنے والے ہو مومنوں
کو خوش خبری دو۔

بعض لوگ غصے میں اپنی ازواج کو مایوس کہہ دیتے ہیں اس کے حدود

ربّ العزت یوں بیان فرماتا ہے۔
فَمَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ قِطَاعًا
مِّمَّنْ مَسَكْنًا ۝ ذَٰلِكَ لِيُؤْمِنُوا
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۝ وَذَٰلِكَ حُدُودُ
اللَّهِ ۝ وَذَٰلِكَ عَذَابُ الْأَلَمِ ۝
(المجادلہ: ۱۵)

”پھر جسے طاقت نہ ہو تو ساڑھ مسکینوں
کو کھانا کھلائے یہ اس لئے کہ تم اللہ اور
اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی
حدیں ہیں اور کافروں کیلئے دردناک عذاب“

اسی طرح طلاق کے بعد عورتوں کو ایامِ عدت گزارنا ہوتے ہیں۔ عدت کی حفاظت کے حدود بیان کرتے ہوئے خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

» دراپنی مطلقہ ازواج کو اپنے گھروں

سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوائے

اس کے کہ کھنی بے حیائی کا ارتکاب کریں

اور یہ اللہ کی حدود ہیں۔ اور جو شخص

اللہ کی حدود سے آگے بڑھتا ہے تو وہ

اپنی جان پر ظلم کرتا ہے «

لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بَيْوتِهِنَّ

وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ

بِمَعْصِيَةٍ مِّنْ رَبِّكِنَّ

وَأَنَّ يَخْرُجَنَّ

مِنْهُنَّ فَقَدْ ظَلَمْنَ نَفْسَهُنَّ

(الطلاق: ۱)

قرآن حکیم اصول و قانون کی کتاب

ہے۔ حدود و قیود کا لائحہ عمل ہے

کسی انسان کی نفسانی خواہشات

کا اس میں دخل نہیں۔ کتاب اللہ

آیتِ نظیر اور حدود اللہ کے

پیغمبر کائنات پابند ہے

کا مقصد ہی انسان کی نفسانی خواہشات کا قلع قمع کر کے اسے حدود اللہ کا

پابند بنانا ہے۔ انسان نفسانی و شیطانی وساوس کا ہر دور میں شکار چلا آیا

ہے اور اس کی اصلاح کے لئے ہر دور میں خالق کائنات نے کتاب اللہ نازل

فرمائی اور اس الہامی کتاب کے حدود کو نافذ کرنے کے لئے پیغمبر مبعوث

ہوتے رہے۔ حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم الانبیاء ہیں

اس لئے رب العزت نے انہیں قرآن حکیم جیسا مکمل و قابلہ معیاریت مرحمت

فرمایا تاکہ کل نسل آدم کو اس منشور ربانی کے حدود کا پابند بنائیں۔

اہل بیت رسول اللہ جن کے کفیل خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان
 سب اہل خانہ کو جب اللہ تعالیٰ نے آیت تطہیر سے نوازا تو ان سب پر کچھ
 پابندیاں اور حدود بھی عائد کئے اور ان حدود اللہ کی پابندی و بجا آوری کے
 صلہ و الوام ہی میں بیت شرق و غرب نے انہیں آیت تطہیر سے نوازا۔ اب
 دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم میں جن حدود اللہ کو آیت تطہیر نازل کرنے سے پیشتر
 نافذ فرمایا ان کی پابندی کن بندگوں نے کی اور کون حدود اللہ کے مطابق آیت
 تطہیر کے اہل گھر کے بعض مسلمانوں نے آیت تطہیر کو نوچنے کھسوٹنے میں
 اڑی چھٹی کا زور لگایا ہے بعض نے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ
 سیدنا علیؑ، سیدنا عباسؑ، سیدنا عقیلؑ اور سیدنا جعفرؑ پر اس آیت کو خواہ مخواہ
 ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے پیغمبر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کے
 علاوہ سیدنا علیؑ، سیدہ فاطمہ الزہراءؑ اور حضرات حسنینؑ کو داخل کیا ہے اور خود
 ہی سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کی تین نیک سیرت صاحبزادیوں سیدہ زینبؑ
 سیدہ ام کلثومؑ اور سیدہ رقیہؑ یعنی رسول اکرم صلعم کی نو اسیوں کو خارج کر دیا
 ہے۔ اور ان دونوں طبقوں نے اہمات المؤمنینؑ جو حقیقت میں اہل بیت
 رسول اللہ ہیں ان کو نکلنے کی جسارت کی ہے اور ان دونوں طبقوں نے حدود اللہ
 کی کسوٹی پر پرکھے بغیر ہی اہمات المؤمنینؑ کے سروں سے چادر تطہیر اتارنے
 کا جواز نکال کیا ہے اس کی جزا و سزا تو اس خدا کے ہاتھ میں ہے جس نے
 خود چادر تطہیر سے اندراج النبیؑ جو حقیقت میں اہل بیت رسولؐ تھیں کے
 سروں کو ڈھانپا تھا۔ اور جہتوں نے حدود اللہ کی پابندی کر کے اپنے آپ کو

اس کا اہل ثابت کیا۔

تظہیر کی نعمت عظمیٰ سے نوانہ نے سے قبل اللہ تبارک و تعالیٰ نے رحمت
للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اجابت المؤمنین اور صحابہؓ پر حدود اللہ نازل فرمائے
الذات کی پابندی کا انہیں حکم فرمایا۔ خود جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
سوتی سے ان کے پابند رہے بعد اپنی چارٹ طیت سے اپنے مالک حقیقی سے ملنے
تک ان حدود اللہ کے پابند رہے۔

اپنی ازدواج کو طلاق دینے اور

کسی دوسری عورت سے حدود

اللہ کے مطابق نکاح و شادی

کرنے کا مکمل اختیار عطا وند

تعالیٰ نے ہر عبادت کو سونپ

آیت تظہیر حدود اللہ اور رب

کائنات کا حضور سے حق طلاق

و نکاح سلب کرنا

رکھا ہے۔ مگر ازدواج مطہرات کو نساء العالمین پر فائز کرنے کی غرض سے۔

جہاں رب کائنات نے انہیں کل امت مسلمہ کی مائیں قرار دیا اور فخر پایا

یئسا انبی لستن کا حدیث من النساء تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہوا۔

وہاں ان کی تعظیم و تکریم و تظہیر کے لئے پیغمبر مساوات کو انہیں طلاق دینے

اور مزید کسی اور عورت سے نکاح کرنے کی قطعاً ممانعت فرمادی حکیم فرمایا۔

اس کے بعد وہ نبیؐ کے لئے عورتیں حلال

نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ ان کے بعد وہ

اور بیویاں کر لے اگرچہ تجھے ان کا

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ

بَعْدِ مَا أَنتَ بِهِنَّ بِمَتِّ

مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ

حَسْبُكَ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا

(الاحزاب: ۵۲)

حسن پسند آئے سو اس کے حسن

کا تیرا عیاں ہاتھ مالک ہو چکا اور اللہ

ہر شے پر نگہبان ہے

حضورؐ تو خود نبی اور صاحب کتاب تھے۔ ان کے قلب پر وحی کا نزول

ہوتا تھا۔ پھر خود زبان مبارک سے ان احکاماتِ الہیہ کی کواد فرما کر کتابانِ وحی

سے لکھواتے تھے مگر ان حدودِ اللہ کو یاد کرنے کی قطعاً جسارت نہ کی۔ بلکہ ان

کو لکھوایا اور مرتے دم تک ان کی پابندی کرنے کے ثابت کیا کہ حدودِ اللہ کی پابندی کا

پیغمبرِ واہت سب کے لئے برابر ہے۔

آپ نے آخری نکاح سے قبل میں کیا اور اس حکم کا کرنے کے بعد

آپ نے ان حدودِ اللہ کی تعمیل و تکمیل میں زندگی بسر کر دی نہ تو ازدواجِ مطہرات

میں سے کسی کو طلاق دی اور نہ ہی مزید کسی عورت سے نکاح کیا یہاں تک کہ

اللہ کو آپ ان حدودِ اللہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنے مالکِ حقیقی

سے جا ملے۔

وَبَشِّرِ الصَّالِحِينَ الَّذِينَ إِذَا أُذِنُوا

بِالصَّلَاةِ أَتَوُاَهَا وَمِنْهُم مَّنْ سَأَلَ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا

رُذِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا

قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ

وَالْوَابِعُ مَشَاهِدًا وَمَنْ لَمْ

يَجِدْ فِيهَا ذَوَاتًا هُنَّ لَهَا رِزْقًا

مِنْ ثَمَرِهَا فَزُقْنَاهُنَّ لَمْ يَجِدْ فِيهَا

نہی کو جنت الفردوس دنیا

ہی میں مرحمت فرمادی گئی

قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ

وَالْوَابِعُ مَشَاهِدًا وَمَنْ لَمْ

يَجِدْ فِيهَا ذَوَاتًا هُنَّ لَهَا رِزْقًا

مِنْ ثَمَرِهَا فَزُقْنَاهُنَّ لَمْ يَجِدْ فِيهَا

توجیہ فرمادے اور ان لوگوں کو خوش خبری دے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے ہنریں بہتی ہیں۔ جب کبھی ان کو ان میں سے کوئی پھل لذت دیا جائے گا کہیں گے یہ وہی ہے جو میں پہلے دیا گیا تھا انہیں ملتا چلتا رزق دیا جائے گا اور ان کے لئے ان میں پاک ازدواج ہوں گی اور وہ اپنی میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں جنت الفردوس کے اس مقام کی حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے جو مومن کو بعد از وفات نصیب ہوگا۔ اور انعامات کے علاوہ جنت میں سب سے افضل ترین نعمت پاک ازدواج ہیں۔ اہمات المؤمنین کی آیت تطہیر سے نواز کر بیت العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنت الفردوس کی بشارت اس دنیا ہی میں پوری کر دی فرمایا :-

إِنَّمَا يُؤَيِّدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب: ۳۳) تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔

جس سے اس امر کی بشارت دی کہ جس طرح یہ پاک ازدواج اس دنیا میں آپ کی ازدواج مطہرات ہیں جنت الفردوس میں بھی

ازواج مطہرات رسول کو آیت تطہیر سے خارج قرار دینا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج قرار دینا ہے

یہی آپ کی ازدواج مطہرات ہوں گی۔ اور ازدواج مطہرات سے پہلے بیت رسول

کاسق پختیا اور اتہیں آیت تطہیر سے خارج قرار دینا اور اصل خود خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو حنیف الفردوس سے خارج قرار دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ ازواج منکرات کا انعام تو رب العزت آپ ہی کو مرحمت فرما رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو کمال انسانی کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیتے ہوئے رب کائنات فرماتا ہے۔

لَقَدْ كُنَّا تَكْمُرًا فِي رُسُوفِ اللَّهِ
 أَسْوَأَ فِي حَسَنَاتِنَا كَانَتْ
 يُوحِي بِنَا اللَّهُ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 تَذَكَّرْنَا لِلَّهِ كَثِيرًا ۝
 (الاحزاب: ۲۱)

وہ جو اللہ اور پچھلے دن کی توقع
 کتاب سے اللہ کو کثرت سے یاد
 کتاب سے اس کے لئے رسول اللہ ایک
 ثنوت ہیں۔

حدود اللہ اور سفارش

آپ کو حدود اللہ کے اس قدر شدت سے یاد تھے کہ ایک دفعہ قریش کی ایک عورت سے پوری کرنی تو آپ کے مہربان سیدنا ابوبکر کے حلف سیدنا اسماعیل سے آپ کی دلی محبت تھی۔ نے سفارش کی۔ روایت سے۔

عن عائشہ ان قریشاً ہمہم
 شاہد لمرأۃ انحر و میاہلی
 سرقت فقالوا من یکلم فیہا

عظمت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مخزوم عورت نے خاطر بیت اسود کے مقدس قریشی صحابہ کو تکبر و تعصب میں ڈال دیا۔

یہ مخزوم قریش کے ایک بڑے قبیلے کا نام تھا جن کی طرف یہ عورت متوسل تھی اس کا نام خاطر بیت الاسود تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا
 من یبترئ علیہ إلا اسامة بن
 زید جب رسول اللہ صلی اللہ
 یوسلم فکلمة اسامة فقال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 تشفع فی حد من حد اللہ
 ثم قام فاختطب ثم قال
 انما اهلك النبی قبلكم
 انصد كانوا اذا سرق نصد
 اشرف تزکوة واذا سرق
 نصد الضعیف اقاموا
 علیہ الحد وایم اللہ لو ان
 فاطمة بنت محمد سرق
 لقطعت یدها (متفق علیہ)

جس نے چوری کی تھی انہوں نے آپس میں
 مشورہ کیا کہ اس پار سے میں کون
 سفارش کرے بعض نے کہا حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کی جوأت
 سوائے اسامہ بن زید کے کسی کو نہ تھی
 سوا اسامہ بن زید کے متعلق عرض کیا
 اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد
 کے پار سے میں سفارش کرتے ہو۔
 پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا کہ
 تم سے پہلے لوگ اسی طرح ہلاک ہوئے
 کہ ان میں اگر کوئی شریف اور توی آدمی
 چوری کرتا تو وہ اس کو بچھڑ دیتے اور
 اگر کوئی غریب آدمی چوری کرتا تو اس
 پر حد جاری کرتے۔ اللہ کی قسم اگر
 محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتے تو میں
 ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دوں۔

سبحان اللہ و بحمدہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ
 آپ نے سے لکھنے کے قابل ہیں۔ بن میں حدود اللہ کی تعمیل و پابندی پر کس
 قدر زور ہے اور ان حدود کی پابندی میں کسی قریبی کی سفارش کام نہیں آتی۔
 فالتمہ جیسی نعمت بگرنہ بھی رخصت خواستہ چودہی کا ارتکاب کرتیں تو حدود اللہ
 کی تعمیل میں آپ ان کا دست مبارک بھی قطع کرنے سے گریز نہ فرماتے اور ایک
 کلیتہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ نہ صرف یہود و نصاریٰ کی تباہی کا موجب ہی
 سفارش ہے بلکہ یہودہ اُمت جو حدود اللہ سے اگر اُمراد تجاوز کریں تو
 ان کو سزا سے میرا ٹھہرائے گی اور غربا اگر حدود اللہ سے تجاوز کریں تو ان پر
 حد جاری کرے گی تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس کا مشاہدہ ہم ہر دور
 میں کرتے ہیں۔

یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے حضور جب یہ سمجھتے تھے کہ حدود اللہ بن
 اذکر آیت تطہیر میں ہے اس کے پابند صرف وہ خود ازواج مطہرات یعنی
 اہل بیت رسول ہیں۔ تو آپ چادر اٹھا کر حضرت علیؑ اسیدہ
 فاطمہ الزہراءؑ اور حضرت حسینؑ کی تطہیر کی سفارش کس طرح کر سکتے تھے
 جبکہ خود ان سب حضرات کی حیات مبارکہ ہی اس حقیقت کی شاہد ہے کہ
 ان میں سے کسی ایک نے بھی آیت تطہیر سے متعلق جن حدود اللہ کا ذکر
 پڑے شد و مد سے بے کبھی پابندی کی ہو۔ اور پھر وہ پابندی کرتے بھی
 کیوں جبکہ یہ حدود اللہ تو ان سے متعلق تھے اور نہ ہی آیت تطہیر
 میں ان کو خطاب کیا گیا ہے۔ ورنہ اگر ان حدود اللہ کا تعلق یا خطاب یہ

علیؑ سیدہ فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ سے ہوتا تو یہ حضرات ان حدود اللہ کی اسی نشا وند سے پابندی کرتے جس طرح خود جناب سدا القاب صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت رسول اہمات المؤمنینؑ نے کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

”حضرت عبید اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اپنی سفارش کے ذریعہ اللہ کی حدوں میں سے کسی حد میں حائل ہو تو حقیقت یہ ہے کہ اُس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔“

عن عبید اللہ ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حالت شفاعتہ دون حد من حدود اللہ فقد ضاد اللہ

اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم جو خود حدود اللہ کے نافذ کرنے والے تھے کس طرح ممکن تھا کہ آپ خود ہی حدود اللہ کی پابندی کو پس پشت ڈال کر امت مسلمہ کو حدود اللہ سے تجاوز کرنے کی جو بات دلا کر خدا کے غضب کا شکار ہوتے اس واسطے آپ کی سفارشات یا چاورد وال کر سیدنا علیؑ سیدہ فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ کو اس میں داخل کر کے دھا کرنا اور اہمات المؤمنینؑ جو حقیقت میں اہل بیت قرآنی ہیں اُن کو ”انک الیٰ حنیر“ کہہ کر اہل بیت سے خارج قرار دینا وغیرہ احادیث موضوع ہیں جو خلاف عمل رسول اور خلاف فطرت

بنانی ہیں۔ کیونکہ ہر مرد کی چاہو اپنی اذواج کے لئے بچاؤ

پہلوں تطہیر ہے اور جو عورت اس چاہو تطہیر میں شامل نہیں وہ اپنے خاوند کے ہاتھ

پر کلنگ کا ٹیپکا ہے جس کی بواہی اس خاوند سے ہوگی جس کی وہ بیوی ہے کہ وہ

اسے اپنی بچاؤ تطہیر میں کیوں نہ کر سکے جیسے اس کا خاوند اس کا کفن اور مجازی

مذاقتا۔ اور جن اذواج مطہرات اہل بیت رسول کے پاک سروں کو رب کا ثبات

نے خود چاہو تطہیر سے ڈھا نیا اور اس چاہو تطہیر کا محافظ اور پابند رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرایا یہ ناممکن تھا کہ آپ خود ہی اس چاہو سے گرا جائے

ہاتھوں سے اتار کر ان مقدس ترین اہل بیت کے سرنگا کرنے کے مرتکب ہو کر

خواہ مخواہ کتاب عذابِ مذہبی کا شکار ہوتے۔ یہ موضوع احادیث ذاتِ نبوی

آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اسرافِ قرا اور بہتانِ عظیم ہیں۔

جس طرح حدودِ تطہیر

آیت تطہیر حدود اللہ اور سیدنا علی کا مسلک

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ اگر سیدنا علیؑ بھی آیت تطہیر میں

مخاطب یا شامل ہوتے تو ان پر بھی فرض تھا کہ حدودِ تطہیر کی پابندی اسی طرح

کرتے ہیں طرح پیغمبر مسافات صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ آیت تطہیر کے نزول

وقت سیدنا علیؑ کی رفیقِ حیات صرف سیدہ فاطمہ الزہراءؑ تھیں اور مودوں میں

وہ حضرات جو مخاطب و شامل تطہیر تھے انہیں تو اذواج کو طلاق دینے اور مزہ

نکاح کرنے کی ممانعت کا حکم رب کا ثبات ذیل کے احکامات میں

چکا تھا۔

اس آیت تفسیر کے نزول کے بعد
تیرے (بے نیکی) لئے سورتیں حلال
ہیں ہیں۔ اور نہ یہ حلال ہے کہ ان کے
بدلے اور پویا لیا کرے اگرچہ تمہیں ان کا
حق پسند بھی آئے سوئے اس کے جس
کا تیرا دایاں ہا تھا مالک ہو چکا اور اللہ
ہر شے پر حکمیاں ہے

لَا يَحِلُّ لَكَ الْبَغْيُ مِنْ بَعْدِ
وَلَا أَنْ تَبْدَلَ بِحَبِّهِ مِنْ
أَزْوَاجٍ وَكُلُّ مَا نَهَيْتَ عَنْ
الَّذِي كُنْتَ تَحْتَمِلُ وَكَانَ
اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا
(الاحزاب: ۵۲)

۱۔ اگر سیدنا علیؑ بھی اس میں شامل تھے اور پھر اگر حضرت حسینؑ بھی شامل تھے تو
ان سب کے لئے ان حدود اللہ کی پابندی اسی طرح لازم و فرض تھی جس طرح خود
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر در مولف

۲۔ ابن عباسؓ، مجاہدؓ، قتادہؓ، ابن زید اور ابن جریر کے علاوہ تعداد
علماء نے بیان کیا ہے کہ حبیبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو اختیار
دیا کہ وہ دل و دولت سے کرخصت ہو جائیں یا نفروفاقہ میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کریں۔ تو تمام اہل بیت نے مال دنیا کو نظر آ کر آپ کی رفاقت
کو محبوب سمجھا۔ تو ان کی اس ثابت قدمی، زہد و تقویٰ کا امتحان کیسے رب کائنات
نے ان کا اس قدر کرام کیا کہ ان کے رفیق حیات پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف
انہیں طلاق دینے سے منع فرمایا بلکہ آئندہ اور نکاح سے بھی روک دیا۔ اور حضرت فکر و
اور حضرت انسؓ کا بھی یہی قول ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عمل سے

مگر اس کے برعکس سیدنا علیؑ آیت تطہیر کے نزول کے بعد سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کی زندگی ہی میں دشمن اسلام ابو جہل کی لڑکی جویریہ سے شادی کرنے لگے تھے حالانکہ اگر وہ آیت تطہیر میں مخاطب یا شامل ہوتے تو کبھی بھی حدود اللہ سے تجاوز کا ارتکاب نہ کرتے۔ اور حدود تطہیر کی اسی طرح پابندی فرض سمجھتے جس طرح حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم تاحیات ان کے پابند رہے روایت ہے۔

علی بن حسین زین العابدین مسور بن مخرمہ
 روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے
 ابو جہل کی بیٹی جویریہ کو شادی
 کا پیغام دیا۔ یہ خیر حضرت فاطمہؑ
 کو پہنچی وہ رسول اللہ ﷺ کے
 پاس آئیں اور عرض کیا کہ آپؐ کی توہم
 والے کہتے ہیں آپؐ کو اپنی بیٹیوں کے

عن علی بن حسین زین العابدین
 ان المسورین مخرمہ قال
 ان علیاً خطب بنت ابی
 جہل فسمعت بذلك
 فاطمہ فانت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فقالت
 یدھم قومك انك لا

یقینے حاشیہ صفحہ ۱۴۹)۔ اس کی تصدیق بھی فرمادی چنانچہ ان حدود کی پابندی میں آپؐ نے
 نہ کسی عورت سے نکاح پیش فرمایا اور نہ ہی ان پاک و مطہر ازواج
 میں کسی ایک کو طلاق دیئے گا اور نکاح کیا۔ بلکہ حضورؐ اپنی حیات طیبہ میں
 ان حدود اللہ کے پابند رہے اور وفات حسرت آیات ان حدود کی پابندی
 کو فرما سمجھا۔ (مؤلف)

تَنْصِبُ لِبَنَاتِكَ وَهَذَا عَلِيُّ
 زَكَمُ بِنْتِ أَبِي جَهْلٍ قَقَامُ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسْتَعْمَلَهُ
 حِينَ تَشْهَدُ يَقُولُ أَمَا بَعْدُ
 أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ
 فَحَدَّثَنِي وَصَدَّقَنِي وَإِنْ طَلَمَةُ
 بِضْعَةٌ مَنِيٌّ وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ
 يَسُودَ هَا وَاللَّهِ لَا يَجْتَمِعُ بِنْتُ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَمَنْتَ عَدُوَّ اللَّهِ عِنْدَ رَجُلٍ
 وَاحِدٍ

تسانے پر کوئی عقیدہ نہیں آتا اسی کا
 اثر ہے کہ اب علیؑ ابوہریرہ کی بیٹی (جو ہریرہ)
 سے نکاح کرنا چاہتے ہیں یہ سن کر رسول
 اللہ ﷺ کھڑے ہوئے (لوگوں
 کو خطاب فرمایا) مسود کہتے ہیں میرے
 نسا آپ نے تشہد پڑھا پھر ذرا بائیں
 نے ایک بیٹی ابو العاص بن ربیع کر دی
 اُس نے جو بات دہرا کیا، کئی وہ پوری
 کی زیاد رکھو، طاہرہ میرے دل کا ٹکڑا
 ہے میں نے اس کو دکھ دیا، اُس نے مجھے
 دکھ دیا، خدا کی قسم! یہ ناممکن ہے کہ رسول خدا

اے اس صاف ظاہر ہے کہ سیدہ طاہرہؑ کی اور بہنیں بھی تھیں رشیدہ کی مستند کتاب "میراث
 مصدقہ" نام پوری اصول کافی کے صفحہ ۲۷۸ میں ہے۔

تزوج خدیجۃ وهو ابن یضع
 وَعَشْرِينَ سَنَةً فَوَلَدَ لَهَا مِنْهَا
 تَبِيَّ بِنْتَ الْقَاسِمِ وَرَقِيَّةَ وَ
 زَيْنَبَ وَأُمَّ كَلثُومَ وَوَلَدَ لَهَا بَعْدَ
 الْمَبْعُوثِ الطَّيِّبِ وَالطَّاهِرِ الْفَاطِمَةَ
 عَلَيْهَا السَّلَامُ

آپ نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا جبکہ
 بیس اور چند سال کے تھے پس مبعوث ہوئے
 پہلے ان کے بطن سے قاسم اور قیہ اور زینب
 اور ام کلثوم پیدا ہوئے اور مبعوث ہونے
 کے بعد طیب الطاہر اور فاطمہؑ تولد ہوئے۔

۱۰ صحیح بخاری چودھواں پارہ باب المناقب: امام رسول معلم

صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور دشمن خدا (ایو جیل) کی بیٹی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہیں۔
اور صحیح مسلم میں ہے۔

الات یحب ابن ابی طالب ان
یطلق بنتی و یتکم ایتمہ فانما
الیتی بضعۃ منی یریبنی مارایا
دیو ذینما اذاھا
دگر یہ کہ ابن ابی طالب کو اختیار ہے کہ
چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے اور ان
کی بیٹی (جو میری) سے شادی کرے (یا وہ کو)
فاطمہؑ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو دکھ
دیا اُس نے مجھے دکھ دیا۔

حضرت علیؑ خود فرماتے ہیں کہ میں جو تشدد حضرت فاطمہؑ پر کیا کرتا تھا اس
سے دستبردار ہو گیا اور میں نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم آئندہ میں اب کبھی ایسا
طرز عمل اختیار نہ کروں گا میں سے تم کو تکلیف پہنچے یا تمہاری دل شکنی ہو۔
سیدنا علیؑ تو باب علم تھے اور قرآن پاک کے اسرار و موزوں سے اچھی طرح واقف
تھے اس کے احکام، اوامر و نہی اور حدود اللہ کے پوری طرح پابند تھے اور بقول
سبائی حضرت قرآن ناطق ہوتے۔ ان کی ذات ستودہ صفات سے یہ کیسے امید
کی جا سکتی ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حدودِ ظہیر سے تجاوز کیا ہو اور سیدہ فاطمہؑ
الذیرافہ عیسوی نیک و مطہرہ رفیقہ حیات کی زندگی میں کسی غیر مطہرہ عورت سے شادی
کر لیتے آپ کے اس فعل سے نہ صرف جناب سیدہ ناراض ہوئیں بلکہ خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ ہوا اور آپ نے ان سے جناب سیدہ کی طلاق طلب کی۔

۱۔ بحوالہ مشارقی الآثار باب فضائل حضرت فاطمہؑ صفحہ ۵۰۴

۲۔ طبقات صفحہ ۱۶۶ اصابع صفحہ ۳۰، صحایات صفحہ ۱۲۷

مندرجہ بالا حدود اللہ و حدود تطہیر میں تو مزید نکاح کیے
 اور منکرہ بیوی کو طلاق دینا حرام قرار دیا گیا ہے مگر یہاں حضرت علیؑ سیدہ فاطمہؑ اور
 بیسی مطہرہ خاتون کے ہوتے ہوئے غیر مطہرہ عورت سے شادی کر رہے ہیں اور پھر
 خیر صادقؑ علی اللہ علیہ وسلم ان سے جناب سیدہ کی طلاق طلب کر رہے ہیں۔ جس
 سے ثابت ہوا کہ سیدنا علیؑ مخاطب و شامل آیت تطہیر و اہل بیت رسولؐ نہیں ورنہ
 حدود اللہ و حدود تطہیر سے کبھی تجاوز نہ کرتے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؑ مطہرہ تھے (لنعود باللہ) آپؑ تو عشرہ مبشرہ
 میں سے ہیں جن کے مطہر ہونے اور جنسی ہونے کی بشارت خیر صادقؑ سے چکے
 ہیں اور پھر آپؑ بلدی صحابی ہیں جن کی تطہیر کے متعلق ربؑ کائنات فرماتا ہے کہ
 يٰٓطَهِّرْ كُمُ بِاِهٍ وَيَدَّ بَيْتٍ
 عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ (انفال: ۱۱) کی ناپاکی کو دور کر دے۔

جناب سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کی وفات رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ
 بعد ہی واقع ہوئی۔ آپؑ کی وفات حسرت آیات کے بعد سیدنا
 علیؑ نے اس طرح اسی عورتوں سے شادیاں کیں جو نہ تو آیت تطہیر کے نزول کی وقت آپؑ
 کی ازواج تھیں ورنہ ہی آیت تطہیر کی مخاطب۔ آپؑ کی ازواج کے نام درج
 ذیل ہیں جو جناب سیدہ کے بعد آپ کے حرم میں داخل ہوئیں۔

(۱) حضرت ام المومنین بنت حزامؑ بن خالد بن ہناتہ (

(۲) حضرت لیلیٰ بنت مسعودؑ (بنتی تمیم)

(۳) حضرت اسماء بنت عمیسؑ الخثیمہ

۴۔ حضرت امامہ بنت ابوالعاصم دارالطین سیدہ زینب بنت رسول اللہ

ومشیرہ سیدہ فاطمہ الزہراء

۵۔ حضرت خولہ بنت جعفر بن قیس

۶۔ حضرت ام سعید بنت عمرو بن مسعود لقفی

۷۔ حضرت ام حبیبہ بنت ربیعۃ الثعلبۃ

۸۔ حضرت ممیاء بنت امرء القیس الکلبی

سورہ احزاب کا نزول جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے

سے لے کر آج تک ہے اور یہ آیت تطہیر نازل ہوئی اس وقت حضرت

علیؑ کی اہل بیت صرف سیدہ فاطمہ الزہراء تھیں۔ اس انعام خداوندی سے

نہانے سے پیشتر حدود اللہ میں واضح طور پر یہ الفاظ تھے کہ آج کے بعد

وہ لوگ جن کی تطہیر کا اعلان کیا جا رہا ہے وہ اب کوئی اور شادی نہیں کر

سکتے اور نہ ہی مرتدہ ازدواج میں سے کسی کو طلاق دے سکتے ہیں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان حدود اللہ اور حدود تطہیر کے نزول کے بعد نہ تو کوئی شادی کی

اور نہ ہی وراثت حضرت آیات تک کسی مطہرہ بیوی کو طلاق دینے کا ارتکاب

کیا مگر سیدنا علیؑ نے ان حدود اللہ کے اترنے کے بعد سیدہ فاطمہ الزہراء

کے علاوہ آٹھ مزید شادیاں کیں اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ آیت

تطہیر کے نہ ہی وہ مخاطب ہیں اور نہ وہ ان حدود اللہ میں شامل ہیں جو

اہل بیتؑ تطہیر سے متعلق نازل ہوئیں۔ اور اگر آپؑ آیت تطہیر کے

مخاطب یا اس میں شامل ہوتے تو آپؑ کی ذات بابرکات کبھی بھی

حدودِ تطہیر سے تجاوز کرنے کا ارتکاب نہ کرتی۔

وہ ہستی جو ایک دشمنِ خدا کو قتل کرتی ہے اور وہ آپ کے رُخ مبارک پر حقو کتاب ہے تو اس کو قتل کے بغیر آپ پھوڑ دیتے ہیں اور اس دشمنِ خدا کے پوچھنے پر کہ آپ نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا۔ فرماتے ہیں کہ پہلے میں تمہیں خدا کی رضا کے لئے قتل کر رہا تھا مگر اب چونکہ غصے میں میری نفسِ حائل ہو گیا تھا۔ میں اپنے نفس کی خوشنودی کے لئے تمہیں قتل کر کے خدا پر مول لینے کو تیار نہیں تھا ایسے بے نفس اور حدود اللہ کے پابند جناب سیدنا علیؑ سے توقع کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے حدودِ تطہیر کے نزول کے بعد حدود اللہ سے تجاوز کرنے کا ارتکاب کیا ہو۔

ایں خیال است و محال است وجوں

آیت تطہیر کے انعامات سے نوازنے سے
قبل اہل بیتؑ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ
و سلم کے متعلق رب کا ثناء حدود اللہ
جاری کرتے ہوئے فرمایا کہ

آیت تطہیر حدود اللہ
اور وصیت سیدنا علیؑ

دینی امور میں پر ان کی جانوں سے
زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی
بیسیاں ان کی مائیں ہیں۔

۱۔ اَلْبَيْتِ اَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ
مِنَ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ
اَمْوَالِهِمْ وَالْاَحْبَابِ ۙ (۶۷)

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

۲۔ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُدْرُوا
اور تمہیں (کے مومنوں) مناسب نہیں

رَسُولَ اللَّهِ وَلَا آقِ يَتَّبِعُوا

رسول کو ایذا دوار نہ یہ کہ اس

أَذْوَابًا مِنْ أَلْبَانِ أَسَدٍ

کی بلیوں سے اس کے بعد کبھی نکاح

إِنَّ ذَلِكَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ

کردیجے بات اللہ کے نزدیک ہمیشہ

عَظِيمًا (الاحزاب: ۵۳)

ہے۔

ان احکامات و عبادت اللہ کی لئے سے ازواجِ مطہراتِ رسولِ آخر الزمان
صلی اللہ علیہ وسلم کو کل امت مسلمہ کی ماٹیں قرار دیا اور آج تک تمام امت
مسلمہ آپ کی اہل بیتؑ کو اہمات المؤمنینؑ کے نام سے ہی موسوم کرتی ہے
اور قیامت تک اسی القاب سے اہل بیتِ رسولؑ کو یاد کر کے سعادت
دارین حاصل کرتے رہے گی۔ قرآن حکیم اور خود ہی آخر الزمان صلی اللہ علیہ
وسلم نے کبھی کسی جگہ بھی سیدنا علیؑ کو اہم المؤمنینؑ یا سیدنا علیؑ
دیگر ازواجؑ کو بھی اہمات المؤمنینؑ کے لقب سے نہیں نوازا اور نہ ہی امت
مسلمہ کے کسی طبقہ نے کبھی ازواجِ سیدنا علیؑ کو اہمات المؤمنینؑ کے القاب
سے موسوم کیا لیکن آیتِ تلویحاً مخاطب تو صرف اہمات المؤمنینؑ کو ہے
اور قیامت تک وہی اہل بیتِ رسولؑ ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حد جاری فرمائی کہ امت مسلمہ میں سے کو
کبھی بھی اہل بیتِ رسولؑ سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ان سب کی

لہ ازواجِ مطہراتِ رسولؑ کو اہل بیت سے خارج کر کے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکوۃ دواوری
ان پر کسی قسم کا بہتان تراشو کیونکہ وہ تمہاری ماٹیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور
اہل بیت ہیں (مولف)

ہیں۔ ورنہ اس سے نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ پہنچے گا بلکہ
خداوند تعالیٰ کے نزدیک یہ گناہ عظیم ہو گا۔ یہ اس لئے کہ جن بیبیوں کو خالق
ارض و سماء اموات المؤمنین قرار دے چکا اور ہر قسم کے رحیم سے مطہر و پاک
فرمایا چکا ہے ان کے بیٹوں میں سے کوئی بھی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد کوئی صحابی بھی ان سے شادی نہیں کر سکتا اور اگر ایسا کرے گا تو وہ
گناہ عظیم کا ارتکاب کرے گا۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا گیا کہ وہ ان ازواج مطہرات
اہل بیت رسول کو تا حین حیات کبھی بھی طلاق نہیں دے سکتے تاکہ ان کی کوئی
بیوی جس کو رب کائنات رحیم سے پاک فرمایا چکا ہے بعد از طلاق کسی صحابی یا
غیر مندرجہ ذیل سے شادی نہ کر لے اور اسی غرض سے انہیں اموات المؤمنین قرار
دیا کہ بعد از وفات پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وہ خود کسی صحابی سے شادی
کر نہ کرے گا ارتکاب نہ کرنا انہیں اس لئے ان اہل بیت رسول کی پاکیزگی و طہارت
کو قیامت تک کے لئے قائم و دائم رکھا۔

لیکن اپنی وفات سے قبل سیدنا علیؑ نے خود معیرہ بن زینل کو وصیت
کی کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیوی سیدہ امہ بنت العاص سے نکاح کر لیں
روایت ہے کہ "سنہ ۴۰ میں حضرت علیؑ نے شہادت پائی تو معیرہ بن زینل
و علیؑ کے پر پوتے کو وصیت کر گئے کہ امامت و نسبت ایہ العاص سے نکاح
کر لیں۔ چنانچہ معیرہ نے تمہیل کی۔ معیرہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سیدہ

مقام خود ہے کہ اگر سیدنا علیؑ مخاطب آیت تطہیر یا شامل اہل بیت رسول
 تھے تو ان پر بھی حدود و قیود تطہیر کی پابندی اسی طرح لازم تھی جس طرح جناب
 رسالتہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپؑ کی ازواج پر بھی ان حدود اللہ کی
 پابندی اسی طرح لازم تھی جیسی اہل بیت رسول ازواج مطہرات پر تھی۔
 لیکن آپؑ تو خود مغیرہ بن نوفلؓ کو وصیت کر رہے ہیں کہ ان کی وفات کے
 بعد ان کی بیوہ سیدہ امہ بنت ابوالعاصؓ سے ضرور شادی کر لیں اور آپؑ کی
 وصیت کے مطابق آپؑ کی ان بیوہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اسی بیت
 امامہ بنت سیدہ زینبؓ (زوجہ ابوالعاصؓ) نے مغیرہ بن نوفل سے شادی بھی کر لی
 حالانکہ وہ لوگ جن کو آیت تطہیر میں رب کائنات نے خطاب کیا اور مطہر فرمایا
 ان کو تو مزید شادی اور طلاق سے منع کیا گیا ہے مگر اس واقع نے ثابت کر دیا کہ اگر
 سیدنا علیؑ یا آپؑ کی ازواج آیت تطہیر کی مخاطب ہوتے تو آپؑ کبھی بھی مغیرہ بن
 نوفل کو اپنی بیوہ سے شادی کی وصیت نہ فرماتے۔ اور نہ ہی کبھی آپؑ کی بیوہ اور
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اسی سیدہ زینبؓ کی بیٹی سیدہ امہ بنت ابوالعاصؓ کبھی
 کسی ایسے شخص سے شادی کا ارتکاب فرمائیں جو تطہیر میں شامل نہ تھا اور
 یہی کبھی مغیرہ بن نوفل یہ جرم عظیم کر سکتے تھے کہ وہ سیدہ امہ بنت ابوالعاصؓ
 بیوہ سیدنا علیؑ سے کبھی نکاح کرتے۔ بلکہ جس طرح بعد از وفات حضرت
 آیات پنجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت رسولؑ نے کسی عجمی، امی،
 بیٹے سے شادی کا ارتکاب نہیں کیا سیدنا علیؑ کا بیوہ بھی شادیاں نہ کرتیں۔
 اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حدود و قیود تطہیر اور آیت تطہیر میں حضرت علیؑ

نہیں تھے ورنہ وہ بھی حدود اللہ سے تجاوز نہ کرتے۔ بلکہ سیانہ مفسرین نے غلط روایات وضع کر کے انہیں خواہ مخواہ اہل بیت رسولؐ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور حدود اللہ سے تجاوز کرنے پر انہیں مجرم ٹھہرانے کی فضول جستجو کی ہے اور اس طرح انہوں نے کوشش کی ہے کہ فاتح خیبر سے اپنے آبا و اجداد کا بدلہ لیں۔ اس واقعے نے ثابت کر دیا کہ نہ تو سیدنا علیؑ اپنے آپ کو اہل بیت رسولؐ سمجھتے تھے اور نہ مخاطب آیت تطہیر اور نہ ہی آپؑ کی ازواج اپنے آپ کو اہل بیت رسولؐ سمجھتی تھیں اور نہ ہی مخاطب و شامل آیت تطہیر اور نہ ہی صحابہؓ اپنے آپ کو آپؑ کی ازواج کو اہل بیت رسولؐ سمجھتے تھے اور نہ ہی مخاطب و شامل حدود آیت تطہیر ورنہ یہ سب کبھی بھی ایسے جرم کا ارتکاب نہ کرتے اور حدود اللہ کو نہ توڑتے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے بھی بعد از وفات مخاطب آیت تطہیر اہل بیت تطہیر سے شادی کی تو خدا کے نزدیک یہ گناہ عظیم ہوگا علاوہ بریں اگر سیدنا علیؑ کی دیگر ازواج بھی اپنے آپ کو اہل بیت رسولؐ سمجھتی اور خود کو مخاطب آیت تطہیر تو آپؑ کی وفات کے بعد ان لوگوں سے شادیاں نہ کرتیں جو تطہیر میں شامل ہی نہ تھے۔

لہ سیدنا علیؑ کی بیوہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ولحی سلمیٰ بن حیدل بن تہشل ابن ہارم نے آپؑ کے سگے بھتیجے اور واد حضرت عبداللہ بن حضرت جعفر طیار کے ساتھ نکاح کیا اور اس طرح فقہ کا یہ سلسلہ اٹھا کہ آیا ایک خاتون اور اس کی سوتیلی ماں کو ایک ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ پارہ میں اس کے پر از پر اسکی واقعہ سے استشہاد دیا گیا ہے اور اس کے دلائل دئے گئے ہیں۔ (مولف)

آیت تطہیر حدود اللہ اور سیدنا علیؑ وسیدنا عباسؑ کا صدقات رسول کا مطالبہ

مطہر ہونے کے لئے کچھ حدود قائم کئے تھے۔ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الْمَنِيُّ قُلْ لِمَ جِئْتُ
إِن كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ
الدُّنْيَا وَرَبِّهَا فَمَحَا لَيْنَ
أَمْتِكُمْ وَأَسْرَحْتُمْ سِيَاحًا
جَبِيلًا وَإِن كُنْتُمْ تُرِيدُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْحَيَاةَ
الْآخِرَةَ فَاتَّقُوا اللَّهَ أَعَدَّ
لِلْمُحْسِنِينَ مِنكُمْ أَجْرًا
عَظِيمًا ۝ (الاحزاب: ۲۸: ۲۹)

ان احکامات کو کہہ دے اہل بیت تطہیر پر فرض ہو چکا تھا کہ وہ مال و دولت
کی ہوا و ہوس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شیر باد کہہ دیں اور جس طرح پیغمبر مساوات
صلی اللہ علیہ وسلم نے شہنشاہ عرب و عجم ہونے کے باوجود قیرانہ زندگی بسر
کی اہل بیت تطہیر کو بھی فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنا ہوگی چنانچہ حدود و تطہیر کے
بعد ازواج مطہرات رسول یعنی اہل بیت رسولؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے مال و دولت کے مطالبہ تک کو ترک کر دیا باوجودیکہ بحیثیت ازواج انہیں

آیت تطہیر کے نزول
سے پیشتر عرب کائنات
نے جس سے پاک

» اے نبی! اپنے اہل بیت (ازواج) سے
کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس
کی تربیت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان
دوں اور تمہیں اچھی طرح رخصت کر دوں
اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور
روزِ آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ
نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے
بڑا اجر تیار کیا ہے»

حق پہنچتا تھا کہ اپنے خاوند اور مجازی خدائے اپنے حقوق طلب کریں۔ مگر انہوں نے ان حدود اللہ کی پابندی نہ صرف آپ کی حیات طیبہ میں کی بلکہ آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد سے خود اپنی وفات تک ان حدود اللہ کی سختی سے پابندی رہی۔ اور حین طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات حسرت آیات کے بعد نہ کچھ درہم چھوڑا نہ دینار ان مقدس اہل بیت رسولؐ نے بھی نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار۔ بلکہ ہمیشہ فکر و فاقہ کی زندگی بسر کی۔

حضورؐ کی وفات کے بعد تو فتوحات اسلامیہ کا اس قدر دور دورہ ہوا کہ قیامت تک تاریخ ان کی شاہد رہے گی اور اس قدر غنائم کثیرہ آئے کہ کوئی محتاج زکوٰۃ و صدقات لینے والا نظر نہ آتا تھا۔ مگر ان اہل بیت رسولؐ کی حالت وہی رہی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں تھی۔ اگر کبھی کسی تعینتہ المسلمینؐ نے مال و زندان کی خدمت اقدس میں بھیج بھی دیا تو جب تک اس مال و دولت کو مستحقین میں تقسیم نہ فرما دیا آرام نہ فرمایا اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ اہل بیت المدینہؐ نے اپنی وفات کے وقت کچھ بھی ملکیت نہ چھوڑی بعض لوگوں نے اہل بیت رسولؐ ان حضرات کو قرار دیا ہے جن پر صدقہ جائز نہیں تھا اور ان میں حضرت علیؑ اور حضرت عباسؑ کو بھی شامل کیا ہے اور خود ان دونوں بزرگوں نے جن کے متعلق مشہور کیا جاتا ہے کہ ان پر صدقہ حرام تھا حضرت عمرؓ کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات کا مطالبہ کیا روایت ہے کہ

”حضرت زہریؒ کہتے ہیں مجھے مالک بن اوس بن حدثنانی النخیری نے خبر دی

کہ انہیں عمر بن الخطابؓ نے بلایا۔ اسی اثنا میں ان کے پاس دربان نے حسن کا نام بیجا تھا آ کر عرض کیا کہ آپؐ کو عثمانؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ اور زبیرؓ اور سعدؓ کی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا انہیں میرے پاس آنے دو۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر آیا اور کہنے لگا کیا آپؐ کو علیؓ اور عباسؓ کی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں انہیں میرے پاس آنے دو۔ جب وہ دونوں اندر آ گئے تو عباسؓ بولے یا امیر المؤمنینؓ امیر اور اس و علیؓ کا فیصلہ کیجئے وہ دونوں مال و دولت میں جھگڑتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو نبی نصیر کے مال غنیمت میں سے دئے تھے اور حضرت عمرؓ نے اس کا اہتمام ان دونوں چچا بھتیجے کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان سخت کلامی ہوئی لوگوں (حاضرین) نے عرض کیا امیر المؤمنینؓ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور ایک دوسرے سے امن دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں تمہیں اس کی قسم دلاتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں کیا تم نہیں جانتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ

لَا تَوَدُّ مَا تَرَكَنا صَدَقَةً

جو کچھ ہم انبیاء چھوڑیں وہ صدقہ ہے

(کسی کا ترکہ نہیں)

سب نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف رخ کر کے فرمایا میں تمہیں بھی خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم بھی جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا۔

نے یہ فرمایا تھا۔ انہوں نے بھی کہا ہاں یہی فرمایا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگوں سے اس امر کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔ اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ غنیمت میں خاص کیا تھا۔ یعنی آپ کے سوا کسی نبی کو نہیں دیا۔ چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے،

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولٍ
مِنْهُدٍ فَمَا أَوْجَضْتُمْ عَلَيْهِ
مِنْ خَيْلٍ وَلَا دَرَكَايَا وَلَكِن
اللَّهُ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَن
يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ

اور جو مال اللہ نے اپنے رسول کے واسطے
دینی نصیر کے غنیمت میں دیا ہے اس
پر تم نے اپنے گھوڑے اور سواریاں
نہیں دوڑائی تھیں (یعنی بے مشقت
دے دیا تھا) لیکن اللہ اپنے رسولوں کو
جس پر چاہتا ہے تسلط دیتا ہے اور اللہ

(الحشر: ۶) ہر چیز پر قادر ہے۔

پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی پھر خدا وہ تمہارے رسول
و آل علیؑ اور عباسؑ اور آل عباسؑ کے لئے نہیں ہے (بلکہ عامۃ المسلمین کا حق
ہے) اور نہ تم کو اس پر مختار بنایا بلکہ اس مال میں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
تمہارے درمیان تقسیم کرتے تھے۔ اور جو تھوڑا مال باقی رہتا اس میں سے اپنی
بیبیوں کا سال بھر کا خرچ کر کے جو کچھ بچتا تھا اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ہی عملِ خدا کر رہے تھے۔ جب ہی رسول اللہ
علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے جانشین ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیا اور رسول خدا صلی

اللہ علیہ وسلم کی طرح عمل درآمد کرتے رہے اور تم دونوں نے عباسؓ اور علیؓ کی طرف
منہ کر کے فرمایا اس وقت بھی حضرت ابو بکرؓ سے شکوہ کرتے تھے اور اللہ جانتا
سب سے کہ سیدنا ابو بکرؓ اس میں سچے نیکو کار متبع امر حق تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے
وفات پائی تب میں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ
کا جاننا نہیں ہوں۔ میں نے اپنے زمانہ خلافت میں دو سال تک وہی عمل کیا جو رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے کیا تھا اور اللہ جانتا ہے میں اس میں سچا
نیکو کار متبع امر حق تھا پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور اس وقت تم میں اچھا
اتفاق تھا۔ ایک بات اور ایک ارادہ تھا۔ اے عباسؓ! کیا تم میرے پاس نہیں
آئے اور میں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کاؤت
ما ترکنا صدقاً (سپیریوں) کا مال میراث نہیں ہوتا۔ بلکہ جو وہ چھوڑے صدقہ ہوتا ہے
پھر میرے دل میں آیا کہ اس مال کا اہتمام و بطوراً زنا نٹش تم دونوں کے سپرد کروں
جب میں نے تم سے یہ کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تم دونوں کو وہ اس اقرار پر دیدوں کہ
تم پر اللہ کا عہد و پیمانہ ہے۔ یہ کہ تم دونوں اس میں عمل کرو۔ جیسے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے کیا اور جیسا کہ خود میں نے اپنے لئے خلافت
میں کیا۔ ورنہ اگر تمہیں یہ شرط منظور نہیں تو پھر اس کے متعلق مجھ سے کبھی گفتگو نہ
کرو۔ تم دونوں نے کہا کہ اسی شرط پر ہمیں وہ مال و صدقہ دے دو۔ تب میں نے

۱۔ اس واقعہ سے سیدنا عمر فاروقؓ کے علم و فراست اور تدبیر کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے
جیب دیکھا کہ سیدنا عباسؓ اور سیدنا علیؓ بار بار صدقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ کرتے ہیں
بلکہ یہ دونوں حضرات سیدنا ابو بکرؓ کو بھی خواہ مخواہ بدنام کرتے رہے ہیں تو آپؓ نے اس

وہ مال آپ دونوں) کو دے دیا۔ یہ تم دونوں اس کے متعلق اس کے
 اور کوئی فیصلہ چاہتے ہو جو اس خدا کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم
 ہیں قیامت تک اس فیصلے میں رو و بدل نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر تم اس مال کا بندوبست
 کر سکتے تو مجھے واپس دے دو میں خود اس کا بندوبست کروں گا۔
 پس اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ اہل بیت تطہیر میں سیدنا علیؑ اور سیدنا
 میں داخل نہیں اگر وہ حدود تطہیر میں داخل ہوتے تو جس طرح حضور صلی
 علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کے اہل بیت یعنی اہل بیت
 میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی جائداد یا صدقے کے لئے مطالبہ کیا

یہ حاشیہ صفحہ ۱۶۸) کا انتظام احکام قرآن اسوہ حسنہ نبی اکرم صلعم اور محل سیدنا
 بقرہ اکبر پر عمل درآمد کرنے کے وعدہ پر ان دونوں حضرات کو سوئپ دیا کہ ان کی
 زائش کی جائے مگر یہ دونوں ہی اپنے وعدہ پر پورے نہ اترے بلکہ ایک دوسرے
 برا بھلا کہا اور دست و گریبان ہوئے اور فی یعنی صدقات رسول اللہ صلعم کے
 نظام میں بری طرح ناکامیاب ہوئے جس سے صحابہؓ اور امت مسلمہ پر سیدنا
 بقرہ صدیقؓ کی صداقت حقیقی معنوں میں ثابت ہو گئی (مؤلف)
 سیدنا عباسؓ اور سیدنا علیؓ ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشتے تھے اور
 جانتے تھے کہ ان صدقات سے استفادہ تقسیم میں جدا جدا اختیارات دئے جائیں
 یہ خلاف احکام ربانی و اسوہ حسنہ رسول اکرم صلعم اور محل صدیق اکبرؓ تھے (مؤلف)

صحیح بخاری پارہ ۱۶ کتاب المنازی

نہیں کیا اسی طرح سیدنا علیؑ کو بھی مال و دولت کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے اور ربا صدقے کا سوال تو اس کے یہ دونوں حضرات متولی مقرر ہوئے اس سے یا قاعدہ استفادہ کرتے رہے بلکہ اس مال و متاع صدقہ پر قائل ہونے کے لئے ایک دوسرے سے لڑ پڑے اور پھر یہ ان حدود اللہ کی پاسداری کس طرح کرتے کیونکہ وہ نہ تو اہل بیت رسولؐ تھے اور نہ آیت تطہیر مخاطب و گرنہ وہ اہل بیت تطہیر ہوتے تو ان کی ذات سے یہ کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ کبھی حدود اللہ سے تجاوز کرنے کی جرأت کرتے۔

بلکہ اہل بیت تطہیر تو ازواج مطہرات بغیر مساکین و صلی اللہ علیہ وسلم اور انہماک المؤمنین ہیں جنہوں نے اپنے اعمال و کردار سے ثابت کیا کہ انہوں نے مرتے دم تک حدود تطہیر سے تجاوز نہ کیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی مال صدقہ کے متعلق روایت ہے کہ

قال صدقت هذا الصدقة
عروة بن الزبير قال صدق
مالك بن اوس انما سمعته
عائشة زوج النبي صلى الله
عليه وسلم تقول ارسل
ازواج النبي صلى الله عليه وسلم
عثمان الى ابي بكر ليسانة
شمن فبا انار الله على

۱۔ زبیری نے کہا میں نے یہ حدیث روایت کی
۲۔ ابن زبیر نے سے بیان کی تو انہوں نے کہا
۳۔ مالک بن اوس نے کہا میں نے اس سے سنا
۴۔ عائشہ نے حضرت عائشہؓ سے سنا
۵۔ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
۶۔ تمہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجا
۷۔ اور انہوں نے ان کے لئے مال صدقہ لیا

رسولہ علی اللہ علیہ وسلم
 فکنت انا اذ وہن فقلت
 لمن الا ستفین اللہ المرءات
 ان الستی علی اللہ علیہ وسلم
 کات یقول لا نوت ما ترکنا
 صدقة یرید بذلک لفسه
 انما یا کل ال محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم فی هذا
 المال فانتھی ازواج الستی
 صلی اللہ علیہ وسلم

پاس کھینے کا ارادہ کیا تا کہ ان مالوں
 سے جو اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ
 وسلم کو پہنچا دیے وہ اپنے آٹھویں
 حصہ ترکہ کا مطالبہ کریں۔ میں نے ان کو
 منع کیا اور کہا کیا تم کو خدا کا خوف نہیں
 تم یہ نہیں جانتیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم فرمایا کرتے تھے ہم پیغمبروں کا کوئی
 وراثہ نہیں ہوتا ہے ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے
 آپ نے اپنے بیٹوں کو مراد لیا۔ اللہ عزوجل کی
 آل اس میں سے کھائے گی یہ سن کر ازواج
 الستی صلی اللہ علیہ وسلم ترکہ مانگنے سے باز آئیں

سبحان اللہ بجز یہ! یہ تھے وہ اہل بیتِ قطیفہ من جن پر صدقہ حرام تھا اور
 جنہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
 صدقے کا کبھی زندگی بھر مطالبہ نہ کیا۔ مگر حضرت علیؑ اور حضرت عباسؑ اور
 ان کے آل و اولاد تو اس صدقے کے نہ صرف متولی رہے بلکہ اس سے استفادہ
 بھی کرتے رہے یہاں تک کہ اس پر قابض ہونے کے لئے چچا بختیار لڑے

۱۷ صحیح بخاری پارہ ۱۷ کتاب المغازی
 ۱۷ یعنی امت مسلمہ

یعنی جس کا ذکر آپ گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے۔

حضرت علیؑ نے آخری دم تک ان صدقات پر حضرت عباسؓ کو قبضہ نہ کرنے دیا بلکہ اپنی آل و اولاد کو ان پر قابض فرمائے۔ یہ روایت ہے۔

(خرودہ) نے بتایا کہ یہ مال صدقہ علیؑ کے قبضے میں رہا انہوں نے حضرت عباسؓ کو اس پر قبضہ نہ کرتے دیا پھر حضرت علیؑ کے بعد حسن بن علیؑ کے قبضے میں رہا پھر حسین بن علیؑ کے قبضے میں رہا پھر علی بن حسین (زین العابدین) اور حسن بن حسن (حسن مثنیٰ) دونوں کے قبضے میں رہا دونوں بادی بادی اس سے استفادہ کرتے رہے پھر زید بن حسن کے پاس رہا اور ان سب کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صدقہ اسی طریق سے رہا۔

انہی تصدقات کا تذکرہ ہذا
الصدقات بید علیؑ منعھا علی
عباساً فظلمہ علیھا ثم کان
بید حسن بن علیؑ ثم بید حسین
بن علیؑ بید علی بن حسین
و حسن بن حسن کلاهما
کانا یتدا و لانا ثم بید
زید بن حسن و وہی صدقۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم حقاً

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ حضرت علیؑ اور ان کی آل اولاد

مال و دولت میں کھلتی رہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات سے استفادہ کرتی رہی۔ لیکن اصل بیت تطہیرؑ پر تو آیت تطہیر کی حدود و شرائط میں مال و دولت کو حرام قرار دیا گیا تھا مگر حضرت علیؑ کی ملکیت میں بارہ گاؤں

۱۷۶ مجمع بخاری پارہ ۱۶ کتاب المغازی

تھے جن کا متولی آپ اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت حسنؑ کو بنا گئے تھے۔
چنانچہ حضرت علیؑ کے مال و دولت کے متعلق بلا باقر مجلسی روایت کرتے
ہیں کہ۔

”جب حضرت فاطمہؑ و اعلیٰ بن ابی طالبؑ تو ان (حضرت علیؑ) کو ان کی اولاد
کو سات مواضع پاتھ لگے“
اور فروع کافی میں ہے کہ

فلما قبض جاء العباس بن عبد المطلب
فيما تشد على عينا السلام وغيره
انما وقف على فاطمة عليها
السلام وهي السلال والعفاف
والحسني والصفاء وما لام ابائهم
والميت والبرقة
پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر ہے کہ حضرت علیؑ کی ملکیت میں ان کے علاوہ شیخ
داؤد القری، بدیمی، بادینی، اور عنقرین کے علاوہ کئی مقام بھی تھے۔ یہ تمام دیہات
حضرت علیؑ نے وفات سے قبل بذریعہ وصیت اپنے اقربا کے لئے وقف کر دیے
تھے اور متولی اول حضرت حسنؑ کو مقرر کیا تھا۔

اس میں ثابت ہوا کہ وہ اپنی بیٹا بن پیمانہ دولت کی محبت و ہوس ناچاہتے

۱۔ حق ایقین صفحہ ۱۸۵
۲۔ فروع کافی جلد ثالث صفحہ ۲۷

اور صدقے کا مال کھانا حرام تھا صرف اہل بیتؑ یعنی اہمات المؤمنینؑ
تھیں جن کو آیت تطہیر میں خطاب کیا گیا تھا جن پر حدود اللہ نازل کی گئی تھیں
اور جنہوں نے زندگی کے آخری لمحے تک ان حدود تطہیر کی پابندی کی۔ تاریخ
گواہ ہے کہ کسی ایک بیوہ رسول مقبول صلعم نے ایک گاؤں تو کیا ایک
درہم بھی ملکیت نہیں چھوڑا بلکہ جو بلاراہ خدا میں لٹا دیا۔

لیکن حضرت علیؑ نے باقاعدہ بارہ گاؤں کی جاگیر چھوڑی حالانکہ جس
وقت آپؑ کا نکاح سیدہ فاطمہ الزہراءؑ سے ہوا تھا اس وقت ایک یہودی کا
پانی بھر کر گزر اوقات کرتے تھے۔ اور سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کے چکی پیستے پستے ہاتھوں
میں چھالے پڑ گئے تھے مگر جب یہ دنیا سے رخصت ہوئے تو ایک لمبی چوڑی
جاگیر میراث میں اپنی آل و اولاد کو دے گئے اس کے برعکس سیدنا ابوبکر صدیقؓ
اور سیدنا عمر فاروقؓ یا وجودیکہ روساء قریش میں شمار ہوتے تھے۔ خلقائے
ممسکت اسلام یہ بھی رہے مگر جب وفات پائی تو خالی ہاتھ دنیا سے تشریف
لے گئے۔ اور آل و اولاد کو صرف خدا کے سہارے چھوڑا ان کے لئے کوئی جاگیر
میراث نہ چھوڑی۔ اور نہ ہی اہمات المؤمنینؑ نے بعد از وفات حسرت آیات
کوئی میراث و جائداد چھوڑی۔

اہل بیت تطہیر کے متعلق آپ خداوند تعالیٰ
کے نازل کردہ حدود و قیود پر ٹھ چکے چنانچہ
مال و دولت کے متعلق ارشاد ہے۔

آیت تطہیر، حدود اللہ اور
مسک سیدہ فاطمہ الزہراءؑ

دے نئی! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَا جِئْتُ

اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی ذیبت
چاہتی ہو تو آؤ تمہیں سلمان دوں
اور تمہیں اچھی طرح رخصت کروں
اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو
اور آخرت کے گم کو چاہتی ہو تو اللہ
تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے
اجر تیار کیا ہے۔

اِنَّ كُنْتُمْ تُرَدُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيٰ
وَرِيْسَتَهَا فَتَقَالِيْنَ اُمَّتِيْكُمْ
وَاَسْرَحُكُمْ سَرَاحًا جَمِيْلًا
وَ اِنْ كُنْتُمْ تُرَدُّونَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهُ وَالسَّآءِ الْاٰخِرَةَ
فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنِيْنَ
مِنْكُمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(الاحزاب ۲۸ : ۲۹)

چنانچہ ان حدود کی تعمیل و تکمیل میں اہل بیت رسول نے زندگی بسر کر دی مگر
مال و دولت کی خواہش تک بھی نہ کی۔ لیکن اس کے بالمقابل سیدہ فاطمہ الزہراء
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی میراث کا دعویٰ کیا حالانکہ آپ کی ازواج مطہرات نے اپنا ترکہ بھی نہ مانگا۔
چنانچہ فروع کافی میں روایت ہے کہ :-

احمد بن محمد نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
سے روایت کی وہ کہتا ہے کہ میں نے
امام صاحب سے ان سات باغیوں کا
حال پوچھا جو قاتلہ علیہا السلام کے
پاس رسول اللہ کی میراث تھے امام صاحب
نے فرمایا کہ میراث نہ تھی بلکہ وقف تھے

عن احمد بن محمد عن ابی
الحسن الثانی علیہ السلام قال
سألته عن الجیطان السبعة
التي كانت ميراث رسول الله
لفاطمة علیہا السلام فقال
لا انہا كانت وقفاً وكان

رسول الله ياخذ اليه ضمما ما
يتفق على اضيائه

اور رسول اللہ اس میں سے اس قدر لے لیتے تھے جو ہمالوں کے خرچہ کو کافی ہو

جس سے اس حقیقت کی وضاحت ہو گئی کہ اگر سیدہ فاطمہؓ اپنی بیٹیاں رسولؐ پر ہیں یا مخاطب آیت تطہیر ہوئیں تو ان پر بھی وہی حدود وارد ہوئیں جو اہل بیت المؤمنین پر ہوئیں۔ چونکہ یہ ان حدود میں شامل ہی نہ تھیں اس واسطے بال و مناع رکھ سکتی تھیں۔ لیکن اگر آپؐ جیسی باسعادت خاتونِ جنت بھی ان حدود میں شامل ہوئیں تو آپؐ سے یہ توقع کرنا کہ حدود اللہ سے تجاوز کریں گی منافی ایمان ہے۔ سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا تھا مگر سیدہ فاطمہؓ الزہراءؓ حدود اللہ سے تجاوز نہ کریں گی۔ سیدہ فاطمہؓ نے ان سات باغات کے علاوہ بھی بلخ فدک کا مطالبہ خلیفۃ الرسولؐ سید صدیق اکبرؓ کے پاس کیا۔

عن عروۃ عن عائشۃ ان
فاطمۃ علیہا السلام والعباس
اتیا ابا بکر یلقضات میراثھما
ارشاء من فداد و سہبۃ
من خیبر فقال ابو بکر سمعت
النبی سلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عروہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپؓ فرمایا کہ فاطمہ الزہراءؓ اور حضرت عباسؓ دو دن ابوبکرؓ کے پاس آئے اور آپؓ کو اپنا ترکہ مانگنے آپؓ کی زمین جو فدک میں ہے اور (پانچواں) حصہ بنو حنیملہ کی آمدنی میں ہے۔

سیدہ زینبؓ، عاتقہؓ، حنیملہؓ، مایہؓ، ملام ابراہیمؓ، بیبت اور برقہؓ

فرماتے ہیں کہ جو ہم راہبیاں چھوڑیں
وہ صدقہ ہے ترک نہیں البتہ آل محمد
(یعنی عاتقہ المسلمین) اس میں سے کیا
سکتے ہیں رہا ذی القربی سے ملوک تو
خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضوں
سے ملوک کرنا اپنے قرابت داروں کے ملوک
سے زیادہ افضل سمجھتا ہوں "

یہ سب اہل بیت رسولؐ نے تو اپنے ترکہ کا مطالبہ تک نہ کیا بلکہ جیہ ازواج
مظہراتؑ نے ارادہ بھی کیا تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے انہیں یاد دلا یا کہ

"تمہیں خدا کا خوف نہیں کیا تم یہ نہیں
جانتیں کہ جس نے صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی ورثہ نہیں
اد جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے"

چنانچہ اہل بیتؑ نے اپنا ترکہ تک بھی نہ مانگا تاکہ حدود اللہ سے
تجاوز نہ ہو جائے

آیت تطہیر کے نزول سے قبل جو حدود	آیت تطہیر اور حدود اللہ اور
اللہ تطہیر کے لیے رب کا اثبات ہے	سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کی وصیت

ناقد و مقرر فرمائے سکتے ان میں حکم تھا کہ اس آیت عبادہ کے نزول کے بعد کوئی
 مخاطب تطہیر اپنی ازواج کو طلاق نہیں دے سکتا اور نہ ہی مزید کسی عورت سے
 شادی کر سکتا ہے اور اگر سیدہ فاطمہ الزہراءؑ خود کو اہل بیت تطہیر سمجھتیں یا اپنے
 خاوند سیدنا علیؑ کو بھی اہل بیت تطہیر میں شامل سمجھتیں تو کبھی ان کو اپنی زندگی
 میں دوسری کسی ایسی عورت سے شادی کرنے کی وصیت نہ فرمائیں جو تطہیر میں
 شامل ہی نہ تھیں بلکہ آپؑ کی وصیت کے مطابق حضرت علیؑ نے سیدہ امامہ
 بنت ابوالعاص سے شادی کر لی۔ روایت ہے کہ

”جب آپؑ (سیدہ امامہ بنت سیدہ زینبؑ و دختر رسالتؐ) سن شعور کو
 پہنچیں تو آپؑ کی شادی کی فکر ہوئی۔ چونکہ فاطمہؑ کا انتقال ہو چکا تھا اور
 حضرت فاطمہؑ کی وصیت بھی یہی تھی کہ میرے بعد حضرت علیؑ کو اللہ وجہہ
 حضرت امامہؑ سے عقد کر لیں۔ اس لئے حضرت امامہؑ کا نکاح حضرت علیؑ
 کو اللہ وجہہ سے کر دیا گیا۔“

آیت تطہیر کے نزول کے بعد مخاطبان
 آیت تطہیر کے لیے آئندہ طلاق
 اور غیر مطہرہ عورتوں سے نکاح حرام

ہو چکے تھے اس لئے آپؑ اگر حضرات حسنینؑ بھی آیت تطہیر میں مخاطب
 یا اس کی حدود و تطہیر میں شامل تھے تو یہ دونوں غیر مطہرہ عورتوں سے نکاح ہی نہیں
 کر سکتے تھے۔ لیکن نہ صرف انہوں نے نکاح کیے بلکہ اپنی ازواج کو طلاق بھی

ایہ صحیحایات مؤلف مولانا نیاز محمد خان صاحب فتح پوریا حصہ ۱۷۸

دیں جنہوں نے ان کے بعد دوسرے لوگوں سے شادیوں کیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان حضرات نے حدود اللہ سے تجاوز کیا (نحوہ باللہ) بلکہ وہ حدود اللہ ان کے متعلق نہیں تھیں وہ تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت رسول کے متعلق تھیں جن کی پابندی صرف ان کے لئے فرض تھی۔

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت قرآنی اور اہل بیت تطہیر اور اہل بیت رسول صرف ازواج مطہرات پیغمبر قرآن صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو امہات المؤمنین ہونے کی حیثیت سے نہ صرف سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کی ماںیں اور حسینؑ کی نانی اماں ہیں۔ بلکہ کل امت مسلمہ کی بھی ماںیں ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے
اہل بیت حدیثی، حدود اللہ اور غلو | اور قرآن حکیم کی تعلیم عین

فطرت کے مطابق ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فی الیسا فعل نہیں کر سکتے تھے جو تعلیم قرآن، سنت اللہ، فطرت اللہ اور حدود اللہ کے خلاف ہوتا۔

تعمد و اندھی تقلید کو پس پشت ڈال کر خود اپنا جائزہ لیں۔ حیب ہم اپنے داماد۔ بیٹی اور ان کی اولاد یعنی اپنے تو اسوں سے پیار کرتے ہیں ان کے حق میں دعائے خیر و برکت کرتے ہیں تو کیا ہم اپنی بیوی یعنی ان کی ماں سے اور نانی سے پردہ کرتے ہیں۔ یقیناً ایسا پردہ کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی ان کی والدہ اور نانی سے پردہ کی ضرورت ہے بلکہ وہ تو خوش ہوتی ہے کہ اس کی بیٹی اور نواسیوں کے حق میں دعائے خیر کی جا رہی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی بیوی

لے حضرت حسنؑ "الذاتی" مشہور ہیں (مؤلف)

یعنی ان کی والدہ۔ ساس اور نانی سے کوئی راز کی بات خواہ وہ وانا۔ بیٹی یا نواسوں کے متعلق ہی کیوں نہ ہو کرتے ہیں تو کیا ان سے پردہ و حجاب نہیں کرتے لیتے کرتے ہیں کیونکہ ان سے پردہ کرنا فطرت انسان اور حدود اللہ میں داخل ہے۔

اس لئے جن سیاتی حضرات نے "اہل بیت" سے متعلق احادیث وضع کی ہیں ان میں چونکہ بعض و عباد و کار فرما تھا اس لئے ان احادیث کو وضع کرنے وقت انہوں نے فطرت اللہ اور حدود اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے چنانچہ احادیث وضع کرتے وقت اہل بیت کے سیدہ فاطمہ صدیقہ سیدہ صفیہ اور سیدہ ام سلمہ اور ان کے خاوند سپہ المرسلین وانا دسینا علیؑ بیٹی سیدہ فاطمہؑ اور نو اسول حضرت حسنینؑ کے درمیان پردہ عائلہ کرادیا ہے جو خلافت فطرت انسانی اور خلافت قوانین قدرت ہے۔

سیاتی حضرات نے تمام صحابہ کرامؓ جن میں سے بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں چچا۔ چچا زاد بھائی۔ سسر وانا و بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؑ کو جو سسر کے آخر تک زندہ رہے ان کو بھی اہل بیت رسولؐ سے خارج قرار دے دیا اور اہل بیت کے حق میں آیت تطہیر نازل ہوئی اور جنہوں نے حدود تطہیر کی پابندی زندگی کے آخری لمحہ تک کی ان سب کو بھی اہل بیت تطہیر سے خارج مشہور کر کے ایک ایرانی نژاد عجمی صحابی حضرت سلمان فارسیؓ کو اہل بیت رسولؐ میں داخل کر کے اپنی عجمیت، غیبت اور عرب و شہنی کا پورا پورا ثبوت دیا روایت ہے

نقوال ابو جعفر ما لا تقولوا
 حضرت محمد باقرؑ کے پاس جب

سلمان الفارسی وکن المحمدی
ذالک رجل منا اهل البيت

سلمان فارسی کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ

سلمان فارسی نہ کہہ بلکہ سلمان محمدی کہو
وہ ایک مزدہے ہم اہل بیت میں سے

چھتن پاک

سبانی حضرات خصوصاً اہل بیت میں سید المرسلین
سیدنا علیؑ، سیدہ فاطمہؑ، سیدنا حسنؑ اور
سیدنا حسینؑ کو شامل کرتے ہیں اور انہیں چھتن پاک کہتے ہیں لیکن
سبانی حضرات کے امام کے مندرجہ بالا الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ سیدنا
سلمان فارسی بھی اہل بیت رسولؐ میں داخل ہیں ایسے ثابت ہوا کہ
چھتن پاک نہیں بلکہ چھتن پاک ہیں۔

سبانی حضرات خصوصاً اور ان کی تقلید میں بعض
مسلمان عموماً یہ نعرہ لگاتے ہیں: "پنج نعرے پنجی"

نعرہ چھٹی

اور ایک نعرہ حیدری "یہ نعرہ بذات خود اس حقیقت کو روز روشن
کی طرح اجاگر کرتا ہے کہ چھتن پاک نہیں بلکہ چھتن پاک ہیں اور
کہاں تو یہ ہے کہ چھتن پاک میں تو سلمان فارسیؑ کو داخل کر دیا
گیا ہے مگر حضرت علیؑ کو چھتن ثابت کیا گیا ہے۔
روایت ہے کہ

"سلمان من اهل بيتي" غری معاورہ کے مطابق اس کا اردو ترجمہ

سلمان من اهل البيت

سلمان من اهل بيتي کتاب اسلام، اہل فارس اور سلمان فارسیؑ میں ملاحظہ
فرمادین (مؤلف)

یہ ہوا کہ "سلمان میرے گھر والوں میں سے ہے" اور "سلمان قرآن میں
 بھی "اہل بیت" کا یہی مفہوم ہے لیکن عجمی لقب میں اہل بیت سے
 پختن یعنی آنحضرت اور حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ الزہراءؑ اور امام
 حسن و حسینؑ مراد ہیں۔ اس معنی میں سلمان "چھٹان ہوتے ہیں"
 "اہل بیٹی" کے متعلق ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں۔

"عجمی (اہل فارس) عموماً اہل بیت کی اصطلاح استعمال کرتے
 اور اس سے مراد پختن یعنی آنحضرت اور حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ
 اور ان کے دو بیٹے امام حسن و حسینؑ ہیں۔ یہ بالکل عرب محاورہ کے
 خلاف ہے۔"

"اہل بیت قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے اور معنی گھر والی
 گھر والیاں ہے۔ لیکن عجمی پر اپنا غم کے اثر کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے
 کہ اہل سنت و الجماعت بھی اس اصطلاح کو عجمی مفہوم کے مطابق استعمال
 کرتے ہیں۔ اس "اہل بیت" نے ایک اور سیاسی اٹھن پیدا کر دی، سلمان
 فارسی ناموں سے کہ کوئی شخصیت ہو لیکن اس کا نام اتنا اچھا لایا گیا
 اکثر روایات اس کی فضیلت کے بارے میں موجود ہیں چنانچہ ایک
 حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے ہاجرین اور انصار
 میں رشتہ و مراخاۃ قائم کیا تو ایک سلمان فارسی باقی رہ گیا۔"

۱۔ مشاہیر اسلام باب سلمان فارسی ص ۱۸۲

بہا جو تھا نہ انصار۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ "سلمان من اہل بیعتی" عام عربی اور روزمرہ میں اس کے معنی یہ ہوتے کہ "سلمان میری زوجہ ہے یا ازدواج میں سے ایک ہے" لیکن عجمی پر پانچویں نے اول تو اسے اہل بیت میں لیا کہ وہ سمجھتے ہیں شامل کیا اس کے بعد اس کی شان میں قرآنی آیت بھی نازل ہوئی۔

وانصرین منہم وہا یلیکتوا بہم (۲۸)

جب اصحاب نے دریافت کیا کہ وہ کون کون کون شخص تھے وہی ہے جس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ۔
"وہ فارسی الاصل سلمان کا ہجوم ہو گا۔ علم اگر تھیا میں ہو گا یا تھی میں وہ وہاں سے بھی لے آئے گا۔"

چنانچہ ایران میں جس کسی نے دعوت نبوت یا امامت کیا اسی حدیث کو سنداً پیش کیا۔ اس حدیث نے ان تمام احادیث کی تردید کر دی جن کی رو سے ہمدی کا ظہور بنو فاطمہ سے ہو گا۔ بعض احادیث کی رو سے بنو ہاشم سے ظہور روایت ہوا ہے۔

ایک محقق تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حدیث کی دنیا میں تو ایرانیوں

مسلمان فارسی اور ایرانی

کو ایک بڑا وسیع میدان مل گیا۔ بے شمار حدیثیں ایرانیوں کی فضیلت میں گھڑ گھڑ کر انہوں نے معتمد صحابہؓ اور تابعین کی طرف منسوب کر دیں۔

مذہب پر روایت کہ عجمیوں (اہل فارس) کا تذکرہ رسول اللہ صلعم کے
سامنے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ان عجمیوں پر تم (عربوں) سے کہیں
زیادہ اشتیاق ہے۔

اور پھر تشریح فرماتے ہیں کہ :-

”اگر انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو بہت زیادہ آسمان پر چڑھا
زہد، حکمت اور علم کی یہ وہ باتیں ان کی طرف منسوب کیں جو کسی دوسرے
عجمی کی طرف منسوب نہیں کی گئیں۔ حتیٰ کہ ان کی عمر بھی عام لوگوں
کی عمر سے زیادہ ہی گھڑی، ان کے متعلق کہا گیا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام
کا زمانہ پایا۔“

اہل فارس اور سلمان فارسیؓ کے متعلق مزید معلومات

کے لئے میری کتاب ”اسلام، اہل فارس اور سلمان

فارسیؓ“ ضرور ملاحظہ فرمائیں جو عجیب و غریب انکشافات

کا مجموعہ ہے۔

صفحہ اول جزو اول صفحہ ۱۷۲

صفحہ ۱۷۳

لیکن ان احادیثِ غیر فطری میں بیوی
جن سے پردہ لازم نہیں اس سے پردہ
کرایا گیا ہے اور اولاد و داماد و نواسے

غیر فطری احادیث اور
خدا و رسول کا فیصلہ

جن سے پردہ فرض ہے ان سے بے پردگی کرا کر امتِ مسلمہ کی عقلوں پر
پردہ ڈالا گیا ہے اور فطرت اللہ کو بدلنے کی کوشش کی گئی ہے، اس واسطے
یہ احادیث موضوع ہیں، ربِّ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

فَعَلَّمْتُ اللَّهَ الَّتِي فَطَرْتَنِي
عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ
ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَكَانَ الْكُفْرُ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۗ

اللہ کی فطرت جس پر اس نے آدمیوں
کو پیدا کیا کبھی بدل نہیں سکتی۔ بلکہ یہ
بیہادین ہے لیکن اکثر آدمی اس سے
بے علم ہیں۔

(الرہم: ۲۹)

اور خداوند تعالیٰ کی فطرت اور سنت میں تبدیلی ناممکن ہے
بلکہ اللہ کی فطرت اور سنت کو بدلنا بے دینی ہے۔ فرمایا
فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا
"تو خدا کی سنت و فطرت میں ہرگز تبدیلی
نہیں پائے گا اور نہ فطرت و سنت اللہ
کو توڑ سکتا پائے گا۔"

(فائدہ: ۴۲)

اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا کے پیغمبر اور سنت و فطرت
اللہ کا عملی نمونہ تھے۔ ان کا اسوہ حسنہ تو کل نسل انسانی کے لئے عملی
نمونہ ہے۔ فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا
اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ
كَثِيرًا (الاحزاب: ۲۱)

وہ جو اللہ کی ملاقات اور قیامت کے
آمد کی توقع رکھتے ہیں ان کے لئے رسول اللہ
کے اسوہ حسنہ میں کامل نمونہ ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سنت اللہ اور فطرت اللہ
کو پھیلانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ مٹانے کے لئے اس لئے آپ کوئی
غیر فطری عمل نہیں کر سکتے تھے لہذا غیر فطری احادیث جو شروع میں ان کے
متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ

خطب التبی صلعم فقال ایہا
الناس ما جاءکم عنی یوافق کتاب
اللہ فاناقلتہ وما جاءکم
یخالف کتاب اللہ فامقلتہ
"سنور نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اگر
میری کوئی حدیث تمہارے پاس پہنچے اور
وہ قرآن کے مطابق ہو تو اسے میرا قول
سمجھو اور اگر مخالف پاؤ تو مسترد کردو۔"

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ
عہا عنہا ہمیشہ ام المؤمنین سیدہ
خدیجہ الکبریٰ کو اپنے سے

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ کا
اعلیٰ مقام اور ترمذی کی الٹ تفسیر

افضل سمجھتی تھیں اور ان کی بہت عزت و توقیر کرتی تھیں۔ فرماتی ہیں
عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت
سیدہ عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ

لے: اصل کافی کتاب العقل جزو اول ص ۱۲۱ مہمانی مہمانی از ڈاکٹر غلام جیلانی برقی

ما غرت علی او را لا ما غرت علی
 غد یحیة من کثرة ذکر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یا ہا قالت
 وتذوہیتی بعد ہا بثلث
 سنین و امرایہ عند
 حیل او جیو یل علیہا
 السلام ان یبشر ہا
 ببیت فی الحینۃ من
 قسب لہ

آپنا کہ حضورؐ کی کسی بی بی پر اتنا رشک
 نہیں آیا جتنا سیدہ خدیجہؓ پر۔ کیونکہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بہت ذکر
 کیا کرتے تھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں
 کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تین سال
 بعد آنحضرتؐ نے آپ سے نکاح کیا اللہ اللہ
 تعالیٰ نے جبریلؑ کے ذریعہ آپؐ کو بشارت
 دی کہ حضرت خدیجہؓ کو اللہ تعالیٰ نے بہشت
 پر منتخبوں کا محل مرحمت فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ نے جہاں قصب کے معنی نو اور درجہ
 کے ہیں وہاں بیت کی تشریح کرتے ہوئے خواہ مخواہ ترمذی کی موضوع
 حدیث کو بخاری شریف کی تفسیر میں داخل کر کے اس کی صحت کو ٹھیس
 پہنچائی ہے، کیونکہ بخاری نے ایسی موضوع احادیث کو کتاب حدیث کی صحت
 کی خاطر اس میں داخل نہیں کیا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں حافظ صاحب موعود فرماتے ہیں۔
 فی ذکر البیت معنی اخوان مرجع
 اہل بیت السنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نہ لفظ بیت کے معنی بعض یہ بھی کرتے ہیں
 کہ خدیجہ الکبریٰ اہل بیت رسولؐ کی اہل ہیں

۱۔ صحیح بخاری پارہ پندرہواں کتاب المناقب باب فقنا تل خدیجہؓ

لما شئت في تفسير قوله تعالى
 انما يريد الله ليذهب عنكم
 الرجس اهل البيت قالته اسلمة
 لما نزلت دعاء النبي فاطمة
 وعليها والحسن والحسين فجلدهم
 يكسا وقال اللهم هؤلاء
 بيتي الحديث اخرج الترمذي
 وغيره ومرجع اهل بيت هو
 الاء الى خديجة لان الحسين
 من فاطمة وفاطمة بنتها
 وعلي نشأ في بيت خديجة ثم
 هو صغير ثم تزوج بنتها بعد
 فظهر رجوع اهل البيت النبوي
 الى خديجة دون غيرها

اور مرجع میں اور اہل بیت تطہیر فرمادے ہیں جی
 کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی جیسا کہ ام سلمہ
 سے روایت ہے کہ حضور نے چادرا ڈرھا کہ
 فرمایا کہ یہ ہیں میرے اہل بیت، اور
 ترمذی وغیرہ میں ہے کہ اہل بیت تطہیر کی
 مرجع سیدہ خدیجہؓ ہیں کیونکہ حسینؓ
 سیدہ فاطمہؓ سے ہیں اور سیدہ فاطمہؓ
 سیدہ خدیجہؓ کی دختر ہیں اور حضرت
 علیؓ نے بیت خدیجہ میں پرورش پائی۔
 پھر آپؐ کی دختر سیدہ فاطمہؓ سے شادی
 ہوئی، پس ظاہر ہوا کہ اہل بیت نبوی
 کا اصل خدیجہؓ ہیں۔ اس میں ان
 کے سوا اور کوئی بی بی
 داخل نہیں

عذر فرمایا آپ نے حافظ صاحب موصوف نے ترمذی کی اس مودوع
 حدیث کو بخاری جیسی جامع کتاب کی تفسیر میں جگہ دے کر کیا اس کی صحت کو
 ٹھیس نہیں پہنچائی اور ترمذی صاحب نے اس حدیث کو قرآن کریم میں

فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ باب ترمذی النبی خدیجہ وغضبا صفحہ ۹۲
 مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ھ

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود و تطہیر پر اسے پورے کھے بغیر حدیث میں ہرگز
 دے دی اور اس کی تفسیر بھی اُلٹ کی ہے یعنی حضرات حسنینؑ سیدہ فاطمہؑ
 اور سیدنا علیؑ کے درجات و تطہیر کی نسبت سے امام المؤمنینؑ سیدہ خدیجہ الکبریٰؑ
 کا درجہ ہے اور اہل بیت تطہیر کی اصل میں ورنہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی وجہ سے ان کا کچھ مقام نہیں۔ استغفر اللہ۔ اس کا مقصد
 تو یہ ہوا کہ ان بزرگوں کی نسبت و درجات کی وجہ سے ہی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں ورنہ کچھ بھی نہیں، لیکن امت مسلمہ کا ایمان ہے
 کہ "اکیترے دم سے باقی ہے نام و نشان ہمارا۔"

حالات سیدہ فاطمہؑ، سیدنا علیؑ اور حضرات حسنینؑ کے درجات نسبت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہیں ورنہ اگر آپ کی نسبت سے
 ان کو الگ کر دیا جائے تو ان ناموں کے لاکھوں مسلمان مرد، عورت اور
 بچے تھے اور ہیں مگر ان کا وہ مقام نہیں ہو سکتا جو ان کا نسبت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ اور سب سے مقدم تھا کہ آپ کی اندوچ مطہرات
 بیٹیاں، نواسے، نواسیاں اور داماد آپ پر ایمان لاتے اور آپ کے
 امتی کہلاتے، اور بعد اللہ کی پابندی لازم تھی، ورنہ حضرت نوحؑ کا
 بیٹا بھی غیر امتی ہونے کی وجہ سے جہنم رسید ہوا۔ اور نبیانت کی وجہ سے
 ان کی بیوی دوزخ میں گئی۔

”اور نوحؑ کے بھائی اور عرسا کیانے رب
 میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے (اور میرا دل بچا کا ہے)“

وَتَأْتِي نُوْحٌ رَّبَّهُ فَيَقُولُ اِنِّ
 ابْنِي مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وِعْدَكَ الْحَقُّ

وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْعَالَمِينَ ۚ قَالَ يَنْفَعُ
إِنَّكَ لَيْسَ مِنْ أَمَلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ
غَيْرُ صَادِقٍ فَلَا تَسْأَلُنَّ مَا لَيْسَ لَكَ
بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعْطَيْتُكَ أَنْ تَكُونَ
مِنَ الْمُجْرِمِينَ ۚ

(سورہ صافات: ۱۸۱)

اور فرمایا

ضَرِبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا
أَمْوَاتٌ لَوْ حَيُّوا لَأَمْرَاتٌ لَوْ طِيبَ
كَتَبَتْ تَحْتَهُنَّ عَنُودٌ مِّنْ عِبَادِنَا
صَالِحِينَ فَمَا تَمَّهَا فَلَمْ يَخْتَلِئَا وَهَمَّ
مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَ قِيلَ ادْخُلَا النَّارَ
مَعَ أَوْلَادِكُمْ ۚ (التَّحْرِيمُ: ۱۰۰)

امدیرا وعدہ سچا ہے اور توبہ سے پشیمان
حاکم ہے۔ فرمایا کہ نوح! وہ تیرے لہلہ میں
سے نہیں اس کے کام میں سو جس بات کا
تجھے علم نہیں اس کی بابت ہم سے نہ پوچھ
میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں
میں سے نہ سوچے۔

”اللہ نے کافروں کے لئے ایک مثال بیان
کی ہے وہ نوح کی عورت اور نوح کی عورت
کی مثال ہے کہ دونوں عورتوں میں دو
نیک بندوں کے نکاح میں تھیں سو ان عورتوں
خیانت کی پس وہ دونوں بندے اُن عورتوں
خدا کا عذاب نہ ہٹا سکے۔“

اور پھر محدث کہتے ہوئے بھی تمہاری کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آیت تطہیر
میں اللہ تعالیٰ خطاب کن سے کر رہا ہے، کن کہ ہر دو تطہیر کا پابند ٹھہرا رہا ہے
اور سینکڑوں سال بعد حدیث تدوین کہتے ہوئے ان بزرگان دین کی پیروی
کا بھی جائزہ نہ لیا کہ حدود تطہیر کی پابندی پر کون کون ثابت قدم ہے
لازمًا جن پر ان کی پابندی لازم تھی ان کو پابند رہنا چاہیے تھا اور جن پر
ان حدود تطہیر کی پابندی فرض نہ تھی ان کے لئے ان کی بجا آوری کی کو

پابندی یا قید نہ تھی۔

لیکن بخاری نے اہل بیت سے متعلق حدیث کسا میں صرف حضرت انسؓ کی روایت کو بخاری شریف میں درج کیا ہے جس میں آیت حجاب کے نزول کا ذکر ہے اور جس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے سیدہ عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "السلام علیکم یا اهل البيت واجمعة اللہ" اور اس حقیقت کی وضاحت فرمائی کہ اہل بیت تطہیر کون بزرگ ہیں اور آپ کو ازواج مطہرات کو "اہل بیت" سے خطاب کرتے وقت کسی چادر یا پردہ اُدھا کر دھا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

کمال توبہ ہے کہ ترمذی نے ام المومنین خدیجہ الکبریٰ کے سوا باقی تمام ازواجِ بنتی کو اہل بیت رسولؐ سے خارج قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ آیت تطہیر کے نزول کا زمانہ ۹ھ سے ۱۰ھ تک ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ تو قبل ہجرت ہی وفات پا چکی تھیں اس لئے وہ آیت تطہیر کی مخاطب کس طرح ہو سکتی ہیں، لیکن امت مسلمہ کا یہ ایمان ہے کہ ازواجِ بنتیؓ میں افضل ترین تھیں اور اہمات المومنین تھیں۔ چونکہ آیت تطہیر کا خطاب اہمات المومنینؓ کو ہے اس واسطے بعد از وفات حضرت آیات وہ بھی اس میں داخل و مخاطب تھیں اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے تو ان کے اس مقام کا پتہ دیا ہے جو ابھی خود ان کے حاصل نہیں تھا

یعنی خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام کے ذریعے بشارت دی کہ ام المومنین خدیجہ الکبریٰ کا بہشت میں گھر ہو گا اور مرجان کے ہے اور وہی کے متعلق رب کائنات عار و تقطیر کی پابندی کے تمام میں اہل بیت کو بشارت دیتا ہے۔

وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ
وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ
وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ
وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ
وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ
وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ
وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ
وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ
وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ
وَأَنَّ كُنُوزَ جَنَّاتِ جَنَّاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ

حضرت ام المومنین

خدیجہ الکبریٰ

اے شریف و اشرف ام المومنین! تجھ پر سلام

اے بہشت جاودانی کی مکیں! تجھ پر سلام

راز دارِ مصطفیٰ تو، سیدہ امت کی تو

عظمتیں تیری محافظ، پاسباں عظمت کی تو

باغ کی کایوں کا وصف معتبر ہو ہی تو۔

عورتوں میں سب سے پہلی مومنہ تو ہی تو۔

چب ہوا غارِ نر سے نورِ قدسی کا ظہور
 پہلے تیرے ہی ضمیر پاک پر چمکا وہ نور
 سر زمینِ کفر میں گویا ہوا جب ساڑھتی
 سب سے پہلے تیرے کانوں میں پڑی آواز حق

تو نے صدقے کر دیا اسلام پر مال و منال
 تیرے ایشیاِ مسلسل کی نہیں کوئی مثال
 تیرا سینہ صبحِ فاریاں کا تھبتی خانہ تھا
 سب سے پہلے جو ہوا روشن تر کا شاتھا
 مانتے تھے واجبِ تعظیم سب فرشتی تجھے
 دماہرہ کہتے ہیں اب بھی فرشتی و عرشی تجھے

تو بیپیر کی انیسہ، نورِ فیتقہ نور کی
 نازہ کرتی ہے ترے دامن پر سجلی طور کی
 حضرت خیر الوریٰ کی اولیں نام میں تو
 عالم نسواں ہے روشن جس سے وہ قانونس تو
 بارہا گھر میں تم سے نازل ہوتے روحِ الایٰ
 خم ترے در پرستہ اب تک آسمانوں کی ہیں
 تجھ کو غیرت دی نہ دے صاحبِ لاکھ سے
 آپ کو اولاد دی تیرے ہی بطنِ پاک سے

تو نے عثمان و علیؓ سے پائے دینا و جلیل
 اک زمیں پر جنتِ حق، دوسرا حق کی دلیل

تیری عزت خود رسولِ دوسرا کرنے سے ہے

تا دمِ آخر تیرے حق میں دعا کرتے رہے

تو تھی بیادوں کا پردہ، یکسوں کا راز تھی

تیرے دل کی ہر صدا اسلام کی آواز تھی

جنتِ علم و عمل ہے اُسودا اعلیٰ ترا

حشر تک ماننے کی احسانِ ملت بیضا ترا

تیری روحِ پاک پر حوروں کی بستی کے سلام

تیرے مدفنِ پیموں صبیح و شام ہستی کے سلام

مختصر کجرا تھے

اور پھر ان موضوعِ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان

مبارک سے بار بار آیتِ تطہیر کے الفاظ نکلوا کر دعا مانگائی گئی ہے جس سے ان کے

ان الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ان بندگوں یا کسی اور کے مشق

کبھی دعا نہیں مانگی جس کی قبولیت کے طور پر رب کائنات نے وہی الفاظ

آیتِ تطہیر میں نازل کر دیئے ہیں۔ بلکہ آپؐ کی زبان مبارک سے آیتِ تطہیر کے

الفاظ "انما یرید اللہ لیزہب عنکم الریحین اهل البیت و يطہر

کم۔ تطہیروا" نکلا کر سیدہ فاطمہؓ، سیدنا علیؓ اور حضراتِ سینینؓ کے لئے دعا

تطہیر کر کر اس حقیقت کا سہا بیوں نے اعتراف کیا کہ ان الفاظ کی مخاطب تو

صرف اہبات المؤمنین ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی ازواج مطہرات کو اہل جن سے پاک کر دیا ہے اسی طرح سے سیدہ فاطمہ یعنی ان کی بیٹی اور داماد اور نواسوں کو بھی جن سے پاک کر دے اور مزید برآں حضور کی زبان مبارک سے ازواج مطہرات کو "انک الی الخیر" نکلوا کہ اس حقیقت کی مزید وضاحت بھی کرادی کہ اہبات المؤمنین تم تو پہلے ہی انعامِ تطہیر سے نوازی جا چکی ہو۔ بلکہ میں تو تمہارے مقام کی مشابہت سے ہی ان کے لئے دعا کر رہا ہوں۔

خلافتِ اسلامیہ کے دو وعیدار
تھے ایک منصور عباسی اور دوسرے
محمد النفس زکیہ جو حضرت حسن بن

نسبت رسول اللہ اور منصور خلیفہ
عباسی کا محمد النفس زکیہ کو جو اب

علیؑ کی امہ الام سے تھے، ان دونوں حریفوں میں جو خط و کتابت ہوئی وہ ابن خلدون نے قلم بند کی ہے، قریش کے ان دونوں خاندانوں کا تعلق بنو ہاشم سے ہے اور ان دونوں کو قریش منصور نقیب ہے دیکھئے وہ نسبت کے متعلق ایک دوسرے کو کیا کہتے ہیں :-

محمد النفس زکیہ ہاشمی اپنے چچا زاد بھائی منصور عباسی کو کہتے ہیں کہ :-
"ہمارا باپ علی وصی اور امام ہے (محمد النفس زکیہ حضرت ابی امام حسن بن علیؑ کی تیسری پشت میں ہے) کسی کا سلسلہ قریش ایسا نہیں جیسا کہ ہمارا اس نسبت اور فضیلت کا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم پر شرف دیا ہے اور ہم گنہگار ہوا ہے۔
ہمیں ہیں ہمارے والد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سلامت میں، علیؑ جو

سب سے پہلے اسلام لائے، انہوں نے سب سے پہلے نماز پڑھی اور لڑکیوں میں بہتر و خیرترین رسول اللہ میں اور
 ان میں فاطمہ سعیدۃ النساء عالمین ہیں۔ دین اسلام میں حسن اور حسینؑ جو ان
 جنت کے سردار ہیں، میں باعتبار نسب بہترین بنی ہاشم ہوں۔ مجھ میں کسی
 عجمی کا میل نہیں اور نہ ہی میں کینزک زادہ ہوں اور نہ میرے سلسلہ نسب
 میں یہ عیب ہے شرف سے میرے آباء و اجداد اور اہل بیت ممتاز چلے آئے
 ہیں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا مرتبہ سب سے اعلیٰ و ارفع ہے (آنحضرتؐ
 اور میں اس کا فرزند ہوں جس کو دوزخ میں کم تر عذاب ہے یعنی ابوطالب
 اب ان کے جواب میں منظور عباسی کا جواب ملاحظہ فرمائیں :-
 تمہارے خمر کا دار و مدار صرف عورتوں کی قربت پر ہے اور یہ ابلہ فریب
 باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چھپاؤں، یا پیل، عصیہ اور ولیوں کی طرح
 نہیں بنایا بلکہ چچا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے، بلکہ کتاب اللہ میں قریب ترین
 ماں پر اس کو مقدم کیا ہے۔ یہ دعویٰ محض نظر ہے) اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کی
 قربت کا پاس کرتا تو آمنہ (والدہ آنحضرتؐ) ان میں سے اقرب اور سب سے
 بڑھ کر حق والی ہوتیں اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ

۱۔ معلوم ہوا کہ فاطمہ الزہراءؑ کے علاوہ حضرت کی اور بھی صاحبزادیاں تھیں (مؤلف)

۲۔ ابن خلدون مرتبہ اور دو جہت سوم صفحہ ۵۹، تاریخ کامل ابن اثیر جلد پنجم مطبوعہ مصر، شمارہ

۳۔ اس سے مراد سیدہ فاطمہ الزہراءؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (مؤلف)

نے اپنی مشیت سے ان لوگوں کو بگڑ گئے پیدا کیا اور تم نے فاطمہ ام ابی طالب اور اس سے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ اس کا کوئی لڑکا اور لڑکی اسلام سے بہرہ ور نہیں ہوئے اور اگر اللہ تعالیٰ کو مردوں میں سے کسی کو بوجہ قربت رسول اللہ و ائرد اسلام میں داخل کرنا منظور ہوتا تو عبد اللہ (والد آنحضرتؐ) کو یہ شرف عطا ہوتا۔ بے شک وہ دنیا اور آخرت میں بہتر تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دین میں جس کو چاہا داخل فرمایا اور فرماتا ہے کہ انشاء لا نقدی من اجبت ولكن ما لله یهدی من یشاء وهو اعلم بالہدیین (بیشک جس کو تو چاہتا ہے ہدایت نہیں کر سکتا مگر اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے) جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مبعوث فرمایا، اس وقت آپؐ کے چار چچا زندہ موجود تھے۔ جب اندر عشیرتک الاقربین نازل فرمائی تو دونے اسلام قبول کیا (حزقہ اور عباسؓ) اور ان میں سے میرا باپ عباسؓ ہے اور دو (ابی طالب اور ابو لہب) نے انکار کیا اور ان میں سے ایک ابی طالب تمہارا باپ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کا سلسلہ ولایت آنحضرتؐ سے منقطع کر دیا اور آنحضرتؐ اور ان میں سے کوئی تعلق عزیز داری اور ذمہ اور میراث قائم نہ کیا اور تمہارا وہ خیال خام ہے کہ تم خیر الانسار (ابی طالب) کے بیٹے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے میں کوئی صغیر نہیں ہوتا اور شر میں کوئی بہتر نہیں ہوتا اور کسی مرد مومن کو زیب نہیں دیتا کہ کسی دوزخی کی اولاد ہونے پر فخر کرے اور قریب ہے کہ تم خود دوزخ میں جاؤ گے، ارشاد الہی

ہے جو قریب تر زمانہ میں ظالم جان لیں گے کہ وہ کس انقلاب کی زد میں
 ہیں؟ تم نے لکھا ہے کہ حسن کا عبد المطلب سے دوہرا معاملہ قرابت سے
 یہ شک خیر الاولین والآخرین رسول اللہ ہیں۔ آپ کو ہاشم اور عبد المطلب
 سے صرف ایک پدری تعلق تھا۔ تمہارا یہ زعم کہ تم بہترین بنو ہاشم ہو اور
 یہ کہ تمہارے آباء و اجداد و اہل و عیال ان میں زیادہ مشہور تھے اور یہ کہ تم
 کنیزک کا لگاؤ نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کل بنو ہاشم سے آپ کو
 متفخر بنا دیا ہے۔ غور کرو و تفت ہے تم پر۔ کل اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے
 تم حد سے بڑھ گئے ہو اور تم نے اس سے بڑھ کر اپنا فخر جتایا ہے جو ذات و
 میں تم سے افضل تھا رابیعہ بن ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلعم جو ماریہ قبلیہ کے
 بطن سے پیدا ہوئے اور بالخصوص تمہارے باپ کی اولاد میں سے کوئی اول
 سوائے کنیزک زادوں کے نہیں، بعد وفات رسول اللہ تم میں علی بن حسین
 (امام زین العابدین) سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور وہ کنیزک نہ
 تھے اور کچھ شک نہیں کہ ان کا مرتبہ تمہارے دادا حسن بن حسین سے بڑا
 اور ان کے بعد تم میں سے محمد بن علی کی مثل کوئی نہیں ہوا اور ان کی داد
 کنیزک تھیں اور جعفر تم سے بہتر ہے، تمہارا دعویٰ ہے کہ تم رسول اللہ کے
 بیٹے ہو قطعاً غلط ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ما کان محمد اباً احدا
 من رجالکم" (یعنی محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں) اور
 لوگ تو انحضرت کی لڑکی کے لڑکے ہو اور بے شک یہ قرابت قریبیہ
 مگر اس کو میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ یہ ولایت کی وارث ہو سکتی ہے

اور نہ اس کو امامت جانتے ہے، تمہارے باپ علیؑ نے اس کی ہر طرف سے
خوابش کی تھی۔ فاطمہؑ کو دینہ زردوشن نکالا اور دینہ پر وہ ان کو بیمار کیا
اور رات کے وقت دفن کر دیا۔ باپ ہمہ لوگوں نے ابو بکرؓ اور ان کے بعد
عمرؓ کے سوا کسی کو منظور نہیں کیا اس میں مسلمانوں میں اختلاف نہیں ہوا
کہ نانا اور ماموں اور خالہ مورث نہیں ہوتے۔

تم نے علیؑ کے سابق الاسلام ہونے پر فخر کیا ہے اس کا پورا پورا
کہ رسول اللہؐ نے بوقت وفات ابو بکرؓ کو امام بنا یا۔ لیکن ان لوگ ایکس کے
بعد دوسرے کو امام بناتے گئے اور علیؑ کو منتخب نہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی ان
چھ بزرگوں میں سے تھے جن کو عمرؓ نے نامزد کیا تھا۔ آپ کو خلافت کے
لائق نہ سمجھا۔ عبدالرحمن بن عوفؓ نے عثمانؓ کو ان پر مقدم کر دیا، طلحہؓ
اور زبیرؓ آپ سے لڑے (جنگ جمل میں) اور سعدؓ نے آپ کی بیعت سے
انکار کیا اور معاویہؓ کی بیعت کر لی، تمہارے باپ نے خلافت کی تمنا کی
اور لڑے (جنگ صفین میں) اور آپ سے آپ کے مصاحب علیؓ کا ہوا
اور حکمین زعمرو بن العاصؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ مقرر کرنے سے پہلے ان کے
ہوا خواہ (خواج) آپ کے استحقاق میں شک و شبہ کرنے لگے، حکمین نے
آپ کی مسزولی پر اتفاق کر لیا۔ پھر آپ کی شہادت کے بعد حسنؓ خلیفہ ہوئے۔

۱۰: جب حضرت علیؑ جویریہ بنت ابو جہل سے شادی کرنے لگے تو وہ دربارِ نبویؐ صلعم
میں حاضر ہوئیں اور سیدنا علیؑ کی شکایت کی اور دوسری دفعہ سزا لہ قذک کیلئے سیدنا ابو بکرؓ
صدیقؓ کے دربارِ خلافت میں بھیجا (مؤلف)

امامت اور خلافت کو معاویہؓ کے ہاتھ کپڑوں اور روپوں کے عوض فروخت کر دیا اور اپنے بدخواہوں کو معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ پس اگر تمہارا اس میں کچھ حق بھی تھا تو تمہارے باپ نے فروخت کر ڈالا اور قیمت وصول کر لی پھر تمہارے چچا حسینؓ نے ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر خروج کیا ان لوگوں نے آپؐ کو قتل کیا۔ غرما کی ڈالیوں پر سولی دی۔ آگ میں جلایا، شہر بدر کیا، ہم نے تمہارے خون کا بدلہ لیا اور ہمیں ان کی املاک کا مالک بنایا۔ تمہارے باپ داوا کا نام بلند کیا اور فضیلت دی۔ کیا تم اس احسان کے ذریعے ہمیں معقول کرتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ ہم لوگوں کی بزرگی آیا یا جاہلیت (بعثت آنحضرتؐ سے پیشتر) حجاج کو پانی پلانے (سقاہ) اور ولایت زمزم پر محضرتی۔ تمہارے باپ علیؓ نے اس مستحقان کے بارہ میں ہم سے جھگڑا کیا۔ عمرؓ نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ آنحضرتؐ کے بعد بنی عبدالمطلب میں سے کوئی شخص سوائے عباسؓ باقی نہ تھا۔ اس لئے وراثت چچا کی طرف منتقل ہو گئی۔

اس خط و کتابت سے نسبت اور قربت رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسے حقائق آشکار کئے گئے ہیں جن کے متعلق مزید کچھ عرض کرنا باعث کو طول دینا ہے۔ مگر سابق حضرات نے اجماعاً وضع کرنے وقت جہاں حدودِ تطہیر

۱۔ مشاہیر اسلام صفحہ ۳۰ تا ۳۱، تاریخ ابن خلدون مترجم اردو حصہ

سوم حاشیہ صفحہ ۶۳، کامل ابن اثیر جلد ۵ مطبوعہ مصر۔

لا خیال نہیں کیا وہاں اہل بیت قرآنی پر اہل بیت حدیثی کو فضیلت دینے کی بھی جستجو کی ہے اور ان موصوع احادیث کی اس قدر نشر و اشاعت کی کہ متشابہات محکمت سے بدل گئے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وہی ہے جس نے سچ پر کتاب اتار دی اس میں حکم آیات ہیں جو کتاب کی اصل ہیں اور کچھ متشابہ ہیں پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو اس میں سے متشابہ میں اختلاف چاہتے ہوئے اور یہ چاہتے ہوئے کہ ان کی من مانی تاویل کریں ۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ (ال عمران: ۶)

خدا ہمیں محکمت اور متشابہات کے سمجھنے کی توفیق بخشنے۔

حضرت رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات یعنی اہل بیتؑ تطہیر :-

آیت تطہیر، حدود اللہ جن کی اہل بیت رسولؐ پابند رہیں

احبات المؤمنینؑ سن شادی سن وفات بیوہ مخدیں یا باکرہ

- ۱۔ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد ۳۱ سال قبل ہجری ۳۳ سال قبل ہجری بیوہ
- ۲۔ " " سودہ بنت زمعہ ۳۳ سال قبل ہجری ۳۲ھ
- ۳۔ " " عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق ۳۳ سال قبل ہجری ۵۶ھ باکرہ

۴	۳۵	۳۳	اسم المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق
۵	۳۳	۳۳	زینب بنت خزيمة
۶	۳۱	۳۰	ام سلمہ بنت ابی امیہ سہیل
۷	۲۲	۲۵	زینب بنت جحش
۸	۵۰	۵۰	جویریہ بنت حارث
۹	۲۲	۲۶	ام حبیبہ بنت ابوسفیان
۱۰	۱۵	۱۵	میمونہ بنت حارث
۱۱	۵۰	۵۰	صدیقہ بنت حی بن اخطاب
۱۲	۱۶	۱۶	ماریہ قبطیہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری شادی ۳۵ھ میں کی اس کے رب کائنات نے اہل بیت رسول کو پاک و مطہر فرمانے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ شادی کرنے اور موجودہ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کو بھی طلاق دینے سے قطعاً منع فرما دیا بلکہ حرام قرار دے دیا اور جس طرح آپ کو رحمت للعالمین فرمایا۔ اسی طرح آپ کے اہل بیت کو اہل بیت المؤمنین قرار دیا۔ کیونکہ ماں محبی اولاد کے لئے رحمت خداوندی ہوتی ہے اور ان اہل بیت کی تطہیر کا رتبہ بڑھانے کے لئے فرمایا۔ **يُنَسِّئُكَ الرَّسُولُ يَكْفُرُ مِمَّنْ بَدَّ مِنْكُمْ** اہل بیت رسول! تم اور عورتوں کی طرح ہمیں ہو۔ یعنی تمہارا وہ نساء العالمین سے افضل ترین ہے۔ اور رحمت مسلمانان کی تطہیر و فصحت پر جس قدر بھی مختصر کرے کم ہے۔

اہل بیت تطہیر کہ آیت تطہیر کے انعام و اکرام سے نوازے سے،
 قبل سے کائنات نے کچھ حدود و قیود بطور آزمائش ان پر جاری کئے اور
 جب وہ ان کی پابندی میں راسخ پائے گئے تو ان کی تطہیر کا اعلان تمام
 کرتے ہوئے فرمایا "یرید اللہ" یعنی اللہ ارادہ کر چکا ہے اور جب اللہ
 کسی امر کا ارادہ کرے تو دنیا کی کوئی طاقت اس ارادے کی سدا راہ نہیں
 ہو سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو والد محترم کا سایہ ہر
 پر نہیں تھا۔ بچپن میں ابھی سننے بھی نہ پائے تھے کہ والد محترم خالق حقیقی
 سے جا ملیں۔ مگر ارادہ خداوندی ہی تھا کہ اس بے مثل یتیم کو خاتم النبیین
 جیسی نعمت و فضیلت سے مالا مال کر دیا جائے اور آپ کو وہ کامیابی
 نصیب ہوئی جو کسی نبی کو نصیب نہ ہوئی۔

لیکن باوجودیکہ کسی انسان کو ارادہ خداوندی میں دخل نہیں مگر سبائی
 مفسدین نے ہر معاملے میں ارادہ خداوندی اور شہادت ربانی کے خلاف واقعات
 و آیات تراش کر انہیں جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر روایات و
 حکایات تراشتہ وقت ہی وہ اللہ کا خیال انک نہیں کیا۔ صورت زبانی ایمان
 لانا کافی نہیں۔ جب تک عمل صالح سامق نہ ہوں۔ زبانی جمع خرچ کسی کام
 کے نہیں چہا نچہ ان حدود اللہ کو یہ غور پڑھیں۔ جو اہل تطہیر سے نازل
 ہوتے۔

۱۔ "اہل بیت تطہیر تمام امت مسلمہ کی مائیں ہیں" (یعنی اہل بیت المؤمنین
 کے القاب سے نوازے گئے ان پر طلاق مانگنا اور بعد از وفات بیہوشی و سادات

امتی (بیٹے) سے شادی کہ حرام قرار دے دیا گیا۔

۲۔ اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامانِ دوں اور اچھی طرح رخصت کروں۔ "یعنی اگر تم دین سے دنیا کو مقدم سمجھتی ہو اور مال و دولت کی ہوس میں مبتلا ہو تو مال و دولت لے کر رخصت ہو جاؤ۔ تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؑ کہلانے کا کوئی حق نہیں کیونکہ جب رفیقِ حیات نے فقر و فاقہ میں صبر کیا ہے تو رفیقِ حیات کو بھی فکر و فاقہ کا خیر مقدم کرنا چاہیے اور زندگی تو ہی چین سے گزرتی ہے اگر خاوند بیوی ہم مسلک ہوں)

۳۔ "اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو۔ تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے " یعنی اگر تم دین کو دنیا پر مقدم سمجھتی ہو اور خدا و رسول کی حقیقی معنوں میں محب بنتا چاہتی ہو تو فقر و فاقہ قبول کرو اور تمہاری اس قربانی کا پھل خدا تمہیں ایسے کا جو آج تک نساء العالمین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا اور تم کو تمام دنیا کی عورتوں پر فضیلت دی جائے گی)

۴۔ "اے نبی! کی بیوی! جو کوئی تم میں سے کھلی بے حیائی کرے اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے " یعنی اے اہل بیتؑ رسول اگر تم کسی قسم کی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرو گی تو تمہیں دوہرا عذاب دیا جائے گا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت، قرب اور سفارش تمہارے کسی کام نہ آئے گی تمہیں کوئی سفارش حسد و اللہ کے سجادوں

پہ عذابِ خداوندی سے نجات نہیں دلا سکتی اور پھر تم تو نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ہو۔

۵۔ اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور نیک عمل
کرتے گی ہم اس کو دوسرا اجہ دیں گے اور ہم نے اس کے لئے عزت
کی روزی تیار کی ہے؛ (یعنی اگر تم اللہ کی حدود کی پابندی اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے نیک اعمال
کرو گی تو تمہیں اس کا اجہ بھی دوسرا دیا جائے گا)

۶۔ "اے نبیؐ کی بیبیاں تم اور عورتوں کی طرح بہتیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اختیار
کرو سو نرم آواز میں بات نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ وہ جس کے دل میں
ہمباری ہے طمع کرے اور نیکی کی بات کہو" (یعنی تمہارا درجہ
نساء العالمین سے افضل ترین ہے)

کیونکہ تم سب سے افضل ترین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ازواجِ مطہرات ہو تمہارا اسوۂ حسنہ بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرح لاثانی ہونا چاہیے تاکہ امت مسلمہ کو نجیب العرفین
ہونے کا فخر نصیب ہو)

۷۔ "اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی بجا طہیت کی طرح بناؤ ستکار

۱۔ بعض سیاحی مسدین نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر یہ بودا الزام دیا ہے
تو اس نے کہا کہ وہ گھر میں ٹھہرنے کی بجائے جہل میں کیوں تشریف لے گئیں، مال نکور نکور دیا
پتہ حدیث نمبر ۱۰۰

دکھاتی پھرو۔ یعنی جس طرح زمانہ بیاہلیت میں عورتیں اپنا بناؤ سنگار
دکھاتی پھرتی تھیں اس سے گہرہ گہرہ اور یہ دکھاؤ اعدائے کی سب سے بڑی
گزوری ہے۔

۸۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
کرو۔ یعنی احکام ربانی کی بجا آوری میں ہمہ آن کی نشان دہی۔ اور
اسوۂ حسنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل رہو یعنی جس طرح
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدود اللہ کی شدت سے پابندی کرتے

تھے عاشرہ ۱۰۔ حدود اللہ میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ تم اپنا حسن اور
بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو۔ یہاں صرف زیبائش حسن و بناؤ سنگار سے روکا گیا ہے نہ
صرف اللہ کی بجا آوری سے اور جمل میں تو آپ بیعت رضوان کی تکمیل میں قوساً
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے تشریف لے گئے تھیں۔

آیت "وقسروا فی بیوتکم" کے مطابق گھروں میں ٹھہری رہو کا یہ مطلب
تو نہیں کہ حج نہ کرو یا نماز نہ پڑھو یا جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ نہ لو یہ سب
عبادات ہیں اور انہیں بجالاتے ہی کا حکم ہو رہا ہے بوقت ضرورت اعدائے
صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افراد سونے کہ خود سیرہ فاطمہ الزہراء میدان جنگ
نشر عین سے گئیں تھیں۔ مدارج النبوة میں لکھا ہے فاطمہ الزہراء چون ایں آ
(الذات شہیدہ، قد قتل) شہید دست پر سر زنان از جہانہ پیر روی دوید۔ الخ
(مدارج النبوة جلد ۲ ص ۱۶۶) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرہم پی فرمائی
باقی ص ۲۰۶ پر

تم بھی اسی شدت سے اُن کی پابند رہو۔
 چنانچہ جب ان حدودِ اربعہ پر اہل بیتؑ کے اُصول کو رپا کا ثبات سے کا رہند
 اور عامل و کچھ تو انعاماتِ ربّانی سے نوازتے ہوئے اپنے ارادہ کیوں
 ظاہر فرمایا۔

إِنَّمَا يُوَدِّعُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
 اللَّهُ صَغِيرًا ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اے نبیؐ کی

بقیہ ص ۲۰۷ سے :- (بخاری غزوہ احد جلد ۳ ص ۱۰۱) بعض دفعہ حلب منسخت کا
 خیال انسان کو گھر سے نکلنے پر مجبور کرتا ہے جیسا کہ سیدہ فاطمہ الزہراءؑ باغِ فدک
 کے مطالبہ کے لئے گھر سے نکلیں اور بقدرِ حضراتِ سپاہیہ آپؑ نے سب صحابہؓ
 کے رو بہ و سیدنا عمر فاروقؓ کا گریبان پکڑا اور اپنی طرف کھینچا (کافی)
 اور یہ فدک کیا تھا اصول کافی کے صفحہ ۲۵۵ پر ایک ٹیبل اور پیت لکھی گئی ہے
 جس میں حضرت ابو الحسنؑ میں سے حضرت خلیفہ ہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق مکالمہ
 کیا ہے اس میں تحریر ہے

فقال له المهدي يا ابا الحسن جدّ
 هالي فقال جدّ متها جيل احدا
 جدّ متها عرفيش مصر و جدّ متها
 سيف البحر و جدّ متها رومة الجندل
 فقال له كل هذا قال نعم يا
 امير المؤمنين هذا كلمة فقال
 كثيرا انظر فيها

”ہدی نے کہا اے ابو الحسن فدک کی حد بتائیے
 انہوں نے بتایا کہ ایک کنارہ اس کا کوہِ احد
 ہے اور دوسرا عربیش، مصر، ایک گوشہ ہند
 اور دوسرا دریا جندل، ہدی نے پوچھا کیا یہ
 سب فدک ہے انہوں نے بتایا ہاں، امیر المؤمنین نے
 کہا یہ تو ایک وسیع و طویل ملک ہے اور میں اس
 میں غم نہ کر رہا ہوں گا۔“

(مؤلف)

الرَّحِيمِ أَهْلُ الْبَيْتِ وَيُطَهَّرُونَ
گھر والیوں! وسادس کو دور کر دے

کہہ تطہیراً (الاحزاب: ۳۳) اور تمہیں بالکل پاک صاف کرے

اور تاریخ شاہد ہے کہ ازواجِ مطہراتِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے جس ایمانداری اور خلوصِ دل سے ان حدودِ اللہ کی پابندی کی وہ کوئی

نہ کر سکا اور وہ حدودِ تطہیر کی پابندی کیوں نہ کرتیں اس واسطے کہ وہی

مخاطب و شاملِ تطہیر تھیں۔ ان پر تو ان حدودِ اللہ کی پابندی اسی طرح

فرمن تھی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمن تھی۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مصائبِ تواریخِ النبیؐ پر داشت کہیں

فقر و فاقہ کی زندگی پر قناعت اہل بیتؑ رسولؐ کہیں۔ عودت کی جو سبب

بڑی خواہش زد و خواہرا اور زیب و زینت ہے اُس کو ہمیشہ کے لئے غیر

کہہ کہ درویشانہ زندگی بسر کریں تو انہماکِ المؤمنینؑ بعد از وفاتِ حسرتِ آہ

پنجمیر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیوگی پر صبر و تحمل سے زندگی گزاریں

اہل بیتؑ رسالہ کتابِ علی اللہ علیہ وسلم اور جب ان امتحانات کے بعد انعام

اکرام کے لئے آیتِ تطہیر نازل ہو تو ان حدودِ اللہ پر پابند رہنے والوں

تو پس پشت ڈال دیا جائے اور انعامِ تطہیر سے سیدنا علیؑ اور آلِ علیؑ

کو الال کر دیا جائے۔ یہ تو وہی معاملہ ہوا جس طرح امتحان کے لئے محنت کیے

کوئی اور اسے نفل کر کے اس کے نمبر کسی غیر مستحق کو دے کہہ پاس کر دیا جائے

یہ بے اعتدالی اور سفارش و غیرہ ہم و پیاداروں میں چل سکتی ہے مگر ذرا

تو باندی ایسی سفارشوں سے پاک و مبرا ہے وہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتی

فرماتا ہے :-

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ
وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ

(الزلزال: ۷، ۸) کی ہے وہ اسے دیکھے گا

(قیامت کے روز) جس نے ذرہ بھری کی ہے
وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ بھری

لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ امت مسلمہ نے خدائی فیصلہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر خود ہی نتیجہ مرتب کرنے کی جسارت کی ہے اور احادیث وضع کرتے وقت تطہیر کے متعلق حدود اللہ اور ان کی پابندی کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مگر حدود اللہ اور حدود تطہیر کی پابندی صرف سیدانکرتین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت یعنی اہل بیتین کے سوا کسی ایک نے بھی نہیں کی اس لئے آیت تطہیر کے مخاطب اور شامل صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات ہیں جو کل امت مسلمہ کی مائیں ہیں۔

اُمّ المؤمنین سیدہ حفصہ رضی
عنہا

مصنّف کراچی

السلام کے دستِ فاروقِ عظیم السلام
السلام کے وارثِ خلقِ مکرم السلام

توسلہ کی نگہ سے ہجرت دینِ حق کی راہ میں
آگنی پھر رحمتِ عالم کی حسابوہ گاہ میں

حق تعالیٰ نے تمرا اعزاز کامل کر دیا
 اہمات الموبین میں تجھ کو شامل کر دیا

دل بیتِ مصطفیٰ کی رکن سر کردہ ہے تو
 کیوں نہ ہو، آغوشِ فاروقی کی پروردہ ہے تو

حق نے بچھا تھا تجھے پیدار دل، روشن دماغ
 عالم نسواں میں تیری ذات ہے مثلِ چراغ

تو سرِ ابا خیر و خوبی تھی، صداقت کیش تھی
 خیر خواہ ملتِ بیضا تھی، خیر اندیش تھی

اختلاف و تفرق سے سخت نفرت تھی تجھے
 ایمان و دل سے بھی ہوا محبوب سنت تھی تجھے

جوہرِ حلم و حیا سامانِ زینت تھا تو
 مثلِ دامنِ سحر، دامنِ سیرت تھا تو

تیرے کاشانے سے الہامی ضیائیں لی گئیں
 نتجے سے متعدد حدیثیں بھی روایت کی گئیں

عمر بھر تو پیکرِ صبر و رضا بن کر رہے
 محرمِ قدرتی رہی، ہمدانِ پیغمبر رہے

کچھ صحابہ پر نہ تھا موقوف تیرا احترام
 پاس کرنے تھے تیرا خود حضرت خیر الامم

تیرے مداحوں میں شامل ہیں جناب جبرئیل
ہے یہی کافی تری توقیر و عظمت کی دلیل

تیری قسمت کا ستارہ اتنا روشن ہو گیا
تیرا حجبہ خود نسبتی گلہ ایمن ہو گیا

مسترف تیرے شرف کی اُمتِ معلوم ہے
تجھ سے جو رکھتا ہے بغض، ایمان سے محروم ہے

تو ہے اُمّ المؤمنین، فردوس ہے تیرا مقام
رہنمیں تیری لحد پر، تا ابد تجھ پر سلام

اُمّ المؤمنین سیدہ جویریہ بنت الحارث

مقطر گجراتی

یہ خاتون گرامی قدیم جو غیرت کا پیکر تھی
رہیں مصطلق کی دفتر فرزندہ اختر تھی

یہ اک مژدے میں قیدی بن کر آئی تھی حقیقت یہ

ہلی پھر ثابت ابن قیس کو مالِ غنیمت میں

معتد میں لکھا تھا اس اسیری کا ستم سہنا
مگر دل پر گراں گزرا کینزوں کی طرح رہنا

زہرِ قدیہ ادا کرنے کے رہائی مل تو سکتی تھی
بظاہر یوں کلی منہوم دل کی کھل تو سکتی تھی

مگر کیسے تھا کم، دامن ہتی تھا، ماتھے خالی تھا
نہ سنگی تھا نہ ساتھی تھا، فقط اللہ والی تھا

بالآخر دل میں غم، لب پر حدیثِ بدعا لے کر
رسول اللہ کی خدمت میں آئی التجا یہ کہ

سنی جب عسکون کون و مکان نے وارث اس کی

زہرِ قدیہ ادا کرنے کے بدل دی کائنات اس کی

ایسے آزاد فرما کر مقامِ نبوت بخشا

پھر اس کی آزاد پر اس کو فخر نہ و حیت بخشا

صحابہ نے بھی آفاتِ دو عالم کی رضا پا کر

اسیروں پر کیا احسان انہیں آزاد فرما کر

یہ نبوتِ حارث اس صورت سے رحمت کا سبب ٹھہری

پیغمبر کی رفیقین کے عنوانِ ادب ٹھہری

خبر حسن دم سنی حارث نے اس عقدِ مکرم کی

نبوت پر دلا تسلیم کرنی فخرِ آدم کی

بہر صورت یہ ام المومنین عظیم کی حامل ہے

جیسا ہے، خالق میں، ایمان میں طاعت میں کامل ہے

یہ اہل بیت ہے قرآن پر تفسیر کی رو سے
یقیناً طاہر ہے آیہ تفسیر کی رو سے

فیوض علم و حکمت اس حجر سے پھرتے ہیں
روایت ابن عباس اور جابر اس کو کہتے ہیں

تقدس پوچھئے اس کا حرم کے پاسباؤں سے
سلام اس پر فرشتے بھیجتے ہیں آسمانوں سے

اُمّ المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

مفسر کجراتی

عرب کے نامور سردار ابوسنیاء کی بیٹی
امیر شام کی خواہر، گرامی شان کی بیٹی

رہ اسلام میں ہجرت کی سختی جھیلنے والی
فقط حق کے لئے کرب بلا سے کھیلنے والی

مقدمہ ہو چکا تھا جس کا اُمّ المؤمنین ہونا
بالفاظ دیگر ہمدانہ ختم المرسلین ہونا

بشارت بالقب غیبی سمجھنے نے خواب میں پائی
کتاب اللہ کی رو سے جو اہل بیت کہلائی

تکابح پاک میں جس کو ملی تھے شاہ نجاشی
فلک سے جس یہ کی فردوس کی خوردوں کھپانٹی

جسے قرآن نے اعزازِ اُمّ المؤمنین بخشا
جسے اللہ نے عزت عطا کی، فہم دیں بخشا

نہ چھوڑا جیتے حیا و امانِ تسلیم فرما جس سے
بڑی عزت سے پیش آتے تھے، فخر ان نبیا جس سے

رسول اللہ نے جس پر یہ لطف خاص فرمایا
ابوسفیان کے گھر کو بھی دارالامن ٹھہرایا

وہ اُمّ المؤمنین صحابہ کرتے تھے ادب جس کا

ملائک آج بھی درجہ بنتے ہیں روز و شب جس کا

نبیؐ کی دیگر ارواح مکرم جس کے راضی تھیں
دعائیں جس کی بلیت کے شریکِ حال و ہمائی تھیں

سلام اس پاک اُمّ المؤمنین کے فرق و دامن پر
خدا ہی رحمتیں سایہ کٹاں ہیں جس کے مدفن پر

اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہ بنت ابی

مضطر گجراتی

پر لیشیاں ہو گئی جب نفروہ خیر کی صف بندی
مسلمان آگے غالب یہ توفیقِ خداوندی

اک اک قلعہ قبضہ ہو گیا جب حق شعاہوں کا
تکبیر مل گیا مہج میں حبیب تلبیس کا

بمندانہ گراں اموال حق کو شہد کے ہاتھ لگتے
کوئی قیدی بھی ازراہ غلبت جن کے ساتھ آتے

قریب کی ربیبہ خاص عزت جس کو حاصل ہوئی
خدا کی شان ان جنگی گرفتاروں میں شامل تھی

رسول اللہ نے چاہا کہ اس ذاتوں قیدی کو
کنیزی میں عطا کر دیں کسوف غازی صحابی کو

صحابیہ نے کہا یہ دختر سردارِ شبیر سے
حضور اس سے اگر خود عقد فرمائیں تو بہتر ہے

یہ ہی صورت ہے قائم جس میں نہتہ ہے وقتا رسوں کا
اثر اس کے قیدی پر پڑے گا خوشگوار اس کا

رسول اللہ نے اس پیدا اسے آزاد فرمایا

پھر اس نے آپ کی مہر تہ بننے کا شرف پایا

یہ ام المومنین یعنی حرم سرکارِ بظاہر کی

نشانی خاندان حضرت ہارون و موسیٰ علیہ السلام

عبور و باجمیت، کم سخن، خود دار، فہمیدہ

حلیمہ، صابرہ، دانا، سخی، قیاض، سنجیدہ

وہ جس نے دل کو حدیثِ ماسوائے کر دیا خالی
 رسول و پڑھانے جس پہ محبت کی عبادتِ ڈالی
 جسے تو قیرو عظمت کی سند بخشی ہے قرآن نے
 سمجھ کر فرضِ عزت کی ہے جس کی اہل ایمان نے
 وہ اہل بیتؑ جس پیمانہ فرماتی ہے معصومی
 وہ جس کی شان میں کسر ادب جنت سے محرومی
 محبت و الہانہ تھی رسول پاک سے جس کو
 سلام آتے تھے اکثر بدیہۃً افلاک سے جس کو
 سلام اس پہ درجیت کھٹا ہے جس کی تربیت میں
 رہے گی جو ابد تک سایہ دامنِ رحمت میں

بخاری میں اہل بیتؑ کے متعلق جو حدیث
 ہے وہ بالکل قرآن حکیم کے مطابق ہے
 اور آیتِ تطہیر کے مخاطب حضرات

آیتِ تطہیر، حد و اللہ اور
 اہل بیتؑ

اہل بیتؑ کے متعلق ہے لیکن ترمذی اور دیگر محدثین نے اہل بیتؑ سے متعلق
 مورخوں سے حدیث کو بھی درج کر دیا ہے۔ بخاری میں روایت ہے کہ۔

عن انس قال بعثت علی النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم بزیت اینه بخش
 بخش سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
 نے شادی کی تو (ولیمہ میں) گوشت روکا

تیار کیا گیا، میں لوگوں کو دعوتِ طحا میں
 کے لئے بھیجا گیا، کچھ لوگ آئے اور کھا کر علی
 چلے پھر دوسرے لوگ آئے اور کھا کر چلے
 میرے سب کو دعوتِ نبوی کوئی باتی نہ رہا
 آخر میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! اب تو کوئی
 باقی نہیں رہا (سب چلے گئے) صرف تین شخص
 گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم آٹھ گھنٹے حضرت عائشہ کے حجرہ پر گئے فرمایا
 اے اہل بیت! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ حضرت عائشہ
 نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور پوچھا
 آپ نے اپنے اہل یعنی بیوی کو کیسے پایا، اللہ آیت
 کو برکت دے اسی طرح آپ نے اپنی سب سے بیٹی کے
 حجرہ کا دورہ کیا اور سب کو حضرت عائشہ کی طرح سلام کی
 اور سب نے عرض کیا حضرت عائشہ کی طرح آپ کو جواب
 دیا اس بعد جب آپ لوگ کہائے تھے اے اللہ کہ وہی
 تینوں شخص باتیں کر رہے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مزاج میں بہت شرم و حیا تھی آپ پھر
 دوبارہ حضرت عائشہ کے حجرے کی طرف چلے گئے

داعیاً فیحیی قوم نیا کلون و
 یحذرون ندعوت حتی ما احدا
 احدا ادعوتک یا نبی اللہ ما
 احدا احدا ادعوتک قال ارفعوا
 طعامکم ولقی ثلثہ دھطی یحدثون
 فی البیت فخرج النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم فانطلق الی حجرۃ عائشہ فقال
 اسلام علیکم اهل البیت ورحمۃ اللہ
 فقالت وعلیک السلام ورحمۃ اللہ
 کیف وجدت اهلك یاربک اللہ لک
 تقربى حجر سائہ کلہن یقول لہن
 کہا یقول لعائشہ ویقتل لہ کہا
 قالت عائشہ ثم رجع النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم فاذا ثلثہ دھطی فی البیت
 یحدثون وكان النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم شدیداً بجیاء فخرج منطلقاً
 نحو حجرۃ عائشہ فما ادراک اخبثہ

اے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی اندامِ مطہرات کو اہل بیت فرمایا اہل بیت
 کے ساتھ کو عمل فرمادیا ہے (مولف)

اذا خيرات انقوم نوجوا فصرح
 حتى اذا وضع ركبته في اسكفة
 البيا داخله و اخرى خارجه
 ارضي السند عيني و دبيلة و انزلت
 اية الحجاب
 مجھے یاد نہیں اس کے بعد یہاں تک کہ اس کے
 آپ کو خبر دی کہ وہ نیکوں آدمی چلے گئے ہیں
 اس وقت آپ نے اسے اور دروازے کی دہلیز کے
 ایک پاؤں اندر اور ایک باہر تھا کہ آپ میرا اور اپنے
 درمیان پردہ لٹکا دیا اور پھر آیت حجاب نازل ہوئی

حدیث مذکور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کس قدر جامع
 اور عین آیت تطہیر کے مطابق ہے۔ حضرت انس کے الفاظ کس قدر واضح ہیں
 باوجودیکہ وہ نبی کے گھر میں پہلے تھے بچوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے مگر حجاب
 آپ اہل بیت تطہیر کے حجرے میں داخل ہوئے تو حضور نے اپنے اور ان
 کے درمیان پردہ لٹکا دیا اور پھر آیت حجاب نازل ہوئی۔

یہ تھی وہ اصل حدیث جس میں اہل بیت تطہیر جن کے لئے ان کے
 رفیق حیات خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چادر تطہیر تھی۔ جب
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حجرے میں داخل ہوئے تو گھر کے بچوں سے
 بھی پردہ کیا گیا لیکن جب تک آپ حضرت انس کے پاس گھومتے پھرتے ہیں
 پردہ عائل نہ ہوا۔

مگر سبانی حضرات نے جو احادیث تراشیں وہ اس حدیث سے
 مستفاد ہیں۔ یعنی داد رسول سیدنا علیؑ و دختر رسول اللہ سیدہ فاطمہ الزہراءؑ

اور حضراتِ محبینؑ رسول اکرم صلیعم کے نواسے جن سے پر وہ ضروری تھا ان کو چادر میں داخل کر دیا اور ان کی مادی کو چادر سے باہر رہنے دیا اور خود مہات المومنینؑ کے منہ سے مندرجہ بالا اہل بیتؑ نا علیؑ کو اہل بیتؑ رسولؑ کہلوا یا بلکہ رسول اللہ صلیعم کے منہ سے اپنی ازواج یعنی اہل بیتؑ کو اہل بیتؑ تطہیر سے خارج کر دیا۔ مگر قرآن پاک کی کسوٹی پر سوائے حضرت انسؓ کی حدیث جو بخاری میں درج ہے اور کوئی حدیث بھی ٹوپی نہیں آتی۔ سب مرفوعہ عجیب و غریب ہیں۔

سب سے بڑھ کر خود سیدنا علیؑ اور اہل بیت علیؑ کا عمل و مسلک ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو حدودِ تطہیر نازل فرمائیں انہیں ان حضرات کی پابندی نظر نہیں آتی ہے جو اس حقیقت کا یقین ثابت ہے کہ اگر یہ حضرات بھی آیت تطہیر کے مخاطب ہوتے تو کبھی بھی ان حدود اللہ سے تجاوز نہ کرتے جن عند اللہ حدودِ تطہیر کی پابندی خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اہل بیتؑ نے اپنی وفاتِ حسرت آیت تک کی۔

دعا نمبر ایک التجا ہے جو خالق کائنات کی بارگاہ میں اس وقت کی جاتی ہے جب کسی چیز کے حصول کی تمنا ہو یا اس چیز

اہل بیتؑ پر شہادت اور رسول اللہ صلیعم کی دعا

کے لئے مانگی جاتی ہے جو حاصل نہ ہو اور جو چیز پہلے ہی موجود ہو اس کیلئے دعا کی کیا ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ جناب رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کل انبیاء سے افضل ہے جہاں اور انبیاء کے مقامِ تعینت کی انتہا ہے وہاں سے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کی انتہا نہ آتی ہے۔ شی اسرار السبل

میں حضرت موسیٰ کو جو مقام نصیب ہے وہ کسی پتھر کو نصیب نہیں۔ لیکن
حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے شرح صدر کے لئے بارگاہِ ربانی میں دعا
کرتے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝
وَاَنْسِلْ لِي لِسِي ۝
مِنْ تَسْبِيحِ ۝ (طہ : ۲۸ : ۲۹)

”دعا کی لئے رب! میرا سینہ کھول دے اور
میرا لہجہ آسان کر اور میری زبان کی گروہ
بھی کھول دے۔“

مگر ذاتِ باری تعالیٰ پیغمبرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات
کا ذکر یوں فرماتا ہے۔

اَلَمْ يَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا
سُرَّتَكَ ۝ وَذَرَرَةً ۝ اَلَّذِي اَلْفَقْنٰ
ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرًا ۝

”کیا دے محمد! تم نے میرا سینہ نہیں کھول
دیا اور ہم نے تجھ پر سے تیرا بوجھ اتار دیا۔
جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی اور تیرے ذمہ کا
آوازہ بلند کیا۔“

(الانشراح : ۲۸)

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل بیت کی تطہیر کے لئے
آیتِ تطہیر کے نزول کے بعد کہیں دعا مانگنا نہ پڑھی بلکہ انہیں اطمینانِ قلب
نصیب ہو گیا کہ رب کائنات نے جس طرح آپ کو کل کائنات کے مردوں
پر فضیلت بخشی ہے اسی طرح آپ کی اولاد پر عظمت کو کل جہاں کی
عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور ایک مرد کو حیب یہ یقین ہو جائے
کہ اس کی رفیقہ حیات صرف اسی سے بہت کم ہے اور اس کی تابعداری
میں دنیا کے ہر قسم کے عیش و آرام کو پرہیزگاہ سمجھتی ہے جیسا اس آدمی کی

خوشی اور اطمینان قلب کا اندازہ تو لگائیں۔ انسان اپنے اہل بیت و اہل خانہ کے لئے دن رات محنت مزدوری کر کے کمائی کرتا ہے اور اگر اس کی اہل بیت اس کی چادرِ تطہیر کو چھو کر کسی دوسرے کی چادرِ نجس میں جانے کی عادی ہو تو وہ انسان زندگی پر موت کو ترجیح دے گا۔ اس کی یہ محنت، دولت، دوکان و مکان کس کام کے جیب اس کو اپنے اہل بیت ہی سے چین و سکون نصیب نہ ہو۔

مگر رب کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی میں آپ کے اہل بیت کو امہات المؤمنین قرار دے دیا، خدا آپ کو انہیں طلاق دیتے سے اور ان مسئلہٴ عورتوں کے علاوہ کسی اور عورت سے شادی کرنے سے بھی روک دیا اور ان کے درجات کو اس قدر بلند فرمایا کہ "تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو" اس سے جو سکون قلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا ہو گا اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے، ہمیں تو دن رات اسلام قرآن، پیغمبر اسلام، امہات المؤمنین اور جانثاران اسلام پر گنڈا چھاننے ہی میں مرزا آتا ہے۔

رب العزت نے آیتِ تطہیر میں خطاب کیا۔
صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپہا کی اندراجِ مطہرات کو فرمایا ہے۔

آیتِ تطہیر حدود اللہ
اور وصنی احسانیت

اور انہیں پر حدودِ تطہیر قرار دی ہیں۔ اور صرف انہیں نے حدودِ تطہیر کی پابندی کی ہے۔ چنانچہ ان حدودِ اللہ کی پابندی اور ان پر قائم رہنے کے

انعام میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیتِ تطہیر نازل فرمائی۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّيسَ وَالْهَلَالَاتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيرًا (الاحزاب، ۳۳)

اللہ مصیبتِ ارادہ کو چکا ہے کہ تم سے اے نبی
کی گھروں والیوں و سائے میں گھروں کو دور کرے اور
تمہیں بالکل پاک صاف کرے۔

لفظ اہل بیت ہر زبان میں بیوی کے لئے مستعمل ہے۔ فارسی میں
اہلِ خمارہ عورت کو کہا جاتا ہے، ہندی میں گھر والی کو کہتے ہیں اور پھر ہم
۔ و زمرہ اپنی بدل چال میں اہل بیت گھر والی یعنی بیوی کے لئے ہی استعمال
کرتے ہیں۔ مثلاً جیب دو دوست یا بھائی ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے
پوچھتے ہیں۔ کہ بھائی آپ کی بچی کیسی ہے، لڑکے کا کیا حال ہے۔ آپ کے
گھر سے کیسے ہیں۔ یہاں آپ کے گھر سے، کہنے سے ہر کس و تا کس کی
یہی مراد ہوتی ہے کہ آپ کی رفیقہ حیات یا اہل بیت کیسی ہیں، اہل
سے کبھی کسی نے داماد، بیٹی یا لڑکے سے مراد نہیں لئے۔ بچاری بیٹی کی تو
کئی ذات ہی نہیں ہوتی، جیب بیٹی کسی کے ساتھ بیاہ دی جاتی ہے
تو اب وہ ان صاحب کی اہل بیت ہوگی جن کی زوجیت میں وہ چلی جائے
ہیں اور نواسے بھی اپنے حقیقی باپ سے منسوب کئے جائیں گے۔ یہاں
تک کہ نواسوں کی ذات بدل جاتی ہے، ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں
کہ ایک صاحب قریشی ہیں اور ان کی قریشی صاحبزادی کسی شیخ صاحب
یا بیٹ صاحب یا مھٹی صاحب کے ہاں آگے بیاہی جاتے تو اب اس بچی
سے ان صاحب کی جو اولاد پیدا ہوگی وہ تو اپنے باپ کی ذات ہی سے

منسوب ہوگی نہ کہ نانا صاحب کی ذات سے۔ اب وہ پچھے شیخ، بیٹ
یا بھٹی ہی کہلائیں گے نہ کہ قریشی۔ تو جناب جب کسی کے ہاں بیاتھے
سے نانا کی ذات تک سے یہ تعلق ہوتا پڑتا ہے تو بیٹی اور نولے خواہ بیٹا
کے باپ یا نانا کے اہل بیت رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ^{جیسے حضور}
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے نواسیاں حضرت عثمان اور حضرت ابوالحسین
سید پیدا ہوئے اموی ہی کہلائے یا شمی نہ کہ لائے۔

اور گذشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ خالق کون و مکان
نے قرآن حکیم میں اہل بیت کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے استعمال
کیا ہے اور اس وقت کیلئے جب کہ ان کے ہاں کوئی اولاد بھی پیدا نہ ہوئی
تھی بلکہ فرشتے حضرت ابراہیم کی بیوی کو اولاد کی بشارت دیتے ہوئے
فرماتے ہیں:-

التعجبین من امر اللہ رحمة اللہ
ویرکاتہ علیکم اهل البیت انه
حمید مجید (ہود: ۷۶)

”کیا تو خدا کے حکم سے تعجب کرتی
ہے۔ اے ابراہیم کی گھر والی اہل بیت تم
پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں“

اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ”بیت“ کا لفظ زلیخا
کی طرف منسوب کیا ہے۔

اے سیدہ نامہ بنت ابوالعاص جو اموی تھیں اور رسول اللہ کی نواسی تھیں
سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد سیدنا علی کی زوجیت میں آئیں (رواقت)

دَرَأَدَتْهُ الْبَتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا

اور جس عہدت (زلیجا) کے گھر میں وہ

(ریوسف: ۲۳)

(حضرت یوسفؑ) بیٹھا تھا اُس نے ارادہ کیا

اور غزوہ احد کا ذکر کرتے ہوئے لفظ "اهلك" اللہ تعالیٰ نے

سیدہ عائشہؓ مدیقہ کے چہرہ کے لئے استعمال فرمایا ہے۔

وَاذْعَدُّتَ مِنْ أَهْلِكَ نَبِيًّا

"اور جب تو نے نبیؐ

الْمُؤْمِنِينَ مُقَاعِدُ لِلْقِيَامِ

سے نکلا اور مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانے

(ال عمران: ۱۱۷)

پر بٹھلانے لگا

اسی طرح مطلقہ عورت کے لئے بھی یہ لفظ "بیت" قرآن حکیم نے

استعمال کیا ہے حالانکہ وہ اُس گھر والے سے طلاق لے چکی ہوتی ہے مگر

عِدَّتُكَ كَأَنَّهَا مَقْصُودَةٌ بِهَا

اے نبیؐ جب تم (عامۃ المسلمین) عورتوں

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ

کو طلاق دو۔ تمہا نہیں عہدت کے وقت

مُطَلَّقُوهُنَّ لِحَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا

طلاق دو اور عہدت گنتی کرو اور اللہ

الْحَدَّ جِ وَالْقَوَالَ اللَّهُ رَمِيكُمْ

سے ڈرو جو تمہارا بیٹھا ہے انہیں گھروں

لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بَيْوتِهِنَّ

نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں۔

وَلَا يَخْرُجْنَ - (الطلاق: ۱)

دیکھئے ہر جگہ "بیت" کا لفظ گھر والی کے لئے بولا گیا ہے اور پھر حضرتؐ

نے خود اپنی ازواجِ مطہرات کے لئے لفظ اہل بیتؑ ہی فرمایا۔ حضرت انسؓ

سے مروی حدیث آپؐ ملاحظہ فرمائیے کہ آپؐ جب حضرت عائشہؓ کے

پیر سے پیر تشریف لے گئے تو فرمایا:۔

سلام علیکم اهل البيت و
صحة الله

خدا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو اہل بیت سے گھر والی یا ازواج
مراد لیتے ہیں مگر مخلوق جن کا علم و عقل محدود ناقص ہیں وہ اہل بیت سے
راؤ گھر والی یا ازواج کے علاوہ دوسرے احباب کو شامل کرتے ہیں۔ اب کس
تا بیداری کی جائے خدا اور اس کے رسول کی یا مخلوق کی اور امت کی
لیکن تمام مخلوق اور خصوصاً امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ خدا اور اس
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کی تابعداری کو مقدم
سمجھے۔ وہ موضوع احادیث جن میں حدود اللہ کا خیال نہیں رکھا گیا
بذرا کہ نہیں ملاحظہ فرمائیں:-

عن ام سلمة ان النبي صلى الله
عليه وسلم حبل علي وحسن
وسين وناطمة ثم قال اللهم
فولاعر اهل بيتي وخاصتي
اذهب عنهم الرجس وطهر
هم تطهيراً فقالت ام سلمة
يا رسول انما سمعتك انك

دائم المومنين ام سلمة سے روایت ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حسن
اور حسین اور فاطمہ کو چادر اوڑھائی اور دیکھا
کی خدایا یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے
خاص لے اللہ اور کہاں سے رجس کو اور
پاک کر ان کو۔ ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
کیا میں بھی اس چادر میں شامل ہوں فرمایا

لہ بخاری کتاب التفسیر بابہ انمیزان تفسیر سورہ التزاب

تو تحقیق پہلے ہی خیر ہے۔

اس حدیث میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ جس طرح میری اذواج کو تو نے اپنے ارادہ، مرقی اور خوشی سے مطہر و پاک فرمایا ہے میری التجا ہے کہ تو میرے دادا و حضرت علیؑ کو میرے نو اسون حضرت حسینؑ اور میری بیٹی سیدہ فاطمہؑ الزہراءؑ کو مطہر و پاک فرما لیکن جب ام المومنین اہل بیت رسولؐ ام سلمہؓ نے اپنے متعلق عرض کیا کیا وہ بھی اس چادر میں داخل ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ "اذاک علیٰ خبیر" یعنی آپ بھی نیکی پر ہیں مقام خود ہے کہ جب حضرت علیؑ، حضرات حسینؑ اور سیدہ فاطمہؑ الزہراءؑ منقلبان آیتِ نظیر تھے تو ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا قطع کیوں کر بنا پڑی اور پھر جب خود مخیر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ حدود اللہ متعلقہ تطہیر کی پیروی نہ ان حضرات پر لازم ہے اور نہ ان متعلق۔ تو پھر اس علم کے بعد بھی حضورؐ ان کے لئے دعا و سفارشِ تطہیر کس طرح کر سکتے تھے۔ جبکہ حضرت اسامہؓ نے جس وقت فاطمہ بنت اسود کی سفارش کی تھی کہ چوری کی سزا میں ان کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر آپؐ نے حدود اللہ کی پابندی کے متعلق فرمایا :-

حدود اللہ کی پابندی کے متعلق فرمایا :-

تستنج فی حد من حدود اللہ ثم

قام فاقطب ثم قال انما اهلك

تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے باقی

میں سفارش کرتے ہو پھر آپؐ کھڑے ہوئے

اور خطبہ دیا کہ تم سے پہلے لوگ اسی نئے ہلکے
ہوتے کہ ان میں اگر امیر آدمی چوری کرتا
تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب
آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے
اللہ کی قسم! اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ بھی چوری کئے
تو میں ضرور اس کا ماتھہ کاٹ دوں۔

الذین قبلكم انهم كانوا اسرق
فيهم المثلثات فزكوة و اذا
سرق فيهما الفحيف اقتاموا
عليه الحسن و ابر الله لوان
فاطمة بنت محمد سرقت
لمطعت بيدها

اللہ اکبر! سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم خود کس قدر حدود اللہ کے پابند
تھے فرماتے ہیں کہ اگر میرے دل کا ٹکڑا فاطمہ بنت محمدؑ بھی چوری کرے تو
خدا کی قسم میں اس کا ماتھہ بھی ضرور کاٹ دوں گا۔ جہاں ایسے پیغمبر سے یہ توقع
کی جاسکتی ہے کہ اس علم کے ہوتے ہوتے بھی کہ مذکورہ بالا حضرات کیلئے
حدودِ تطہیر کی پابندی لازم نہیں۔ کیونکہ نہ تو وہ مخاطب
آیتِ تطہیر تھے اور نہ ہی اہل بیت رسولؐ اور نہ ہی ان پر حدودِ تطہیر کی
پابندی لازم و فرض تھی۔ اہل بیت رسولؐ تو اہمات المؤمنین تھے جو مخاطب
شامل آیتِ تطہیر تھے۔ جن پر حدودِ تطہیر کی پابندی فرض تھی اور جنہوں
نشانِ حدودِ اللہ کی پابندی اس وقت تک بڑے خلوص، ایمان اور تقویٰ
سے کی جب تک وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملیں۔

اور پھر حدودِ اللہ میں آپ سفارش کس طرح کر سکتے تھے جب خود

لہ مشکوٰۃ باب الشفاعة فی الحدود

آپ فرماتے ہیں کہ :-

عن عبد الله ابن عمر قال
سهرت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول عن حاله شفاعته
دون حد من حدود الله فقد
صاد الله له

حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا
کہ جو شخص اپنی سفارش کے ذریعہ حدود
سے کسی حد میں داخل ہو تو حقیقت یہ ہے کہ
اس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی :-

اس لئے یہ احادیث جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بیان
کیا گیا ہے کہ انہوں نے کسی ایسے شخص اور قرنی کی سفارش یا ان کے حق میں
وفا شفاعت کی ہے جنہوں نے حدود اللہ کی مخالفت کی ہے وہ آپ کی
ذات مقدس پر سراسر بہتانِ عظیم ہے ۔

ان واقعی روایات پر اگر بہ نظر تحقیق ہر قسم کے فرقہ وارانہ تعصب سے
پاک ہو کر صرف تقویٰ و خلوص و ایمان سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا
کہ ان احادیث کو وضع کرنے والوں نے خود ان کے راوی اہل بیتِ قرآنی
اہل بیتِ تطہیر یعنی اہل بیتِ ائمتہ المومنینؑ سیدہ عائشہ صدیقہؓ، سیدہ ام سلمہؓ
اور سیدہ زینبہؓ کو بنایا ہے ۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے :-

عن عائشة أم المومنین قالت
خرج انبي صلى الله عليه وسلم

أم المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ حضور
ایک روز صبح باہر تشریف فرما ہوئے

آپ کے اوپر اس وقت ایک چادر تھی، سیاہ
 بانوں کی پس منیٰ امہ حسین آئے حضور نے آپ
 ساتھ ان کو چادر میں داخل کیا پھر فاطمہؑ
 آئیں پس ان کو بھی ان دونوں کے ہمراہ
 داخل کیا۔ پھر علیؑ آئے حضور نے ان کو بھی ان کے
 ہمراہ چادر میں داخل کیا پھر زینابؑ کے لئے اہل بیت
 خدا تمہیں رحمت سے پاک کر دے گا ارادہ کرتا ہے۔

غداة وعلية مرط مرحل من شعر
 سور فحاء الحسن والحسين فادخلهما
 معه ثم جاءت فاطمة فادخلها
 معها ثم جاء علي فادخله
 معهم ثم قال انما يريد الله
 ليذهب عنكم الرجس اهل البيت
 ويطهركم تطهيرا

اسی طرح ام المومنین سیدہ صفیہؑ کے منہ سے کہلوایا۔

ذریاب میں اس چادر میں داخل ہوئی جب حضور اپنے
 پیچازاد بھائی علیؑ اور اپنے بچوں حسینؑ اور اپنی
 بیٹی فاطمہؑ کیلئے دعا پڑھی کہ کے نکل چکے تھے۔

قالت قد خلت في الكساء بعد ما
 قضاء لا ينعمه وابنتيه و
 ابنة فاطمة رضی اللہ عنہما

ان واقعی روایات میں اہل بیتؑ رسول جن کدب کائنات حدود اللہ
 و حدود تطہیر کے العام کے طور پر آیت تطہیر سے نواز چکا۔ خود ان کے منہ سے
 کہلوایا جاتا ہے کہ وہ اہل بیتؑ رسولؐ نہیں بلکہ اہل بیتؑ رسولؐ تو صرف
 اہل بیتؑ علیؑ ہیں اور بعض روایات میں اہل بیتؑ رسولؐ یعنی ازواج النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کہلوایا گیا کہ حضورؐ آیا وہ بھی اس چادر تطہیر

۱۔ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۷۷، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۳، اشعۃ اللمعات

صفحہ ۶۹۳، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵ - ۵۷۰؛ مستدرک جلد ۲ صفحہ ۲۹۸

میں شامل و داخل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے "انک الی الخیر" کہلوا کر ان کو اہل بیت رسولؐ خارج کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور حضرت صفیہ کی روایت میں پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ اس وقت چادر میں داخل ہوئیں جبکہ حضور دعائے تطہیر ختم فرما چکے تھے، لیکن حدود اللہ و حدود تطہیر کی پابندی لازم ہے ان احادیث کو قرآن پاک کی کسوٹی پر رکھیں اور حدود تطہیر کی پابندی پر ان کا جائزہ لیں تو آپؐ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ احادیث وضعی ہیں، بہر حدیث میں چادر اور پردہ کا ذکر ہے، سبائی حضرات نے ان سے مسلمانوں کی عقلوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اصل حدیث بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے جس میں آپؐ نے اپنی تمام اذواج کو سلام کرتے وقت فرمایا۔ السلام علیکم اهل البیت رحمة الله اور یہاں کسی قسم کے پردہ یا چادر سے حد بندی کی ضرورت پیش نہیں آتی اور نہ ہی دعا و سفارش کی۔ بلکہ اہل بیت پر حضورؐ خود سلامتی اور رحمت بھیج رہے ہیں اور حدیث کے آخر میں حضرت انسؓ کے بڑے واضح الفاظ ہیں کہ

«حتى اذا وضع رجله في اسكنة ابائه
داخلة في آخرى خافية انوا
اسلبيق و بينه و انزلت
آية حجاب له»

آپؐ زمین کو میوں کے چد جانے کے بعد اپنے
دوانھے کی دہلیز کے ایک پاؤں اندر لے کر
تھا کہ آپؐ نے میرے اندر اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا
اور پھر آیت حجاب نازل ہوئی۔

یہ وہ پردہ تھا جو پہلی بیت رسولؐ اور صحابہؓ اور سیدنا علیؑ اور آل علیؑ کے درمیان حائل ہوا اور آیت حجاب نازل ہوئی اور ان حدود اللہ کے آج بھی ہم سب مسلمان پابند ہیں مگر سبائی حضرات نے اس پردے کی حدیث کو توڑ مروڑ کر مسلمانوں کی عقلمندی پر ایسے پردے ڈالے کہ وہ حدود اللہ اور حدود تطہیر کو بن دیکھے جسے چاہیں اہل بیت رسولؐ میں داخل کرتے چلے آتے ہیں جیسے سیدنا سلمان فارسیؓ۔

حضرت علیؑ اور اہل بیت رسولؐ کی چادر اپنی ازواجِ

مطہرات کے لئے چادر تطہیر تھی اور ایسی

چادر تطہیر جس میں قرآن پاک جیسی مقدس پاک اور لازیب کتاب کا نزول

ہوتا ہے۔

حضرت ہشامؓ اپنے والد (عروہؓ) سے روایت

کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ لوگ نقشہ بیعت میں

حضرت عائشہؓ کی باریکی منظر رہتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری سونگینی (دیگر

ازواجِ انبیاءؑ) سب ام سلمہؓ کے پاس گئیں اور کہنے

لگیں۔ ام سلمہؓ خدا کی قسم! لوگ جان بوجہ کر اپنے

تعلق مخالف آسنا بیچتے ہیں جس دن حضرت عائشہؓ

کی باری ہو۔ ہم بھی حضرت عائشہؓ کی طرح اپنی بھولائی

چاہتی ہیں، تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ آپ

لوگوں کو تکمیل میں کہیں جس میں بیعت کے پاس ہوں

حدثنا هشام عن ابيه قال كان

الناس يتجرون بعد ايامهم

يوم عائشة قالت عائشة

فاجتمع هو اجد ابي ام سلمة

فقلن يا ام سلمة والله ان

الناس يتجرون بعد ايام يوم

وانا نريد الخير كما تريد

عائشة فمررت رسول الله

صلى الله عليه وسلم ان يا امر

الناس ان يهدوا اليه حيث

ماکان اذ حیث منادارت انت فمکات
 ذالک ام سلمة للمذی صلی اللہ
 علیہ وسلم قالت فاعرض عنی
 فلما عادانی ذکریت لہ ذلک
 فاعرض عنی فلما کان فی الثالثہ
 ذکرت لہ فقال یا ام سلمة
 لا توؤذینی فی عائشہ فانہ
 والدہ ما نزل علی الوحی وانا
 فی لحاف امراہ منک غیر ہا

جس کی باری ہو وہیں جیسے بھیہد یا کر دیا
 عائشہؓ کی باری کے منتظر نہ بنا کر وہ ام سلمہؓ
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی
 آپ نے منہ پھیر لیا (جواب نہ دیا) اہل بیتؑ
 عرض کیا جب بھی آپ نے جواب نہ دیا جب سے
 عرض کیا تو فرمایا۔ اے ام سلمہؓ عائشہؓ کے بارے
 میں مجھ کو نہ سزاؤ۔ خدا کی قسم! تم میں سے کوئی
 نبی کی چادر میں رچو سوتے وقت اور ٹھٹھا ہونے
 وحی نازل نہیں ہوتی سوا عائشہؓ کے۔

یہ تھی وہ چادر تطہیر میں وحی کا نزول ہوتا تھا اور یہ تھی وہ اہل بیت
 رسول جن کو وہ چادر تطہیر اور ٹھٹھا لگتی تھی اور جن کی چادر تطہیر میں قرآن
 کا نزول ہوتا تھا ان کے گھروں کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ آیت تطہیر کی
 تشریح ذیل کے الفاظ میں فرماتا ہے۔
 اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
 الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
 تَطْهِيرًا وَ اذْكُرْنَ مَا يُبَيِّنُ لَكُمْ
 فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ
 اِنَّ اِلٰهَكُمْ كَانَ لِيُضَيِّقَ عَلَيْكُمْ
 وَالْاَحْزَابِ: ۳۳، ۳۴)

اللہ نے مہتمم اللہ کو لیا ہے کہ تم سے نبی کا
 گھر والیوں کو دور کرے اور تمہیں
 صاف کرے اور اسے یاد رکھو جو تمہارے
 میں اللہ کی آیتوں اور حکمت سے پڑھا جاتا
 اللہ باریک باتوں کا جاننے والا ہے۔

لہ بخاری پارہ چودہواں کتاب الناقب باب فضل عائشہؓ

ان آیتِ مطہرہ میں رب المشارق والمغرب نے اس حقیقت کی وضاحت کے لئے کہ کہیں امت مسلمہ اس امر میں دعو کا نہ کھا جائے کہ وہ اہل بیتِ تطہیر کون ہیں جن کے لئے آیتِ تطہیر کا نزول ہوا پہلے تو عدو اللہ متعلقہ تطہیرِ بڑے واضح الفاظ میں پیش فرمائیں اور اس کا پابند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیتِ المؤمنین اور امت مسلمہ کو ٹھہرایا اور پھر اہل بیت کی تشریح کیلئے "بیوتکم" فرما کر اس حقیقت کو اور بھی اجاگر کیا کہ قرآن حکیم کا نزول جن گھروں اور حجروں میں ہوتا ہے اور جہاں سے اس کی نوری تعلیمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیتِ المؤمنین کے ذریعے پہنچتی ہیں وہ اہل بیتِ رسول کے حجرے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی ایک سورت کا نام حجرات رکھ دیا یعنی اہل بیتِ المؤمنین کے حجرے۔

"بیوتکم" کی ضمیر جمع مؤنث مخاطب ہے جو کہ تین یا تین سے زائد عورتوں پر بولی جاتی ہے اگر حضرت فاطمہ الزہراء آیتِ تطہیر کی مخاطب یا شامل ہوتیں اس وقت تو سیدنا علیؑ کی وہ اکیلی ہی رفیقہ حیات تھیں اس واسطے یہاں ضمیر واحد مؤنث مخاطب یعنی "بیوتکم" یہاں کائنات استعمل فرماتا مگر یہ کائنات تو صرف حق بات کہتا ہے اسے علم ہے کہ اس نے عدو اللہ اور عدو و تطہیر کون پر نازل کی ہیں۔ کون ان عدو اللہ کی پابند ہیں اور کون آیتِ تطہیر کی مصداق ہیں اس واسطے "بیوتکم" فرما کر عقدہ کو بھی کھول دیا کہ اہل بیتِ رسول صرف وہی اہل بیتِ المؤمنین ہیں جن کے حجروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوتا ہے اور

جو آیتِ تطہیر کی مخاطب و مصداق ہیں۔

اہلِ المؤمنین کے حُجے

مفسرِ کجراتی

خوشا لے دیدہ بینا، خوشا لے تابِ گویائی
مری قسمت جیسے جنت کے دروازوں پہلے آئی

یہ پاکیزہ گھرانہ ہیں اللہِ نبوت کا
حییم قدس سے اوجھلے پایے نئی عظمت کا

قدم چومے ہیں ان حجروں نے ازواجِ پیغمبر کے
یہ گہوارے ہیں جنت کے یہ سرچھنے ہیں کوثر کے

وہ ازواجِ پیغمبر، وہ مقدس مائیں امت کا
خدا نے جن کو عظمت دی خدا نے جن کی عزت

علی ہے سرفرازی ان کو الہامی تکلم سے

کہیں بڑھ کر ہیں یہ مسکن مرہ و خورشید و انجم سے

رہے ہیں جلوہ گر برسوں شدہ دنیا و دین ان پر

فلک سے بارشِ اتم سے ہیں جبریل امین ان پر

سلام ہے نہایت ان مبارک آستانوں پر

فرشتے بھی ادب کہتے ہیں ان کا آسمانوں پر

یہ وہ درہیں جہاں خم ہیں جبینیں علم و عرفان کی
انہیں دیتی ہیں بو سے عظمتیں تاریخ انساں کی

یہ کاشانے بظاہر ہر بچہ نیارِ زینتِ زینت ہیں
مگر سرتا بہ پاکِ گنجینہٴ ایمان و حکمت ہیں

یہاں سب سے ہوا پہلے نفاذِ آئینِ فطرت کا
یہاں سے سلسلہ پھیلا جہاں میں دینِ فطرت کا

یہاں ہر صبح گویا ہے یہاں ہر شام بلیا ہے
یہاں اک ایک شے رشکِ فرغِ طہرہٴ سینا ہے

یہاں دیکھا ہے چشمِ آسماں نے علمِ یعقوبیؑ
جمالِ یوسفیؑ، عزمِ کدیمیؑ، مسبرِ ایوبیؑ

یہاں تقدیس کے جلووں سے ہوتی ہے دنیا شب میں
یہاں در بانیاں کرتی ہے حمدوں کی جیا شب میں

یہاں فرطِ ادب سے بھلیوں کی سانس رکتی ہے
یہاں سقوفِ فلکِ خراب بنتی اور چھکتی ہے

یہاں ذرے تب و تابِ مر و نور شید بکتے ہیں
یہاں فطرت کی سرگوشی دد و دیوار سُکتے ہیں

یہاں الہام کی ہیبت ابھی تک پائی جاتی ہے
نگاہیں اٹھ نہیں سکتیں، زباں تھرائی جاتی ہے

اہل بیت تطہیر اور حضرت مجدد الف ثانی کا روایتے صادقہ

حضرت مجدد الف ثانیؑ کی روایتوں
کی ذات بابرکات سے کون مسکن
واقع نہیں، آپؑ فرماتے ہیں کہ

پندرہ سال پہلے فقیر کا یہ طریقہ تھا کہ طعام پکاتا تھا اور اہل عبادت
کی ارواح پاک کو بخش دیا کرتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
حضرت امیر رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت
امامین رضی اللہ عنہما کو شامل کر لیتا تھا، ایک رات فقیر نے خواب میں
دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے سلام عرض کیا
تو حضورؐ نے توجہ نہ فرمائی اور فقیر کی طرف سے منہ پھیر لیا، پھر فقیر نے
فرمایا کہ میں عائشہؓ کے گھر میں کھانا کھانا ہوں جس کی کچی ٹہچے طعام پھینکا ہے
وہ حضرت عائشہؓ کے گھر بھیجا کرے۔ اس فقیر نے معلوم کیا کہ حضور
علیہ السلام کی توجہ شریف نہ فرماتے کا باعث یہ ہے کہ فقیر اس طعام میں
حضرت صدیقہؓ کو شریک نہ کرتا تھا۔ بعد میں حضرت عائشہؓ کو تمام اہل بیت المؤمنین
جو سب اہل بیت میں شریک کر لیا کرتا تھا اور یوں تمام اہل بیت کو وسیلہ بنانا تھا

۱۔ اُم المؤمنین اہل بیت رسولؐ عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ وہ مقدس گھر ہے جہاں حضور
علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ کا کافی حصہ بسر فرمایا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی چادر تطہیر میں حضور
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا تھا صحابہؓ کا معمول تھا کہ وہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفہ تہنیت اسی روز پیش کرتے جس روز آپؐ کی بلی کا سیدہ
عائشہ صدیقہؓ کے ہاں ہوتی۔ اسی بیت عائشہ صدیقہؓ میں اپنی حیات مقدسہ کے آخری لمحہ
باقی صفحہ ۲۳۷

حضرت امام المؤمنین عاقلہ صدیقہ الکبریٰ

مقطر جبرائی

امام کے خانہ آرائے رسول دو جہاں تجھ پر

امام کے جلوہ افروز حرم جاوداں تجھ پر

ابد تک مل گئی تجھ کو سیادت منعمہ نسواں کی

کے بھشت میں بھی تو ہو گی حرم محبوب زنداں کی

فرمائے سیدہ عاقلہ صدیقہ سے آپ کی اُلفت و محبت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے

تھوڑے اپنی زندگی کے آخری لمحات گزارنے کے لئے تمام بیبیوں سے اجازت لے لی

وہ یہ پاک ترین لمحات اپنی محبوب ترین رفیقہ حیات کی صحبت میں گزاریں گے۔

اب سیدہ عاقلہ صدیقہؓ کی گود مبارک میں سزا قدس رکھے ہوئے آپ اپنے رفیقہ

لئے سے جا لے، سیدہ عاقلہ صدیقہؓ کا حجرہ مبارک ہی وہ بیت پاک ہے۔ جہاں

نور خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمایا ہیں یہی وہ بیت پاک

ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مقدس ترین صحابی سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور

سیدنا عمر فاروقؓ جو شیخین کے لقب سے ملقب ہیں آرام فرما ہیں اور یہ وہ بیت پاک

ہے جو قیامت تک مرجع قلائق رہے گا (مؤلف)

کے رد بدعت مؤلف پروفیسر محمد فرمان الیم۔ اے صفحہ ۱۵-۱۶

فلاح و خیر کی رشد و ہدایت کی امین تو ہے
 دلیل اس کی یہی کافی ہے اُم المؤمنین تو ہے

کلام اللہ کی رو سے ہے صدیقہ لقلب نیر
 فقط فرشی نہیں، عرش بھی کرتے ہیں اوب تیر

تیری پاکیزگی پر نطقِ فطرت نے شہادت دی
 تجھے عظمت عطا کی، عاقبت بخوشی، فضیلت دی

اگر تیری سحر پور ردا پر داغِ احباب
 خدا کا انتہائی فیصلہ مندوش کہلائے

لبِ اہتام سے پایا "حجیرا" کا لقب تو نے
 زبانِ حق سے انعامِ جلیلہ پائے سب تو نے

خدا نے لم یزل کا بارہا تجھ کو سلام آیا
 مبارک ہیں وہ لب جن پر ادب تیرا نام آیا

ترا جو ہر محتاج گوئی، ترا شبیہ محتاج بیٹی
 تری فطرت جیا پردہ، تری نحو صبر آگینی

ترا ہر اجتہاد افضل، تری ہر بات تابند
 تری سیرت ہے قدوسی، تری توفیر یا تند

اے سایوں نے اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی ذات ستودہ صفات پر گنا چھلانے کا
 سے ایک کتاب لکھی جس کا نام "الحجیرا" ہے (مؤلف)

شرف تیرے دوپٹے نے یہ جنگِ بدر میں پایا

اسے پرچم بنا کر محبرِ صادق نے لہرایا

بناتِ ملتِ بیپناہے سیکھا علمِ دین تجھ سے

خدا بنا صنی تھا اور راہنی تھے ختمِ امرِ سلیمؐ تجھ سے

ترا حجرہ امین خاص ہے ذاتِ رسالتؐ کا

باطِ ارضی پر ٹکڑا یہی ہے باغِ جنت کا

اسی حجرے میں اکثر وحی اتری فخرِ عالم پر

تیرا حجرہ نہیں احسان ہے تالیخِ آدمؑ پر

اسی میں رحمتِ اللعالمین بہتے تھے، بہتے ہیں

یہی حجرہ ہے جس کو گنبدِ خضرتؐ بھی کہتے ہیں

یہاں سے مشرکے دن سرور کو نہیں اٹھیں گے

مگر تنہا نہیں اٹھیں گے معِ شیخینؑ اٹھیں گے

وہی شیخینؑ جن سے ارتقا کے دین اکرم ہے

کہ اک صدیق اکبرؑ سے تو اک فاروقِ اعظمؑ ہے

شفاعت کی اسی رحمتِ کد سے سے ابتدا ہوگی

اسی پُراستوں کی معفرت کی انتہا ہوگی

نکلت برطرف، ملت کی سچی عسندہؑ تو ہے

ہمیشہ حق پر جمہ قائم رہی وہ عودتہؑ تو ہے

ادب آموزہ انسان تھا، ہر اندازہ میں تیرا
مسئلہ تھا صحابہؓ میں بھی جنم و فکر میں تیرا

تیری فکر رسالتی مسائل میں مسلم تھی
نہ استنباط میں کم تھی نہ استخراج میں کم تھی

کے معلوم تونے میں فطرت سے کیا پایا
نگاہ پاک، قلبِ مطہر، ذہنِ رسا پایا

تیری عظمت کا اندازہ یہ دینا کہ نہیں سکتی
کہ اور کس حقیقت عقلِ تنہا کہ نہیں سکتی

چمن ہے دین کا قائم نورنگ و بو سبھی باقی
کتاب اللہ ہے جیب تک جہاں میں تو بھی باقی

تیری قبر منورہ پر سلام آنا یہ قدرت کے
تیری روح مقدس پیدرود انوارِ جنت کے

سبانی حضرات نے کوشش کی
کہ قرآن حکیم کی آیات کے مطابق
روایات تراش کر حقائق سے

سیدنا علیؑ اور اہل بیت علیہم
السلام کے متعلق موضوع احادیث

کی آنکھوں پر پردہ ڈالا جائے اور کوشش یہ کی ہے کہ واقعات قرآنی
کو وضعی احادیث اور روایات کے ماتحت ڈھالا جائے مگر جھوٹ کے پائے
نہیں ہونے ان وضعی روایات و حکایات کو تراشتے وقت وہ حد و دائرہ

موصول کئے۔ کیونکہ اسلام تو حدود اللہ کی پابندی کا نام ہے۔ اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسل انسانی کو حدود اللہ کا پابند بنانے
کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے اور تمام صحابہؓ اور اہل بیتؓ المؤمنینؓ
کے علاوہ خود سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ الزہراءؓ اور سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ
پرے نشو و نما سے حدود اللہ کے پابند تھے۔ اس واسطے ان خود سادہ
بوضوح احادیث کو حدود اللہ کی کسوٹی پر پرکھتے خود بخود ہی موصول کا
پول کھل جاتا ہے۔

سیاقی حضرات نے حضرت علیؓ اور آل علیؓ کی قصیدت میں لاکھوں
احادیث و صبح کلمہ کے ان سے حجت نہیں بلکہ بعض کا اظہار کیا ہے اور
ان واقعی احادیث میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سیدنا علیؓ
اور آل علیؓ کو حدود اللہ کا قطعاً پاس نہیں تھا (نعم ذبا للہ) حالانکہ
یہ حضرات اسی طرح حدود اللہ کے پابند تھے جس طرح جناب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم رہے ہیں موضوع احادیث تو ان کے متعلق
عرض ہے۔

کتاب العقیلمی عن لیلی بن عبد الرحمن	” امد عقیلمی کی کتاب میں لیلی بن عبد الرحمن
الواسطی انہ قال عند موته	الواسطی سے کہ اس نے موت کے وقت قبول کیا
وضعته فی ذمہ علی سبعمین	کہ میں نے علیؓ کی قصیدت میں ستر ہزار
حدیثا	وضوح کی ہیں “

اس سے دوسری روایت ہے۔

والكلام عليه قال واما وصفه
الرافضة في فضائل علي فاكثر
من ان يعد قال المحافظ ابو جلي
قال الخليلي في كتاب الادب
وسنت الرافضة في فضائل
علي اهل البيت نحو ثلثمائة
الف حديث ولا يستعيد هذا
فانك لو تبنت ما عندهم
من ذلك وحديث الامركمال

قال

أمرات المؤمنين قرآن
پیشگوئی و بشارت ربانی

رب علیم و خیر کا علم تمام کائنات
کو محیط کئے ہوئے ہیں، اُسے ازل
ابد تک ہر چیز کا مکمل علم ہے اس

رب کائنات نے اہل بیت رسول کو "انواجہ امماتکم" فرما کر مومن
کو یوں مخاطب فرمایا۔

أَلْسِنِي أَوْ لِي بِالسُّبْحَيْنِ مِنْ
أَنْفُسِهِمْ وَأَنْوَاجَهُمْ

(الاحزاب: ۶)

اے مومن کبیر صفحہ ۲۰۸
۲۰۹

و اُس نے کہا علیؑ کے فضائل جو رافضیوں
نے بنائے ہیں شمار سے باہر ہیں۔ حافظ
ابو جلی نے کہا کہ خلیلؑ کی کتاب الادب
میں رافضیوں نے علیؑ اور ان کے
اہل بیتؑ کی فضیلت میں تین لاکھ
احادیث وضع کیں اور یہ بعید نہیں
اگر تو ان کی کتابوں کی تتبع کرے تو
ہر جگہ لگا کہ اہل بیتؑ ہی ہے جیسا
اُس نے کہا۔

اسی سورہ اہزاب میں آیت تطہیر کا ذکر ہے اس کی چھٹی آیت میں مومنوں کو مخاطب فرماتے ہوئے رب کائنات نے ان کو متنبہ فرمایا کہ نبیؐ کی اتباع اور پیروی کا تم پر زیادہ حق ہے اور یاد رکھو اس کی ازواج مطہرات تمہاری مائیں ہیں۔

یہاں رب کائنات "المومنین" کی عیگہ "یا مسلمین" کہہ کر بھی اُمت مسلمہ کو ارشاد فرما سکتا تھا مگر خاص طور پر "یا مومنین" فرمایا کہ مومنوں کو کیوں خطاب فرمایا اس میں بھی مشکوٰۃ فی البشارت ربانی ہے جو بالکل پوری ہوئی۔

رب علیم وخبیر کو علم تھا کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو گا جو اپنے آپ کو مومن کہلانے لگے گا، لیکن مومن کہلانے کے باوجود وہ اس حق کو ادا نہیں کریں گے جو ان کے روحانی باپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر ہے۔ یعنی اُس کی اہل بیت یعنی ازواج مطہرات کو بہتیں رب کائنات نے اُہبات المومنین یعنی مومنوں کی مائیں فرمایا ہے۔

خود مومن کہلانے والے ہی اپنی ماؤں کو اہل بیت رسول سے بے دخل کرنے کی پے جا کر شتم کریں گے۔ حالانکہ یہ مقدس اُہبات المومنین خود سیدنا علیؑ، سیدہ فاطمہؑ، الزہراءؑ اور حضرات حسینؑ کی بھی مائیں ہیں۔

۱۔ سبائی اپنے آپ کو خیر مومن کہتے ہیں۔ (موات)

کیا عیسا، داماد اور امتی اہبات المؤمنین
کو طلاق سے سبکتے ہیں؟

امامیہ کے مقبول قرآن
میں بھی اس حقیقت
کو اجاگر کیا گیا ہے کہ

اہبات المؤمنین تمام امت مسلمہ کی مائیں ہیں چنانچہ حضرت محمد باقر
سے منقول ہے۔

”ازواجہ امّہتکم“ کافی میں جناب امام محمد باقر سے ایک
حدیث منقول ہے کہ ازواج جناب رسول خدا اہلیوں پر حرام ہیں
میں ماں سا حکم رکھتی ہیں۔

لیکن اسی قرآن کے حاشیہ پر امامیہ نے سیاہیہ کی ایک غیر فطری
روایت بھی نقل کر دی ہے کہ سیدنا علیؑ کو ازواج رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو طلاق کے اظہار کا حق تھا۔

”الکمال ہیں ہے کہ جناب قائم آل محمد سے اس طلاق کے معنی فرمایا
گئے تھے جس کا حکم جناب رسول خدا نے جناب امیر المؤمنین سے
سپرد کر دیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ازواج تمہی
کی شان کو بڑھایا اور ان کو اہبات المؤمنین ہوتے کا شرف بخشا
جناب رسول خدا نے یہ فرمایا کہ ابے ابوالمحسن! یہ شرف ان کے لیے
اسی وقت تک قائم ہے جب تک کہ وہ میری اطاعت پر قائم رہیں۔“

امامیہ مقبول قرآن حاشیہ صفحہ ۸۳۳
۸۳۳
۸۳۴

پس میرے بعد ان میں سے عجمی بھی نافرمانی برتنے اور تمہارے خلاف
 خروج کرنے اس کو میں طلاق دے کر نہ وصیت سے خارج کرادوں گا
 ورمومنین کی ماں ہوتے کے شہوت سے اسے گمراہوں کا اور اس
 امر کے اظہار کا اختیار تم کو عطا کرتا ہوں۔

اس موضوع روایت کا ایک ایک لفظ غیر فطری ہے اور اگر ایک
 ایک لفظ پر بحث کی جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جائے اس لئے

لہذا طلاق حالانکہ اس صورت کو دی جاتی ہے تو اپنے خاوند کے خلاف خروج کرے
 اس کی حق تلفی کرے نہ کہ داماد اور امی کے خلاف خروج کرنے پر اور پھر حیب کے نکاح
 نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امہات المؤمنین کے لاثانی اقباب
 سے نوازا تو ان ازواج مطہرات کو طلاق دینے اور مزید کسی اور بی بی سے شادی
 وغیرہ حضور پر حرام قرار دے دی تھی جلیبا کہ فرمایا :-

کایحل لک النساء و ما بعد و لا
 ان تبدل بھن من ازواج و لو
 عجیبا و حسنہن الا ما ملکت
 یمینک و کان اللہ علی کل
 شیء رقیبا

”اس کے بعد بلاشبہ (بی بی) تیرے لئے اور عورتیں
 حلال نہیں اور نہ ہی یہ حلال ہے کہ ان
 کے بدلے اور بیویاں کرے اگرچہ تجھ ان
 کا حسن پسند بھی آئے۔ سوائے اس کے
 جس کا تیرا دایاں ہاتھ مالک ہو چکا اور نہ

اللہ ہر شے پر نگہبان ہے۔
 باقی صفحہ ۲۴۶ پر

الاحزاب: ۵۲

یہاں صرف اس قدر گزارش ہے کہ صرف ام المؤمنین بیہ عالتہ صدیقہ کو اہبات المؤمنین سے خارج کرنے کی غرض سے یہ حدیث وضع کی گئی ہے۔

لیکن اس روایت کے بعض الفاظ قابل غور ہیں اول تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات نے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک کبھی بھی آپ کے خلاف خروج نہیں کیا یہ آپ کی حکم عدولی نہیں کی اور حدود اللہ سے تجاوز نہیں کیا۔

دوسرا یہ کہ سیدہ ام المؤمنین نے سیدنا علیؑ کے خلاف کبھی خروج کیا ہی نہیں۔ اور آپ نے قصاص سیدنا عثمانؓ کے لئے جمیع صحابہؓ کی معیت میں بصرہ کا رخ کیا بھی تو بیعت رضوان کی تکمیل میں جس کی تکمیل ان پر بھی اسی طرح فرم تھی جس طرح سیدنا علیؑ اور دیگر صحابہؓ پر۔ ورنہ اگر ان کا خروج سیدنا علیؑ کے خلاف ہوتا تو یہ لشکر صحابہؓ کے

سوا۔ مکمل حالات میری کتاب "قصاص سیدنا عثمانؓ و تکمیل بیعت رضوان" میں ملاحظہ فرمائیں۔
(مؤلف)

فقیر فقیر ۲۴۵ :- غیر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت گواہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ نے ان ازدواج مطہرات میں سے کسی کو نہ طلاق دی اور نہ ہی کسی اور بی بی سے نکاح کیا۔ اس لئے یہاں طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (مؤلف)

اس آیت کا ہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس شرک سے حذر تھا اور خود ابا

(مؤلف)

آپؐ مدینہ کا رخ فرماتیں۔

اور پھر اس حقیقت کا اعتراف خود سیدنا علیؑ نے فرمایا کہ انہیں خود
 ام المومنینؓ کے خلاف خروج کرنے پر سبائیوں نے مجبور کیا، آپؐ اپنے
 صاحبزادے سیدنا حسنؑ کے استفسار پر فرماتے ہیں۔
 "خوس ہے کہ مجھ کو باہر (بصرہ کیلئے) نکلنے پر مجبور کیا گیا، لوگوں (سبائی
 مفسدین) نے مجھے اسی طرح گھیر لیا تھا جس طرح حضرت عثمانؓ کو گھیر لیا
 تھا، آخر میں ان کی خواہش کا احترام کرنے پر مجبور ہو گیا اور مدینہ سے باہر
 نکل آیا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ :-

"حضرت حسنؑ نے عرض کیا۔ اے والدین گوارا! میں نے پہلے ہی آپؐ کو اس
 سفر (جنگ جمل) سے منع کیا تھا۔ مگر آپؐ نے پہلے فلاں فلاں کی رائے
 غالب آئی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا (بیشک) اے بیٹے! ایسا ہی ہے اور مجھے
 توبہ آرزو ہے کہ کاش اس (واقعہ جمل) سے پیش برس پہلے مر چکا ہوتا،
 پس سیدنا علیؑ کے اس اعتراف سے اس حقیقت کا بھی انکشاف ہو گیا
 کہ ام المومنینؓ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا اقدام صرف تابعین سیدنا عثمانؓ سے تھا اس
 لینا تھا اور سیدنا علیؑ کے خلاف خروج نہ تھا۔"

۱۔ ابن خلدون بحوالہ خلفائے راشدین مرتبہ مورخ اسلام آثار بین صفحہ ۸۱

۲۔ ازالہ الخفاء، مقدمہ، اول صفحہ ۲۷۷

اور سب سے پیچیدہ آیات یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اس خروج پر
اس کو میں طلاق دے کہ زوجیت سے خارج کر دوں گا اور مومنین کی ماں کے
کے شرف سے اسے گرا دوں گا۔

اقل تو ازواجِ مطہرات کو طلاق دینا آپؐ پر حرام ہو چکا تھا اس لئے آپؐ
طلاق دے ہی نہیں سکتے تھے اور پھر بعد از وفاتِ حسرتِ آیاتِ حضورِ صلی اللہ
علیہ وسلم طلاق کس طرح دے سکتے تھے جبکہ بعد از وفاتِ عورت کو یہ حکم ہے کہ
عدت گزارنے کے بعد وہ آزاد ہے چاہے تو خاوند کے حق میں بیٹھی رہے اور
چاہے تو کسی اور سے نکاح کر لے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ
رُؤْسًا مِنْ زَوْجَاتِهِمْ فَلَا
رُدَّ لَهُنَّ مِنْهُنَّ مَا رَزَقْنَ فِي الْحَيَاةِ
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمْ فِي مَا فَعَلْنَ
فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ۗ
وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

اور جو لوگ تم میں عورتیں چھوڑ کے مر جائیں
وہ ایک سال تک ان کو فرج دینے کی
وصیت کر جائیں اور گھر سے نہ نکالی جائیں
تاں اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں اور اپنے
حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کریں
تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور خدا زبردست
حکمت والا ہے۔

(البقرة: ۲۴۰)

تاریخ شاہد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ حسرتِ آیاتِ
اللہ میں ہوئی اور واقعہ جل ۳۶ میں پیش آیا لیکن کس قدر
افسوس کا مقام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ طیبہ سے غیر فطر

اور غیر ذمہ داریانہ الفاظ کہلو کر انہیں حدود اللہ سے آزاد دکھانے کی کوشش
 کی گئی ہے اور پھر بعد از وفات حضرت آیات آپ کا طلاق نامہ سیدنا
 علی رضی اللہ عنہ کی وساطت سے بھیجا بھی جیران کن بات ہے اور یہ عقدہ حل طلب
 ہے کہ بعد از وفات حضرت نے کنید خضرا یعنی حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ سے
 کب طلاق نامہ لکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا یا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کب اس کا
 اظہار فرمایا کہ ام المومنین سیدہ صدیقہ یعنی اپنی والدہ محترمہ کو حضور کا
 وہ طلاق نامہ پیش کر کے اہل بیت رسول سے خارج کیا اور ان سے ام المومنین
 کا شرف چھینا کیونکہ اس روایت میں آپ کے یہ الفاظ درج ہیں کہ اس
 امر کے اظہار کا اختیار تم کو عطا کرتا ہوں۔ " بلکہ واقعہ حل کے بعد خود سیدنا علی
 نے ام المومنین کے حق میں فرمایا۔

" یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم اور ہماری ماں ہیں۔
 ان کی تعظیم و توقیر ضروری ہے۔"

اور منہج البلاغہ میں ہے۔

دہا بعد حرم تھا
 " ان سچیزوں کے بعد بھی ہمیں آپ
 ام المومنین عائشہ صدیقہ کی ساتھ حرمت کا لحاظ ہے۔"

سیدنا علی کے خود یہ الفاظ ہی اس حقیقت کی شہادت ہیں کہ طلاق کا قننہ

۱۔ خلفائے راشدین مرتبہ حاجی معین الدین ندوی صفحہ ۲۴۷

۲۔ منہج البلاغہ مترجمہ حجۃ الاسلام مفتی جعفر حسین خطبہ صفحہ ۱۵۲

بالکل کذب و افتراء ہے۔

حضور نے سیدنا علیؑ اور صحابہؓ کو واقعی
طلاق کے بارے میں آزادی اپنی رائے
کے اظہار کی اجازت دی تھی

درحقیقت "الاکھبال" کی
جو روایت امامیہ کے
مقبول قرآن میں سبائیہ سے
درج کی گئی ہے اس کا تعلق

اس واقعہ سے ہے جبکہ عزوہ بنی مصطلق سے دالہ پسی کے موقع پر قافلہ
تو مدینہ روانہ ہو گیا مگر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ جو رفاع حاجت
کے لئے جنگل میں تشریف لے گئی تھیں پیچھے رہ گئیں اور منافقین نے آپؐ
پر ہمت لگائی اس واقعہ کا مدینہ میں بہت چرچا ہوا یہاں تک کہ ہر گھر
میں اس امر پر گفتگو ہوتی رہا روایت ہے کہ:

"حضرتنا فلج" ابو ایوبؓ (انصاری) کے مولیٰ سے مروی ہے کہ ام ایوبؓ
نے ابو ایوبؓ کو کہا کہ تو نے سنا وہ چرچا جو لوگوں نے عائشہؓ کے بارے میں
کیا ہے۔ ابو ایوبؓ بولے ہاں میں نے سنا ہے اور وہ جھوٹ ہے اے ام ایوبؓ
بھلا تو بے حیائی کرتی ہے؟ بولی نہیں اللہ کی قسم رہیں ایسا نہیں کر سکتی
فرمایا۔ پھر عائشہؓ اللہ کی قسم تجھ سے دبید جہاں پہنرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا تھا اور
آپؐ نے اپنی رفیقہ حیاتؓ کو ان کے والد محترم سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے بارے

بیچ دیا تھا اور صحابہؓ کو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی سیرت طیبہ پر اپنی رائے
کے اظہار کا اختیار ان کو مرحمت فرمایا تھا۔ امامیہ کے قرآن میں سبائیہ
کے الفاظ میں یہی الفاظ منقول ہیں۔ اس امر کے اظہار کا اختیار تم کو عطا
کریا ہوں۔“

چنانچہ سیدنا علیؓ نے مکمل آزادی سے آپؐ کو مشورہ دیا کہ ام المؤمنین
سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو آپؐ سے طلاق دے دیں بخاری میں روایت ہے۔

واما علیؓ فقال يا رسول الله
لو لي نيتي الله عليك والنساء
سواها كثيره
لیکن حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ! خدا
نے آپؐ پر نیت کی نہیں کی رہی تو آپؐ کو طلاق دینے کا
حق حاصل تھا اور اس کے علاوہ بھی بہت عورتیں ہیں۔“

ابن ہشام میں روایت ہے۔

فدخل علیؓ وندع علی بن ابی طالب
رضوان الله علیه واسامته من
ذید فاستشارها فاما اسامه
فانتهى علی خیرا وقاله ثم قال
يا رسول الله اهلك ولا تعلم الا
خیرا وهذا الكذب والباطل
واما علی فانه قال يا رسول الله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن
ابی طالبؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو بلایا اور ان
سے مشورہ طلب کیا حضرت اسامہؓ نے
کی بہت تعریف کی اور کلمہ خیر کہا اور کہا آپؐ
پسے اہل خاتہ کے متعلق خود بھی سمجھتے ہیں کہ
ان میں خیر کے سوا کچھ بھی نہیں اور جو کچھ
کہا گیا ہے بھٹن کذب و باطل ہے۔“ مگر حضرت علیؓ

سہ: صحیح بخاری پارہ ۱۶ کتاب المغازی

ان النساء لکثیرا واندک لقنادر

علی ان تستخلف لہ

عائشہ سے روایت ہے کہ۔۔۔ دوسری عورت کو لا سکتے ہیں۔۔۔

”آپ نے علی بن ابی طالب اور اسامہؓ بن زید کو بلایا اور اس

بارے میں مشورہ لیا۔ اسامہ نے نو میری تعریف کی اور کہا کہ یہ بہتان

محض لغو اور افتراء ہے۔ ہم آپ کے اہل کو اچھا ہی جانتے ہیں۔ ان کی

کوئی بیگانی نہیں سنی گئی۔ علیؓ نے کہا عورتیں بہت ہیں۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں

کہ عائشہؓ کی بجائے دوسری کہہ لیں۔

اور اس وقت جبکہ حضور صلی اللہ وسلم زندہ تھے اور آپ کو اپنی

بیوی سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو طلاق دینے کا پورا اختیار بھی تھا اور پھر

واقعہ افک نے تو ام المومنینؓ کو طلاق دینے کا موقع بھی پیدا کر دیا تھا

جس سے نہ تو سیدنا صدیق اکبرؓ ناراض ہو سکتے تھے اور نہ ہی ان کا قبیلہ

اور بقول سیاحیہ مخبر صادقؓ کو اس کا علم بھی تھا کہ ان کی یہی بیوی سیدنا علیؓ

کے خلاف خروج بھی کریں گی اور سب سے مقدم یہ کہ سیدنا علیؓ نے آپ کو

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو طلاق دینے کا نیک مشورہ بھی دے دیا تھا

۱۔ سیرت النبی مرتبہ ابن ہشام جز ثانی ص ۱۲۳ مطبوعہ مصر ۱۳۲۹ھ

۲۔ سیرت النبی کامل مترجم مرتبہ ابن ہشام جلد دوم ص ۳۳

۳۔ تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۳۵۲

مگر سمجھ نہیں آتی آپ نے اپنی حیات طیبہ میں ان کو طلاق کیوں نہ فرمایا۔
 بلکہ اسے آئندہ بعد از وفات حسرت آیات تک ملتوی رکھا، حالانکہ
 بعد از وفات تو عورت کو طلاق دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ تو
 آزاد ہو جاتی ہے۔۔۔ این خیال است و عمل است و جنوں۔

دوسرا واقعہ خود
 سیدہ فاطمہ الزہراء
 کا سیدنا علیؑ کے
 خلاف خروج ہے جبکہ
 آپ دشمن اسلام

سیدہ فاطمہؑ کا سیدنا علیؑ کے خلاف
 خروج اور رسول اللہ صلعم کا سیدنا علیؑ
 سے اپنی بیٹی کی طلاق طلب کرنا

ابو جہل کی بیٹی جویریہ سے شادی کرنے لگے تھے تو سیدہ فاطمہ الزہراءؑ نے دربارِ
 نبوت میں ان کے خلاف چارہ چھٹی کی۔ خود ان دونوں کے پوتے سیدنا
 زین العابدین روایت کرتے ہیں۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدینؑ مسور
 بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے
 فرمایا جویریہ سے کہ بنی ہشام بن مغیرہ کی اولاد
 چھتے اس کی اجازت مانگتے ہیں کہ اپنی
 بیٹی کو علی ابن ابی طالب سے نکاح کر
 دیں۔ سو میں ان کو اجازت نہیں دیتا مگر یہ
 کہ میں ابی طالب کو اختیار سے کہتا ہے تو

عن علی بن الحسین زین العابدین
 ان المسور بن مخرمۃ الا ان
 بنی ہشام بن المغیرۃ استاذ
 نفی انذینکوا بنتکم علی بن
 ابی طالب فلا فتن لکم ثم
 لا فتن لکم ثم لا فتن
 لکم الا ان یتحییٰ ابن ابی

حضرت کا حضرت علیؑ کا نام نہ لینا غصہ کو ظاہر کرتا ہے (مولف)

طالب ان لطلبن اسنتی وبتی لیکم
 اسنتھم قائما اسنتی لبتعة
 معنی میری بیٹی مارا بھاویو ذہنی
 ما اذا ہا لہ
 میری بیٹی کو طلاق دینے اور ان کی
 بیٹی سے شادی کر لینے کا یاد رکھو میری بیٹی
 میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو دکھ دیا
 اس نے مجھے دکھ پہنچایا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے دوسری شادی کی
 اجازت چاہی تو رسول اللہؐ نے اظہارِ ناکہ فرمایا کہ فاطمہؑ میرے
 جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے رنج پہنچایا اس نے مجھے رنج پہنچایا۔
 یہ دو مواقع تھے جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؑ
 کو "طلاق" کے متعلق اظہارِ رکے کی مکمل آزادی دی تھی، اس لئے ام المومنین
 سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے خروج کے متعلق طلاق کا واقعہ من گھڑت اور موهوم
 ہی نہیں بلکہ فطرت اللہ اور سنت رسول اللہ کے سراسر خلاف ہے۔ سیدنا
 ام المومنینؓ کا خروج تو وہ سیاسی مفسدین کے خلاف تھا نہ کہ سیدنا علیؑ
 کے خلاف۔ اگر ان کے خلاف ہوتا تو وہ بصرہ کی بجائے مدینہ کا رخ کریں
 اور تائیں شاہد ہے کہ سیدنا علیؑ خود مدینہ سے بصرہ کو گئے تھے اس واسطے
 ام المومنینؓ کا ان کے خلاف خروج بھی ثابت نہیں ہوتا۔

لصبر صحیح مسلم بحوالہ مشارق الانوار باب فضائل حضرت فاطمہؑ صفحہ ۵۰۴

سے روزنامہ مشرق "شمارہ ۵ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ نمبر ۵ کالم ۱۔

حجۃ الوداع سے واپسی پر
حنور صلی اللہ علیہ وسلم

حجۃ الوداع اور اہل بیت تطہیر

نے عذیرہ غم پر تمام صحابہؓ کو جمع کر کے فرمایا :-

اما بعد یا ایہا الناس فانما
انا بشر یوشک ان یاتق رسول
رجی فاجیب وانا تارک فیکم
الثقلین اولہما کتاب اللہ فیہ
الہدای والنور فخذوا کتاب
اللہ واستمسکوبہ و اہل بیاتی
اذکرکم اللہ فی اہل بیاتی لہ

حدوثنا کے بعد لے لوگو! میں بھی بشر ہوں
مکن ہے خدا کا فرشتہ جلد آئے اور مجھے قبول
کرنا پڑے (یعنی موت آجائے) میں تمہارے درمیان
دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک خدا کی
کتاب جس کے اندر ہدایت اور نور ہے خدا کی
کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز
میرے اہل بیت (ازواج) ہیں میں اپنے اہل بیت

کے بارہ میں تمہیں خدا کو یاد دلانا ہوں۔

قرآن حکیم گواہ ہے کہ رب کائنات کے احکامات و حدودِ تطہیر کی تعمیل
صرف اہل بیت المؤمنینؓ نے کی اور رضائے خدا اور حب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میں ہر قسم کی زیب و زینت اور مال و دولت کو ترک کر کے
فقروفاقر کی زندگی کو مقدم سمجھا اور اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک ان
حدود و قیودِ تطہیر کی بڑے شہ و باد سے پابندی کی اور ان کی حدود کی
جس طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی فرمائی اسی طرح

لہ مسلم باب مناقب حضرت علیؓ

یہ اُن کی پابند رہیں، ان حدود و قیودِ تطہیر کی پابندی کے انعام سے نوازتے ہوئے خالقِ کون و مکان نے ان کو آیتِ تطہیر سے نوازا اور ان کو "اہلِ بیت" رسول اللہ صلعم سے مخاطب فرمایا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپ اپنے خالقِ حقیقی کے پاس تشریف لے گئے تو کوئی درہم و دینار یا میراث نہ چھوڑی اسی طرح اہلِ بیت المؤمنین نے بھی اپنے بعد کوئی درہم و دینار یا میراث نہ چھوڑی۔ اسی لئے اُمتِ مسلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متبیح فرمایا کہ "تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جانا ہوں ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور نہی ہے، خدا کی کتاب کو مصیوطی سے بچو اور دوسری چیز اہلِ بیت ہیں" میں اپنے اہلِ بیت کے بارہ میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔"

سب اہلِ حضرات نے نہ کتاب اللہ ہی کو مصیوط پکڑا اور نہ ہی اہلِ بیت رسول کو، بلکہ اُمتِ مسلمہ کو گمراہ کرنے کے لئے وہ دنیا کا بڑے شد و مد سے انکار کر دیا۔ اہلِ روایات میں کتاب اللہ کو تو حضرت علیؓ سے مقفل کر لیا کہ قیامت تک کے لئے نسلِ آدم کو عموماً اور اُمتِ مسلمہ کو خصوصاً اس ہدایت اور نہی سے بے نور کر دیا اور ان کو گمراہ چھوڑ دیا۔ اور اہلِ بیت رسول یعنی اہلِ بیت المؤمنین کو انہوں نے اہلِ بیت رسول سے خالی قرار دے دیا اور یہ صریحاً اہلِ بیت آپ ملاحظہ فرما چکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ مسلمہ کو ہدایت فرمائی کہ دیکھو قرآن حکیم کو مصیوط پکڑنا اس کے حدود و قیود سے تجاوز نہ کرنا، اور

قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ انہوں نے کتاب اللہ کی حدود سے تجاوز
 کیا۔ اور میرے اہل بیت اور تمہاری مائیں یعنی اہل بیت المؤمنین جنہوں
 نے خدا کی رضا اور میری الفت و محبت میں زیب و زینت و مال و
 دولت کو خیر یاد کہہ کر فقر و فاقہ کی زندگی کو مقدم سمجھا ہے۔ ان
 اہل بیت تطہر کہ میں خدا کے اولاد تمہارے سپرد کئے جا رہا ہوں۔
 ان کی تابعداری تمہارا فرض ہے۔ دیکھو یہ تمہاری مائیں ہیں ان کی
 کہنی اولاد نہیں کہ ان کی دیکھو جہاں کہہ سکیں۔ رہیں ان کی پچھال
 تو ان میں سے تین سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ تو
 ان کی زندگی ہی میں خالق حقیقی سے جا ملیں اور فاطمہ الزہراءؓ میں
 ٹوسیدنا علیؓ کی رفیقہ رحیات اور حضرات حسنینؓ اور سیدہ ام کلثومؓ
 اور سیدہ زینبؓ اور سیدہ رقیہؓ کی والدہ ہیں، انہیں اپنے گھر کی
 دیکھو جہاں سے اتنی فراغت کہاں کہ میرے اہل بیت کی دیکھو جہاں
 کہہ سکیں میرے سہارے کے بعد تمہاری ماؤں کو خدا اولاد تمہارے سہارے
 کی ضرورت ہے۔ یاد رکھو، ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور میرے
 اہل بیت امت مسلمہ کی مائیں ہیں اگر جنت چاہتے ہو تو ان کی خدمت
 اور تابعداری کو لازم پکڑنا اور اسی کے متعلق رب کائنات نے
 میرے حق کا اشارہ فرمایا ہے۔ فرمایا۔

اَلَسَّيْتُ اَوْلَىٰ بِالْمَسْكِينِ
 میں انفسہم و ان ذواحدہ
 "یہی کا مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ
 حق ہے اور اس (نبیؐ) کی اندراج اوداکی

اُمّتہم (الاحزاب: ۶) مائیں ہیں۔

اوردیہ اہل بیت رسول حضرت علیؑ، سیدہ فاطمہؑ اور ان کی
اہل و اولاد کی بھی مائیں ہیں اور ان کی خدمت کرنا اور تالیف و تدوین کرنا
ان کا بھی فرض ہے۔

وہ لوگ جو حجۃ الوداع کے خطبے سے "اہل بیت" سے مراد سیدنا علیؑ
اور اہل بیت علیہم السلام لیتے ہیں انہیں خود کرنا چاہیے کہ جب ایک مرد
اس جہانِ فانی سے کوچ کر رہا ہو، اگر اس کے جوان بیٹے موجود ہوں تو
ان کی ماؤں اور اپنی اسواج کی دیکھ بھال کے متعلق ان کو وصیت
کرتا ہے اور جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اولاد نہ رہے زندہ
ہی نہ تھی اور تین صاحبزادیاں آپ کی حیاتِ طیبہ ہی میں خدا کو
پیاری ہو گئی تھیں اور چھٹی صاحبزادی اہل بیت سیدنا علیؑ میں شمار
ہو کر خود یا اولاد ہو چکی تھیں ان اپنے اہل بیت کو کس کے سپرد کرنے
جہنوں نے فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کر لی تھی اور ان کے سروں سے
ان کے محبوب خاوند، مجازی خیرا اور بعد از خدا کفیل کا سایہ اٹھ
رہا تھا۔

اس کے برعکس سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کے سر پر ان کے رفیق حیات
اور کفیل سیدنا علیؑ جیسے شجاع اور سدا لشکا سایہ موجود تھا۔ اور
سیدنا حسن اور سیدنا حسینؑ جیسے نیک سیرت و بہادر بیٹے ان کے
دست راست تھے سیدنا زینبؑ، سیدہ ام کلثیمؑ اور سیدہ زینبؑ رضویہ

نیک سیرت صاحبزادیاں خدمت و تابعداری کے لئے موجود تھیں اور یہ سب بنو ہاشم کے چہم و چراغ تھے۔ ان کو تو کسی کے سپرد کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت تھی تو ان اہمات المؤمنینؓ کی جن میں سے صرف چند ایک قریشیہ تھیں۔ بقیہ تمام ایسی تھیں جو بچاری بے یار و مددگار تھیں۔ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا کا سہارا اور اُمت مسلمہ کا آسرا تھا جو درویشانہ زندگی بسر کرتی تھیں مگر بقول سیبائیہ خود سیدہ فاطمہ الزہراءؑ اسات مہاضعات کی اکیلی مالک تھیں۔ جن کے متعلق روایت ہے۔

فلما قبض جاء العباس بن محمد
فاطمہ فیہا قسّمہ علی علیہ
السلام وغیرہ الہا وقف علی
فاطمہ علیہا السلام وہی
الدلال والعفاف والحسن والصلوۃ
وما لام ابواہم والہدیت
والبرقہ لہ

پھر جب رسولؐ کا انتقال ہوا تو عباسؓ نے ان کی بابت فاطمہؑ سے عہد کیا کہ میں حضرت علیؑ کو غیرہ نے گواہی دی کہ وہ وقف ہیں فاطمہ علیہا السلام پر اور وہ نصف دلال، عفاف، حسن، صافیہ، مالام ابراہیم، ہدیت اور برقہ

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر ہے کہ ان سات مہاضعات کے علاوہ سیدنا علیؑ خود پانچ مہاضعات یعنی ینح، وادی انقری، یربک، یادینہ اور غفرین کے مالک تھے اور کئی علام اس کے علاوہ تھے ان یارہ مہاضعات کے واحد مالک بعد از وفات سیدہ فاطمہ الزہراءؑ

۱۰ فرغ کافی جلد ثالث صفحہ ۲۷، سیرت حیدر گدار صفحہ ۲۱۲

سیدنا علیؑ ہوتے جنہیں انہوں نے اپنی اولاد کے لئے وقف کر دیا۔
اب اتنی بڑی جاگیر جن لوگوں کے ہاتھ میں تھی حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو کیا پڑھی تھی کہ ہر نعمت کے ہوتے ہوئے پھر انہیں دوسروں
کا مہونہ منت کرتے اور ان کو دوسروں کی کفالت میں دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع
میں جو ہدایت فرمائی تھی اس میں
دو چیزوں کا ذکر فرمایا تھا یعنی

سقیفہ بنی ساعدہ اور
اہل بیت تھیں

کتاب اللہ اور اہل بیتؑ اور امت کو ان کی پیروی و اتباع کا حکم
فرمایا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد "اہل بیت" سے "اہل بیت
علیؑ" تھے تو صحابہؓ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانشین و
منتخب تھے اور قرآن کریم کے امراء و رؤساء سے اچھی طرح واقف تھے
انہوں نے کتاب اللہ کے دستور کے مطابق سقیفہ بنی ساعدہ میں اجماع
اور شوریٰ سے سیدنا صدیق اکبرؓ کو خلیفۃ الرسولؐ تو منتخب کر لیا
مگر سیدنا علیؑ اور آل علیؑ کی طرف رجوع نہ کیا جس سے زور و شو
کی طرح عیاں ہے کہ صحابہؓ صرف اہل بیت المؤمنینؑ کو اہل بیت رسول اللہؐ
صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے اور اہل بیت رسولؐ میں سے کسی ایک
نے بھی سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع و شوریٰ سے خلیفۃ الرسول کے
انتخاب کی قطعاً مخالفت نہیں کی۔

سبانی مفسدین نے جب سیدنا عثمانؓ کو قتل کرنے کے بعد حضرت علیؓ کو بیعتِ خلافت لینے پر مجبور کر دیا

قصاص سیدنا عثمانؓ اور اہل بیت تطہیر

آپؓ نے مجبوری اُن کی بیعت لینے کی حالانکہ آپ کے تحت جگہ سیدنا حسنؓ بیعتِ خلافت لینے سے منع کرتے رہے اور آپؓ نے اپنی مجبوری کا اظہار بھی فرمایا چنانچہ صحابہؓ نے آپ کی بیعت صرف اس شرط پر کی کہ آپؓ سب سے پہلے مفسدین سے قصاص سیدنا عثمانؓ لیں گے۔ لیکن جب تین چار ماہ تک آپؓ قصاص سیدنا عثمانؓ لینے کے اور بار بار فرماتے رہے۔

بھائیو! میں اس معاملے کی نزاکت سے بے خبر نہیں ہوں لیکن قائلین عثمانؓ کو سزا دینے کی طاقت کہاں سے لاؤں۔ یہ سب تمہارے درمیان موجود ہیں اور جو کچھ چاہتے ہیں تم سے کرا لیتے ہیں کیا ان سے انتقام لینے کی تم میں ہمت ہے؟

پھر فرمایا

میرے پاس (اس کی) قوت کہاں ہے جیکہ فوج کشی کرتے طالع اپنے انتہائی ترور پر ہیں وہ اس وقت ہم پر مسلط ہیں ہم اُن پر

کہ بعض حالات میری کتاب "قصاص سیدنا عثمانؓ" کی قبیل بیعت عثمانؓ

میں ملاحظہ فرمادیں (مؤلف)

۲۰ سنچ البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۰

مسلط نہیں ہے

جب صحابہؓ نے سیدنا علیؓ کو بے بس پایا تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور وصیت یاد آئی جو انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمائی تھی کہ "میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، کتاب اللہ اور اپنے اہل بیتؓ" اس نے صحابہؓ نے قصاص سیدنا عثمانؓ کی تکمیل کے لئے اہل بیتؓ کی تطہیر کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ جو ان ایام میں حج بیت اللہ شریف لے گئی تھیں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے مکہ معظمہ سے تکمیل بیعت رضوان کا اقرار فرمایا۔

صحابہؓ کا سیدنا علیؓ کو چھوڑ کر اہل بیتؓ کی طرف رجوع کرنا اس حقیقت کا شاہد ہے کہ تمام صحابہؓ سیدنا علیؓ اور آل علیؓ کو اہل بیتؓ رسولؐ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اہل بیتؓ تطہیر صرف اہل بیتؓ کو سمجھتے تھے۔

جنگ جمل ختم ہوئی تو سیدنا علیؓ نے نہایت احترام سے اہل بیتؓ تطہیر

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو ان کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ساتھ مدینہ روانہ کیا جہاں آپ اپنی حیات طیبہ کے آخری لمحات تک مقیم رہے۔

۱۔ بیخ البلاغۃ مترجمہ مفتی جعفر حسین (امامیہ نقیخانہ) خطبہ ۱۶۶ صفحہ ۷۲۱

مگر سیدنا علیؑ کو سیائی مفسدین اپنے ساتھ کوفہ لے گئے اور اپنی مقصد پر اسی کے لئے انہیں اور ان کی اولاد کو ایسا بے گھر کیا کہ وہ بیت رسولؐ تو کجا مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی داخل نہ ہو سکے، سیدنا علیؑ کے اس بصیرت افروز اقدام سے ہی وہ نہ روشن کی طرح واضح ہے کہ اگر وہ خود کو اہل بیت رسولؐ سمجھتے تو سیدنا عثمانؓ کی طرح شہید ہو جاتے مگر بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینۃ الرسولؐ کو کبھی خیر باد نہ کہتے ان کا یہ اقدام اس حقیقت کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ بھی اہل بیت رسولؐ ہی کو اہل بیت رسولؐ سمجھتے تھے اس لئے واقعہ جمل کے بعد انہیں بیت النبیؐ میں واپس بھیج دیا اور خود کوفہ تشریف لے لئے۔ مگر زندگی بھر واپس نہ آ سکے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا
فاروق اعظمؓ خلیفۃ المسلمین
تھے۔ انہیں ہر سیاہ و سفید کا

وفات شہین و حسن اور
اہل بیتِ تطہیرؓ

مکمل اختیار تھا جب یہ وفات پانے لگے تو ہر ایک نے اہل بیت رسولؐ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اجازت مانگی کہ انہیں بھی اپنے اس بیت و حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے جس میں محبوب خدا مدفون ہیں۔ اسی طرح سیدنا حسنؓ نے بھی اسی مقدس حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ میں دفن ہونے کے لئے اہل بیت رسولؐ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اجازت مانگی تھی کہ انہیں بھی

اپنے اس مقدس ترین بیت میں دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی
کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وہی صحبتیں وہی قریشیں انہیں میں نصیبِ سولہ کی
ابو بکرؓ میں جو قریب تر تو عمرؓ بھی آپ کے برہمن ہے
کوئی اہل بیت سے آپ کو جو نکال دے یہ مجال کیا
کہ عمرؓ کی تہمت پاک بھی تو رسول پاکؐ کے گھر میں ہے

ان بزرگانِ دین کا سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اجازت طلب کرنا
اس حقیقت کا شاہد ہے کہ اہل بیت المؤمنین ہی اہل بیتِ رسولؐ
تھیں۔ اہل بیتِ رسولؐ سے ان کے گھروں میں داخل ہونے سے
قبل اجازت مانگنا اللہ تعالیٰ نے فرض ٹھہرا دیا تھا۔ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا
بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُدْعُوا ^(الاحزاب ۵۳) كَمَا دَخَلْتُمْ بُيُوتَهُمْ
مِنْ خَلْفِهَا أَوْ مِنْ بَابِهَا

اور اگر سیدنا حسنؓ اہل بیتِ رسولؐ تھے تو انہوں نے سیدہ
عائشہ صدیقہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے
کی اجازت کیوں مانگی تھی ورنہ اپنے گھر میں بھی کوئی آنے کی اجازت
مانگتا ہے؟ پس ظاہر ہوا کہ اہل بیتِ رسولؐ صرف اہل بیتِ المؤمنین تھے
اور تمام صحابہؓ کے علاوہ سیدہ فاطمہؓ، سیدنا علیؓ اور آلِ علیؓ بھی
اہل بیتِ المؤمنین ہی کو اہل بیتِ رسولؐ مانتے تھے اور ان کی حرمت و توقیر
کرتے تھے، پس ثابت ہوا کہ اہل بیتِ رسولؐ صرف اہل بیتِ المؤمنین تھے۔

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم
خود لاثانی ہیں، اسی طرح آپ کے
اہل بیت، صحابہ، و اہل بیت، سائے،
نواسے اور نواسیان سب بے مثل

سیدنا علیؑ، سیدہ فاطمہؑ اور
حضرات حسینؑ بھی نیک و پاک
مگر آپؑ تطہیر کے مخاطب نہ تھے

ہیں، لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہر کس و ناکس کے انعامات و
فضائل حدود اللہ کی تمیز کئے بغیر کسی ایک کو نواز دینے چاہئیں، یہ تو
ان بندگان دین سے بہت ناانصافی ہوگی جن کو رب العزت نے درجات
مرحمت فرمائے، مگر سینکڑوں سال بعد مسلمان خود ہی ان
فضائل کو چھین چھان کر اس کا اہل کسی اور کو قرار دیں۔ اور اس
ناانصافی کرنے میں حدود اللہ کو پامال کیا جائے۔

سیدنا علیؑ تو بدری صحابی ہیں اور خود صحابہ میں سے بدری
صحابہ افضل ترین ہیں۔ ان کی طہارت کے متعلق رب العزت
ارشاد فرماتا ہے۔

”تاکہ اُس سے تم کو پاک کرے اور شیطانی
نجاست تم سے دفع کرے اور تمہارے
دلوں کو قوت دے اور قدموں کو اس کے
ساتھ مضبوط کرے۔“

لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ
عَنكُمْ الشَّيْطَانَ وَيُوَسِّطَ
عَلَيْكُمْ بِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ
الْأَقْدَامَ (الانفال: ۱۱)

سیدہ فاطمہ الزہراءؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ یہ بیٹی اور
نواسے تو ضرور ہیں، مگر فضیلت اس امر میں نہیں کہ یہ بیٹی اور نواسے

ہیں۔ بیٹی اور نونا سے بے دین بھی ہو سکتے ہیں جیسے حضرت نوح کا بیٹا
 وغیرہ۔ فضیلت تو اس امر میں ہے کہ آپؐ پر ایمان لائے اور وہ آپؐ کی
 صحابیہ اور صحابی نہیں اور خدائے واحد کے پرستار ہیں اور ان کی
 فضیلت میں رب کائنات فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ
 مَعَهُ اسْتَمْتَدُوا عَلٰى الْكُفٰرِ
 رَحِيْمًا وَّبِيْنَهُمْ شُرَاھِمُ
 لِكَا سُبْحٰنًا يُّبْتَغُوْنَ فِتْنًا
 وَّبِيْنَ اللهِ وَرِيْمُوْنَا زِيْمًا هُمْ
 فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اٰمَنَّا السُّجُوْدِ
 ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰتِ
 وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۝ ۲۹

محمدؐ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو
 ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت
 ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں لگتا
 اور سجدہ کرتے دیکھے گا اللہ سے فضل اور
 رمانندی طلب کرتے ہیں اور سجدہ کے اثر
 سے ان کی پہچان ان کے چہروں سے ہوتی ہے
 یہ صفت ان کی تقدیر میں ہے اور انجیل
 میں ان کی صفت ایسی ہے۔

اور اہل بیت مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے
 متعلق فرمایا۔

اِنَّ مَا يَرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ
 عَنْكُمْ الرِّجْسِ اَهْلَ الْبَيْتِ
 وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

”اللہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اسے
 نبیؐ کی گھر والیوں و سادس کو دور کرے
 اور تمہیں بالکل پاک و صاف کر دے۔“

(الاحزاب: ۳۳)

رب کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر پہلو سے بے مثل

بنایا ہے۔ اس واسطے ہر ایک طبقے کو علیحدہ علیحدہ فضائل و درجات سے نوازنا ہے اور ہر ایک طبقے کی طہارت حد و وقائم کئے ہیں مگر سبائی حضرات ہیں کہ جس کو چاہیں گرائیں جس کو چاہیں بڑھائیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ رب کائنات کا مقام انہیں حاصل ہے یہ قادر مطلق ہیں جو چاہیں کریں انہیں کھلی چھٹی ہے۔ جزا و سزا کے یہی مالک ہیں کسی کی ٹوپی کسی کے سر کے مصداق ہیں نہ حدود اللہ کی پرواہ نہ عمل کی۔ مگر ان سے بھی اس امر کی باز پھس ہوگی جب رب کائنات کے حضور یہ پیش ہوں گے، وہاں تو فیصلہ جات حد و اللہ کے ماتحت ہوں گے اور کسی کی سفارش کچھ کام نہ دے گی۔

مسلمان اور آیتِ تطہیر | تمام مسلمانوں کو بھی خداوند تعالیٰ پاک و صاف رکھنا چاہتا ہے

بلکہ ہر مسلمان وضو کر کے دن میں پانچ دفعہ پاک و مطہر ہوتا ہے چنانچہ ان کی طہارت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
 اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کو اٹھو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک اپنے لائق دھویا کرو اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو اور نگوں تک اپنے پاؤں (دھویا کر لو) اور اگر تم حالت جنابت میں ہو۔

لہٰذا یہاں فاتح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وضو کرتے وقت سب سے پہلے یا غننل کے ذریعہ منہ کو دھونا چاہیے مگر سبائیوں نے جو طریقہ ایجاد کیا اس میں پہلے پاؤں کو دھنا فرض قرار دیا (مؤلف)

تو نہ پایا کرو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی جلدی ضرور
 سے ہو کر آئے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک
 مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر مسح کر لیا
 کرو۔ پھر فرماتا ہے۔

اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی قسم کی تنگی
 ہو لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے
 اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے
 تاکہ تم شکر کرو۔

مَا يَرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ
 مِنْ حَرْجٍ وَّلَٰكِنْ يَّسِّرِ لَكُمْ
 سُبُلَهُمْ وَاُولَٰئِكَ لَٰعَنَتُهُ
 عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَاُولَٰئِكَ
 هُمُ الرَّاكِبُونَ

(المائدہ: ۷)

بخران مکہ معظمہ سے یمن کی جانب
 سات منزل پر ایک وسیع ضلع

مہابہ اور اہل بیت رسول

کا نام ہے جہاں عیسائی عرب آباد تھے، عیسائیوں کا ایک عظیم الشان گرجا
 تھا جس کو وہ کعبہ کہتے تھے اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے۔ اس میں
 عیسائیوں کے بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے جن کا لقب سید اور
 عاقب تھا۔ عرب میں عیسائیوں کا کوئی مرکز اس کا ہمسرہ تھا۔
 اسی کی شان میں کہتا ہے۔

و کعبۃ بخران حرم علیک حتی تنافی بالواہبہا

نزول ہیزین اد عبد المسیح وقیساہما خیرا رباہما

یہ کعبہ تین سو کھانوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ جو شخص

اس کے حدود میں آجاتا تھا وہ باموں ہو جاتا تھا، اس کعبہ کے اوقات
کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی لے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معمر بن بشیرؓ کو جو صلح
حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے تھے انہیں دعوتِ اسلام کے لئے
بجرائی روانہ فرمایا۔ عیسائی علماء نے قرآن حکیم پر کچھ اعتراضات
کئے جن کا جواب وہ نہ دے سکے اور واپس چلے آئے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوتِ اسلام کے
خطوط بھیجے جس میں تحریر یہ تھا کہ اگر اسلام قبول نہ ہو تو جزیہ دو سو
میں اہل بجران کے مذہبی پیشواؤں کی ایک جماعت جو تقریباً ساٹھ ائمہ
عیسائیت پر مشتمل تھی، مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور آپ نے انہیں مسجد میں اتارا۔

ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مذہبی مسائل پوچھے
اور آپ نے ان کو جوابات دیئے۔ اس کے بعد آپ نے ان کو اسلام
کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔
لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم صلیب پوجتے
ہو اور عیسیٰ عا کہ خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہو تو تم مسلمان ہو سکتے ہو؟

مگر اس پر بھی وہ اپنے آپ کو راہِ راست پر سمجھتے رہے اور اسلام کا انکار کرتے رہے تو رب کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ مباہلہ کی ہدایت فرمائی کہ ہم سب اپنے اپنے اہل و عیال سمیت اکٹھے ہو کر خدا کے حضور دعا کریں کہ جو جھوٹے ہوں ان پر خدا کی لعنت، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

تو جو شخص تجھ سے علم آئے پیچھے جھک کر
کہتا ہے اس سے کہہ دے کہ اؤ ہم اپنے
بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی
عورتوں اور تمہاری عورتوں کو
آؤ ہم ... سب نفوس (رسول و
صحابہ) اور تم سب نفوس (جو ساتھ
اممہ عیسائیت آئے ہوں) اکٹھے مل کر دعا
کریں کہ جو بیٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔

فَمِنْ حَاحِكٍ فِيهِ مِنْ بَعْدِ
مَا حَيَّاكَ مِنْ الْعِلْمِ قَلْدُ
تَقَالِدُ أَمْدًا وَاِبْنَاءَ نَا و
اِبْنَاءِ كُمُ وَاِبْنَاءَ نَا وَاِبْنَاءِ كُمُ
وَاَنْفُسًا وَاَنْفُسِكُمْ وَاَنْفُسًا
مُبْتَهَلٍ فَيَجْعَلُ لَعْنَتَ اللّٰهِ
عَلَيْ اَنْكَبِي بَيْنَ هـ

(آل عمران: ۶۰)

چونکہ ان کے ساتھ اممہ عیسائیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ٹھہرایا تھا اور صحابہؓ کو ہر وقت وہاں موجود رہتے تھے اور حضور صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو تبلیغ دین یا ان سے مناظرہ فرماتے تھے۔ اس لئے جب آپ نے ان کے ساتھ عیسائیت کو دعوتِ مباہلہ دی تو تمام جانثارانِ اسلام بھی آپ کے ساتھ شامل تھے، جیسا کہ پہلے پورے جو سفر و حضر اور عسریں میں ساتھ رہے ہوں

اور جب آپ کے پسینہ کی جگہ خون بہانا اپنی سعادت سمجھتے ہوں وہ
 مصلحتاً پہلے کے وقت کس طرح پیچھے رہ سکتے تھے اور آپ ان کو
 کیسے معذور کر سکتے تھے اور پھر اگر صرف آپ خود اور اپنے خویش واقربا
 ہی کو پیش کرتے تو اس کا اثر ان عیسائی سادات پر کیا ہوتا اس لئے
 جہاں ان کے اور اپنے بڑے بچوں کو شمولیت کی دعوت دی۔ وہاں
 "انفسنا وانفسکم" فرما کر ان سب صحابہ اور ان کی آل و اولاد
 اور ساتھ عیسائی سادات کو بھی دعوت دی کہ ہم سب جو یہاں موجود
 ہیں یہ نفس نفیس شامل ہو کر چھوٹے پر خدا کی لعنت کہیں۔

روایت ہے۔

اخرج ابن عساکر عن جعفر
 ابن محمد بن اسید فی ہذا
 الایات تعالوا اندع ابناءونا
 الایة قال فجاء ربا یکر و
 ولدا و یحس و ولدا و یحس
 و ولدا و یحس و ولدا و یحس
 ابن عساکر نے حضرت جعفر صادقؑ سے انہوں
 نے اپنے والد (حضرت باقرؑ) سے اس آیت
 یعنی تعالوا اندع ابناءونا کے متعلق روایت
 کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو بھی اولاد
 کے بلا لیا اور حضرت عمرؓ کو بھی مع اولاد کے اور
 حضرت عثمانؓ کو بھی مع اولاد کے اور حضرت علیؓ
 کو بھی مع اولاد کے بلا لیا۔

تفسیر کشاف میں علامہ محمد مختاری جو عرقی لعنت کے امام ہیں نے تشریح

فرماتے ہیں۔

مذع اینارفا و اینارکما ای
میدع کل منی و منکم اینارک
و نساوہ و نفسہ الی المیاہلہ

”مذع اینارفا و اینارکما کا مطلب یہ ہے کہ
ہر شخص ہم میں سے اور تم میں سے اپنے
بیٹوں اور عورتوں کے ساتھ اور خود بھی بہ نفس
نفس میاہلہ میں شرکت کرے گا۔“

تفسیر بیباوی میں ہے۔

ایحایدع کل منا و منکم
نفسہ و اعزۃ اہلہ

”یعنی اے ہر شخص ہم میں سے اور تم میں سے
خود بہ نفس نفس اور اپنے خاندان اور
عزیزوں کے ساتھ۔“

لیکن بخران کے یہ عیسائی ڈرکے اور باہنوں نے میاہلہ سے انکار
کر دیا اور جاپہ دینا منظور کر لیا۔ پنا نچہ بخاری شریف میں ہے۔

عن حدیثہ قال جاء

العاقب والسید صاحب بخران

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم یرید ان ان یبلا عناک

قال فقال احدہما لصاحبه

لا تتحل ثوب اللہ لہن کانت

نیتا فلا عناک لا تقام حقن ولا

عقبتا من بعدنا قال لا انا

حضرت خدیجہؓ سے مروی ہے کہ عاقب

دعید المسیح) اور سید راہمی نقاری کے

دور میں بخران سے آنحضرت صلی اللہ علیہ

کے پاس آنے کے ساتھ ابو الحارث

بن علقمہ پارسی اعظم بھی تھا حضور یہ

تھے کہ وہ آپ سے میاہلہ کہیں۔ ان میں ایک

دور سکتے کہنے لگے کہ خدو کبیرہ میاہلہ

کہ اگر یہ سچے بنی ہوتے تو ہماری اور

تُعطِيكَ مَا سَأَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا
 حَبْلًا أَمِينًا وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا
 إِلَّا أَمِينًا فَقَالَ لَا بَعْثَنَّا مَعَكَ
 حَبْلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ
 نَا سَنَنْتَشْرُفُ لَهُ أَصْحَابُ
 وَسَيُؤَلِّمُكَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 قَدْ يَا أَبَا عَبِيدَةَ
 بَيْنَ الْحَبْرَةِ فَسَلِّمْ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا أَمِينٌ
 هَذَا الْأَمَّةُ لَهُ

اولاد کی تباہی ہو جائیگی آخر وہ کہنے لگے کہ ہم
 مباہلہ نہیں کہتے آپ جو باتیں وہ حاضر سے
 روایت فرماتے ہیں وہ سنی ہو گئے (انہوں نے یہ درخواست
 کی کہ ایک ایماندار شخص ہمارے ساتھ کر دیجئے۔
 ایماندار شخص ہونے پر ایمان نہ ہو آپ نے فرمایا
 ہاں میں تمہارے ساتھ ایک ایماندار شخص کو بھیجتا
 ہوں ایماندار بھی کیسا پکا ایماندار یہ سن کر
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے انتظار کرنے
 لگے دو بچے حضورؐ کو بھیجتے ہیں) پھر آپ نے
 فرمایا ابو عبیدہ بن جراحؓ انھیں (ان کے ساتھ جائیں)
 جب وہ کھڑے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا اس امت کے یہ ایماندار (محبوباندار) شخص ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ مباہلہ ہوا ہی نہیں بلکہ نصاریٰ نے گئے اور وہ جذبہ
 دینے پر رضامند ہو گئے مگر بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم سیدہ فاطمہؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو لے کر
 مباہلہ کے لئے نکلے جو قرین قیاس نہیں اور نہ ہی ارشادات ربانی کے
 مطابق ہے۔

۱۔ صحیح بخاری پارہ ۱، کتاب المغازی باب قصہ اہل بھران

روایت ہے۔

فما نزلت هذه الآية
 انا وانا وانا وانا
 دعاء رسول الله عليا و
 فاطمة وحنان وحنينا
 فقال اللهم هو لا اله
 اهل له

”یعنی جب یہ آیت نازل ہوئی تھی
 انا وانا وانا وانا تو پیغمبر نے
 علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ
 کو بلایا اور کہا کہ خداوند میرے
 اہل ہیں یہی ہیں۔“

اور وہ سبھی روایت میں ہے کہ۔

اينا ما اراد الحسن والحسين
 ونساء فاطمة والفسنا
 عني نفسيه وعليارمني الله
 عنتم والغرب تسمى ابن عم الرجل
 كما انفسه كما قال الله
 ولا تلمزوا انفسكم بغير ذللكم

”یعنی آیت مباہلہ میں اہل انسا سے مراد
 حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور نسائنا سے مراد
 سیدہ فاطمہؑ اور انفسنا سے پیغمبرؐ
 اور علیؑ دونوں مراد لے گئے ہیں کیونکہ
 عرب کسی شخص کے چچا زاد بھائی کو اس
 کے نفس کے نام سے پکارتے ہیں۔“

۱۔ صواعق محرقة از امام ابن حجر مکی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۷

۲۔ تفسیر معالم التنزیل از امام بغوی صفحہ ۱۶۳

۳۔ مباہلہ کے وقت آپؐ کے چچا سیدنا عباسؑ موجود تھے اودان کے چچا جبرائیلؑ سیدنا عبد اللہؑ
 ذرہ تھے۔ علاوہ انہیں خود سیدنا علیؑ کے بڑے بھائی سیدنا عقیلؑ موجود تھے اگر عرب
 چچا زاد بھائی کو نفس کے نام سے پکارتے تھے تو ان چچا اور چچا زاد بھائیوں کو نفس
 کہیں خارج کر دیا گیا۔ (مولانا)

ان روایات میں بھی کوشش کی گئی ہے کہ سیدنا علیؑ، سیدہ فاطمہؑ
 ان کے دو صاحبزادوں سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ کو اپنی بیٹی رسولؐ
 داخل کیا جاتے۔ حالانکہ آیت مباہلہ میں "ابناء و ابناؤکم" سے
 واضح الفاظ ہیں۔ یعنی ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو لگے
 زینت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو نواسے ہیں بیٹے نہیں۔ آپ کی نواسی
 امامہ بنت ابوالعاصؑ اور سیدنا علیؑ بن ابوالعاصؑ بھی آپ کے
 میں پر وہاں چڑھ رہے تھے اور ان دونوں کی حضورؐ خود کفالت فرماتے
 یہ سچے بھی سیدہ بوقت مباہلہ آپ کے گھر میں موجود تھے اور ان
 کے والد اور حضورؐ کے محبوب و اماں سیدنا ابوالعاصؑ جنہوں نے سیدہ
 کفالت پائی تھی موجود تھے اور اگر نواسوں اور اماں ہی کو ساتھ لینا
 تھا تو ان تمام کو آپ نے کیوں ساتھ لیا۔ بلکہ روایات میں ہے کہ صحابہؓ
 کے بیٹی سیدنا زینبؑ کو "زینب بنت محمدؐ" کے نام سے پکارتے تھے اور آج
 کسی نے سیدنا حسنؑ یا سیدنا حسینؑ کو سیدنا حسنؑ ابن محمدؑ یا سیدنا حسینؑ ابن محمدؑ
 نام سے موسوم نہیں کیا بلکہ ہم سب ان حضرات کو حسن ابن علیؑ اور حسینؑ
 ابن علیؑ کہتے ہیں اور صحابہؓ بھی اسی نام سے ان کو پکارتے تھے۔
 روایت ہے۔

عبد اللہ بن عمرؓ ان زینب حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ

بن عارضہ موعی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ما کنتا
مذعوہ الا نبیہ بن محمد
حتی تنزل القرآن اذعوہم
لا یاءولہم ہوا قسط
سند اللہ سے

ہم زید بن عارضہ موعی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بیٹے تھے زید بن محمد کے
نام سے پکارے جاتے تھے یہاں تک کہ قرآن
میں یہ حکم نازل ہوا کہ انہیں ان کے باپوں کی طرح
مسترب کرین اور اللہ کے نزدیک یہ یاد انہیں
کی بات ہے۔

اور سب سے ضروری تھا کہ حضور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم
کو ساتھ لے جاتے، کیونکہ واقعہ مباہلہ جو کہ ۹ شہر میں ہوا جو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے اپنے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؑ زندہ تھے اس لئے بیٹے کے
ہوتے ہوئے لوہاسوں کو لے جانے کی کیا ضرورت تھی، اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم قرآن حکیم کے ارشاد کے خلاف کبھی عمل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ
وہاں حکم ہے تم اپنے بیٹوں کو لے آؤ اور ہم اپنے بیٹوں کو ماں سے

۱۰ صحیح بخاری پارہ ۱۰ کتاب التفسیر تفسیر سورہ احزاب

کے مواجیب مدنیہ میں تاریخ وفات شہر ہے واقدی نے اور ولدی کی تاریخ میں سعد
ولادت ابراہیم شہر اور وفات، اربع الاول شہر تحریر کی ہے اس بیان کا بھی
ہے کہ یوم وفات کو سو بیچ گمراہ تھا اور واقعہ مباہلہ شہر میں ہوا اور قرآن میں لفظ
ایمانا ہے جس کے معنی بیٹے ہیں نہ کہ نواسے۔ اس لئے واقعہ مباہلہ کے وقت جب
خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیمؑ موجود تھے تو لوہاسوں کو ایجاب
باقی ص ۲۸۰

لازمًا آپ قرآن حکیم کے حکم کی تعمیل میں اپنے بیٹے سیدنا ابراہیمؑ کو دین میں اٹھا کر
 لے گئے ہوں گے، اور پھر اگر آپ بیٹے کو چھوڑ کر نواسوں کو لے جاتے تو
 عیسائی آپ پر آواز دے گئے اور خدا جانے کیا کچھ کہتے کیونکہ "اپنا رنا"
 میں لٹھ پٹھل کو لے جانے کا حکم ہے نہ کہ نواسوں کو اور بغیر مسالوات
 صلی اللہ علیہ وسلم احکام خداوندی کی تعمیل میں ہم سب سے افضل تھے۔
 قرآن کریم نے اعتدالاً جہاں بھی استعمال کیا ہے اس کا مطلب
 بیٹی نہیں بلکہ عام عورتیں اور خصوصاً بیوی ہے اور بیٹی کے لئے
 ہمیشہ "بنات" کا لفظ استعمال کیا۔ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَلرِّجَالِ مِثْلُ
 وَمِنْكُمْ وَنِسَاءِ الرِّجَالِ
 مِثْلُ مِمَّا عَلَيْهِنَ مِنْ حِلِّ
 بَيْنَهُنَّ ط (الاحزاب، ۵۹)

• لے بیٹی اپنی، اور راج کو اور بیٹیوں کو
 عورتوں کی عورتوں سے کہہ دو اپنی اور
 لپٹے اور پھر اور لے لیا کریں۔

۱۔ یہاں رب کا ناسخ ہے اس حقیقت کی وضاحت فرمادی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کے علاوہ اور بھی صاحبزادیاں تھیں۔ (مؤلف)

بیت حرامی صفحہ ۲۷۷۔ ۱۔ کیا ضرورت تھی اور اگر بیٹے لے ہوتے ہوتے آپ نواسوں کو
 لے جاتے تو عیسائی متحرک کرنے کہ بیٹے کی حیات کے خوف سے آپ کو چھوڑ آتے اور
 نواسوں کو حکم قرآن کے خلاف لے آئے (مؤلف)

یہاں یہ کہنا کہ "نسا رنا" سے مراد حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء ہیں مناسب ہے بلکہ قرآن حکیم کو بعد ثابث کرنا ہے کیونکہ وہ تو بیٹی ہیں اور یہاں "نسا" سے مراد بیٹی نہیں بلکہ بیوی ہے اور پھر یہ جمع کا صیغہ ہے اور سیدہ تو ایک عورت ہیں ہیں اگر ان کے ساتھ ان کی تین صاحبزادیوں سیدہ زینب سیدہ ام کلثوم اور سیدہ رقیہ کو بھی واقعہ مباہلہ اور جوارہ تطہیر میں شامل جاتا تو کوئی بات بھی تھی کہ ان تمام عورتوں کے لئے "نسا رنا" استعمال ہو مگر کسی ایک حدیث میں بھی ان تین صاحبزادیوں کا نام نہیں، حالانکہ ان سے سیدہ زینب تو سیدنا حسین کے ساتھ واقعہ کربلا میں شریک تھیں اور انہیں "شریکہ الحنین" کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے مگر یہ سچ ہے کہ حدیث و طبع کرنے والوں نے کس بنا پر اس نیک سیرت اور عظیم کردار پروردگار و عظیم واقعات کیوں نکال دیا ہے حالانکہ اگر سیدہ زینب کو اس سے الگ کر دیا جائے تو تمام واقعہ کی نوعیت ہی بدل جاتی ہے۔

اسی طرح سیدنا حسین کی دوسری ہمسر سیدہ ام کلثوم سلام علیہا عظیم شخصیت کی رفیقہ حیات ہیں جن کا نام نامی سیدنا عمر فاروق کے اور یہ وہ عظیم شخصیت ہے کہ امت مسلمہ کو کیا دنیا کی ہر قوم اور امت کے کارنامے نمایاں سے متاثر ہے اور پھر آپ نے نہ صرف عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں بلکہ اسلام کے چلیں القدر خلیفہ ہیں۔

اور "انسا" سے یہ مراد لینا کہ اس میں صرف جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ موعود ہے بلکہ یہاں تمام مسلمان جو مباہلہ کے وقت

مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان ساتھیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرگمردہ پادریوں کا مناظرہ سن رہے تھے سب داخل ہیں۔ یہ صحابی صحابہ ان پشیمال خیمہ الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو آپ کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کو بروقت تیار تھے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے جنہوں نے آپ کو رسولی کی نذر کر دیا اور خاموشی کھڑے تماشہ دیکھتے رہے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی نہ تھے جنہوں نے من و سلویٰ تو طلب کر لیا مگر جب جنگ کے لئے کہا گیا تو کہا "موسیٰ! اور ان کا خدا تمہیں" بلکہ یہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے جن کی تعریف توحیدیت و ایمان میں ہے کہ:

محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ
جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت
سخت اور آپس میں نرم دل ہیں

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ
مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى
الْكُفَّارِ رَحِيمًا بَيْنَهُمْ

(فتح: ۲۹)

اس لئے اس واقعہ میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور
اہل بیت رسول کے علاوہ سیدنا علیؑ اور اہل بیت علیؑ سیدنا ابوبکرؓ
اور اہل بیت صدیقؓ، سیدنا عمرؓ اور اہل بیت عمرؓ، سیدنا عثمانؓ
اور اہل بیت عثمانؓ کے علاوہ تمام صحابہؓ اور ان کے اہل بیت شامل تھے

ہر نبیؐ نے اپنے اپنے
دور میں بعض روشرواہیوں

ارادہ و عملے انبیاء اور مشیت انبوی

کے لئے دعائیں کی ہیں اور ان دعاؤں یا سفارشوں پر رب العزت نے
 انہیں اپنے ارادہ اور مشیت سے متنوع فرمایا ہے۔ جن کا ذکر قرآن کریم
 میں بالوضاحت ہے۔ جن میں ہمارے اعتقادات کو کچھ دخل نہیں۔ صرف
 عدو اللہ میں اور ان کا پابند ہر نبی اور ہر امت کو کیا گیا ہے۔

دعا
 ا۔ عَادَى نُوحٌ رَّبَّهُ فَسَأَلَ
 رَبَّكَ اِنِّي مِنَ الْاٰهْلِ وَاِنَّا
 وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ
 الْحَاكِمِيْنَ (ہود: ۲۵)

مگرب کائنات نے فرمایا کہ وہ تیرے
 اہل بیت میں شامل نہیں
 قَالَ يُدْعُ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ
 اٰهْلِكَ ۗ اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ
 فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهَا
 عِلْمٌ ۗ وَاِنِّي لَأَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنُ
 مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ۗ (ہود: ۲۶)

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا
 اور کہا اے رب میرا بیٹا میرے اہل
 میں سے ہے (اور میرے اہل کے بچانے
 کا وعدہ تھا) اور تیرا وعدہ سچا ہے
 اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔

فرمایا اے نوح وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے
 کام بد میں سو جس بات کا تجھے علم ہے
 اس کی بابت ہم سے نہ پوچھ۔ میں تجھ
 نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے
 نہ ہو۔

اے صورت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اہل بیت قرار دیا مگرب کائنات نے فرمایا
 اہل بیت کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اس نے عدو اللہ کی پیروی نہیں کی (دعوت)

اور اس مشیت ربانی پر حضرت نور
کو معافی مانگنا پڑی عرض کیا۔

قَالَ رَبِّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ اَنْ
اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ بِكَ عَلَيْهِمْ
وَ اَلَا تَغْفِرُ لِي وَ لِرَحْمَتِي يَا كَرِيْمٌ
مِّنَ الْمُخْسِرِيْنَ (هود : ۴۷)

عرش کی اے میرے پروردگار میں تجھ سے
پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال
کروں جس کی مجھے حقیقت معلوم نہیں
اور اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ پر رحم
نہ کرے گا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔

۴۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو خدا کی مشیت کا
علم ہوا تو اپنے ارادہ و ذہن کو ترک
کر دیا عرض کیا

۲۔ اَلَا قَوْلُ رَبِّي اِهْمِلْ لِي
لَا سْتَغْفِرُونَ لَكَ وَمَا مَلَكَكَ
مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ وَّ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ

۱۔ وہ احادیث جن میں حضورؐ سے چادر کا پردہ ڈال کر دعا کرائی گئی ہے کہ حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ
اور حضرات حسینؑ ان کے اہل بیتؑ ہیں اس میں حضورؐ کو حدود اللہ اور احکام ربانی سے لاعلم
ثابت کرنے کی جسارت کی گئی ہے، حالانکہ حدودِ ظہیر تو صرف ادراج الثبیٰ جو آپ کے
اہل بیتؑ تھے ان کے لئے نازل ہوئی تھیں اور وہی تازنگی ان پر عامل رہیں (مولف)

”ہاں اور ایسا ہی تم کا قول اپنے باپ کیلئے
 زید تھا کہ میں تیرے لئے معفرت مانگوں گا
 اور میں اللہ سے تیرے لئے کسی شے پر
 اختیار نہیں رکھتا۔“

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اَبِي هَبْرَةَ اِلَّا
 مِنَ مَرَعِدَةٍ وَعَدُّهَا اِيَّاكَ
 فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهَا اَنَّكَ عَدُوٌّ لِّهَا
 تَبَيَّنَتْ اَمْنُهَا بِالرَّحْمَةِ : ۱۱۷

”اور ایسا ہی تم نے جو اپنے باپ کے لئے
 معفرت طلب کی تھی وہ ایک وعدہ کے
 سبب سے تھی جو وہ اپنے باپ سے کر چکا
 پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ دشمن خدا
 ہے تو وہ اس سے سزا ہو گئے۔“

۳۔ غزوہ احد میں جب نبی اکرم صلعم
 کے سر میں زخم آیا تو آپ نے کفار کے
 حق میں بددعا کرنے کے ارادے سے
 فرمایا:-

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ
 يَتُوبُ عَلَيْهِمْ اَوْ يَعِزُّ بِهِمْ

(ان عمران: ۱۲۷)

”اس کام میں تیرا کچھ دخل نہیں خواہ وہ ان پر
 رحمت کہے یا ان کو عذاب دے۔“

کیف یفعل قوم شجوا انبيئهم
 وہ قوم کس طرح کامیاب ہوگی
 جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا۔“

۱۔ صحیح بخاری پارہ ۱۷۹ باب لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

۴۴۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؓ کے والدین کو ایڑھوں کی خدمت کی اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد کو ایڑھوں کی خدمت کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی خدمت کی اور اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعا معفرت کی۔ روایت ہے المسیب بن حزن اما والله لا استغفرون لك ما لم انة عنك فانزل الله ما كان للنبي والذين آمنوا اى قوله اصحاب المحييمه قاله لابن طالب عند وفاته سے

دمتق بن حزن سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اے چچا ابو طالب! خیر دار ہو خدا کی قسم میں تیرے واسطے دعا مانگتا ہوں جب تک پتھر بختش مانگتے سے روک نہ

۴۴۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے لئے دعا مانگی تو رب کائنات نے ہدایت فرمائی

مَا كَانَ النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا رَنْ يَسْتَفْزِرُوا إِلَيْهِمْ هَيِّنًا وَلَا كَالَّذِي تَوَلَّى كُرْسِيًّا مِنْ آلِ مَارِيَةَ نَهَدُوا نَحْوَهُ أَصْحَابَ الْحَجِيْمَةِ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارًا لِّبُرْهَانٍ لِأَبِيهِ إِلَّا هُوَ مُوْعِدُهُ وَعِنْدَهَا أَيْتَاهُمْ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَيَّنَ آمِنَهُ ط (التوبة: ۱۵۱۳)

نبی کے لئے نشان نبی نہیں اور نہ ان کیلئے جو ایمان لاتے کہ وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں گو وہ قریبی ہوں اس کے بعد کہ ان پر کھلی گیا کہ وہ ان کا دشمن ہے تو انہوں نے

کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آفہ نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جن کیلئے انہوں نے دعائے معفرت کی تھی (مؤلف)

سید صحیح بخاری پارہ ۱ باب قبضہ ابو طالب شارح الآثار

ہوگی۔ پھر خدا نے یہ آیت اتاری کہ پھر اہل
ایمان خدا کی طرف سے نہیں کہ مشرکوں کے پاس
دعا کہیں معذرت کی اگرچہ ان کے قرائتی ہوں
حالانکہ ان پر ظاہر ہو چکا ہے کہ مشرک
دندنی لوگ ہیں۔ یہ حضرت نے ابی طالب
کے مرتے وقت فرمایا :-

اسکے لئے دعا کرنا چھوڑ دیا۔

پنارسی میں حضرت عبداللہ بن عباس

سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

”اھون اناس عدا ابی اوطالب“

”ہو منتقل بنعلین یعنی منعمنا“

”وما عنہ یعنی سب آدمیوں کا عذاب“

”والا اوطالب ہے اس کے پاؤں میں آگ“

کی دو جوتیاں ہیں جن کا دامغ آیت

شہ امام اولیاء و ہندو پاکستان حضرت علی ہجویری المشہور داتا گنج بخش علیہ السلام

عسی حیبتی سید ہیں اور جانان ابوطالب سے ہیں اپنے جد بزرگوار کے متعلقہ آیت

پہ نظیر کتاب کشف المحجوب میں رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”وَلَا تَحِبُّوا

حَبِيبَ الْاٰیْمَانِ وَلَا یْمَانَ وَ ذٰلِیْہٖ فَا حٰوِبٌ کَبُوْدٌ“ لیکن اللہ نے تمہارے

ایمان کو محجوب فرمایا اور اس کو تمہارے دلوں کی زینت بنایا ہے ” (المحجرات: ۷)

اس آیت میں تحیب اور زینت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب منسوب فرمایا ہے

میں رسول (جو ہجویری) کہتا ہوں کہ عبد نبوی میں ابوطالب سے بڑھ کر کوئی عقل و

استدلال اور بحث و گفتگو میں سرگرم عمل نہیں تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر

کوئی صاحب ایمان و یقین اور صاحب حکمت و ذکا نہیں تھا چنانچہ ابوطالب پر یہ بھی

اور شقاوت کا حکم مبارک ہو چکا تھا۔ لہذا حضرت ابو ہریرہؓ اور ہندو نصیحت سے اس

کو کوفتہ نہ پہنچایا۔ ”کشف المحجوب پہلا کشف الحجاب خداوند کریم کی معرفت ہیں“

شعہ بہ مشارق الافکار صفحہ ۹۱۔

۵۔ لیکن آپ کی اس دعا کے متعلق روایت
 نے ہدایت فرمائی۔
 مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
 وَلَكِن رَّبَّ رَسُولٍ اللَّهُ وَحَاكِمًا لِّبَنِي
 وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
 (الاحزاب : ۴۰)

”خود تمہارے مردوں میں سے کسی کے
 باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور
 نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ
 ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔“

۵۔ جب اہل بیت رسول یعنی ازواج الیہ
 کے متعلق آیت تطہیر نازل ہوئی تو بقول
 سابقہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تقاضا
 محبت اپنی بیٹی فاطمہ الزہراء کے علاوہ
 اپنے داماد سیدنا علیؑ اور اپنے دونوں سوا
 حضرات حسینؑ کے متعلق دعا فرمائی کہ
 اللہ میرے ہر اہل بیتی وضاحتی
 اذہب عنہم الرجس وطہرہم
 تطہیراً لہ
 ”اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت
 اور خاص ان سے جس کو دودھ دیکھو
 ان کو پاک فرما۔“

۶۔ ترمذی ایسی وضعی احادیث میں حدود اللہ جو تطہیر کے متعلق نازل فرمائی گئی تھیں
 ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور خواہ غواہ بیٹی، داماد اور نواسی کو اہل بیت
 تطہیر نایا گیا ہے (مولانا)

۷۔ یہاں یہ علم و خبر ہے اس حقیقت کی وضاحت فرمادنی کہ اے پیغمبر میں بہتر جاننا
 ہوں کہ آپ کے اہل بیت کون ہیں، یہ وہ فاطمہ زہراء کا نام ہے کہ آپ کے جگر کا ٹکڑا ہیں مگر وہ اب
 آپ کے اہل بیت میں داخل نہیں۔ جب بن عباسؓ سے یہی سنا۔ آپ کے اہل بیت میں داخل
 یا قتی ۲۸۱ پر

حضرت نے اپنے نمازوں میں ان کی شادی
 کر کے اپنے ارادہ کو ظاہر فرمادیا کہ آپ
 ان کو بھی اپنی بیٹہ میں شمار فرماتے تھے
 اور پھر صحابہؓ بھی تو حضرت زیدؓ کو
 "زید بن محمد" کے نام سے پکارتے تھے ہو
 سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 ذاتِ حسرتہ آیات کے بعد لوگ حضرت
 زیدؓ کو بھی مقامِ نبوت دے دیتے۔

۱۔ حضورؐ کی اولادِ نریمانہ تو فوت ہو گئی
 تھی اس لئے حضورؐ نے حضرت زیدؓ کو
 اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ
 صحابہ کرامؓ آپؐ "زید بن محمد"
 کہتے تھے۔ آپؐ کو سیدنا زیدؓ سے استفادہ
 اُلٹت تھی کہ ان کی شادی منور اپنے
 خاندان کی ایک معزز خاتون سیدہ زینبؓ
 سے کرائی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵:۔ فقیر، اگر جب سیدنا علیؑ کی ریتِ حیات بن کر ان کی سپادِ تطہیر
 میں داخل ہو گئیں اور ان کی اولاد کی والدہ بن گئیں تو اب وہ اپنی بیٹہ سیدنا علیؑ میں
 داخل ہیں، باقی ہے آپؐ کے نواسے حضرت حنینؓ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ آپؐ
 کے نواسے ہیں مگر بیٹے نہیں، کیونکہ آپؐ کی اولادِ نریمانہ کہ تو میں نے زندہ دھن اس لئے
 نہ رکھا کہ کہیں کل کو انہیں بھی جی کا مقام نہ دے دیا جائے کیونکہ آپؐ خاتم النبیین
 ہیں اور آپؐ کی اپنی بیٹہ تو صرف آپؐ کی عہدِ انزواجِ مطہرات میں جن کی
 عصمت و پاکیزگی اور رفعت و ذہنیت کے لئے میں نے آپؐ سے آیتِ نقلیہ کنول
 کے بعد حق طلاق و تنہاجِ سلب کر لئے ہیں اور خود ان انزواجِ مطہرات کو اہمیتِ
 کی باتیں فرمادے کہ خود ان سے حق تنہاجِ سلب کر لیا ہے تاکہ آپؐ اور آپؐ
 اپنی بیٹہ کی تطہیر و قیامت قائم و دائم رہے (خداوند)

روایت ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر بن زید
بن حارثہ مدنی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ما کما تدعو
إلا زید بن محمد حتی نزل
القرآن ادعوهم لأبائهم
اقسط عند اللہ لہ

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے
کہ ہم زید بن حارثہ بن عبدالمطلب کے بیٹے
تھے۔ زید بن محمد کے نام پکارتے تھے۔
یہاں تک کہ قرآن حکیم میں یہ حکم نازل
ہوا۔ ادعوہم لأبائہم ہوا
قسط عند اللہ اور بخاری میں
حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے
کہ نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

ان من اعظم القرى ان یبغی
الرجل الی غیر اسیبہ اویسری

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آسمان صلہ

کی ہدایت کے لئے اللہ نے فرمایا

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قُلُوبٍ
فِي جَوْفِهِ وَمَا جَعَلَ أَنْتَاجِكُمْ
إِلَّا أَنْ تَطْهَرُونَ مِنْهُنَّ أَمْهَاتِكُمْ
وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا
قَوْلَكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ

يَقُولُ الْبَاطِنُ وَهُوَ شَيْئٌ لَا يَرَى

السَّيِّئَاتِ أَوْ عَدُوَّهُمْ إِلَّا بِأَعْيُنِهِمْ

هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ أَمَرَ

تَسْلَمُوا إِلَىٰ أَوْلِيَّيْهِمْ فَأَخْرَجَكُمْ مِنَ

الدِّيَارِ وَهُوَ إِلَيْكُمْ ط

(لا احتیاب ۴ : ۵)

اللہ نے کسی شخص کے لئے اس کے اللہ

دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری بیویوں

کو جن سے تم تمہارے ہو تمہاری

مائیں بنایا ہے اور نہ تمہارے لئے پادلوں

۱۹ تفسیر سورہ احزاب

عینیہ مالم تریا او نیتوں
علی رسول اللہ مالم یقل۔

آیتہ سب پیمانوں میں سے پڑا بہتان
یہ ہے کہ عرو اپنے باپ کو چھوڑ کر اود سے
رشتہ نگائے اور اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے
جو آنکھوں نے نہیں دیکھا یعنی عہدِ طحطاہ
بنا کر کہے یا خدا کے پیغمبر پر کہے وہ بات جو
پیغمبر نے نہیں کہی یعنی حضرت سے بھرتی
حدیث بنا کر کہے۔

کو تمہارے بیٹے بنا لے یہ تمہاری اپنے
منہ کی بات ہے اور اللہ سچ کہتا ہے اور
دہی سیدھے رستے پر چلاتا ہے انہیں ان کے
باپوں کی طرف منسوب کر دے یہ اللہ
کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے
پھر اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے
تو وہ دین ہیں تمہارے بھائی اور تمہارے
دوست ہیں۔

۱۰۴۲

۱۰۴۲ شارح الافکار صفحہ ۵۳۲
۱۰۴۲ رب علیہم وجہیر نے امت مسلمہ کو صراط المستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے واضح
طور پر فرما دیا کہ ہر اولاد کو اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کریں سیدنا زید بن
حارثہ کو ان کے باپ کی طرف منسوب کریں وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے کہلانے کے مستحق
تھے مگر زید بن محمد کہلانے کے مستحق نہیں اور اسی طرح سیدنا حسن ابن علی
اور سیدنا حسین ابن علی تو کہلانے جاتے ہیں لیکن یہ حضرات ابن محمد رضی اللہ عنہ کے کہلانے
اور نہ کہلانے جاتے کے مجاز ہیں۔

یہاں اس حقیقت کی وضاحت بھی فرمادی کہ جس طرح اللہ نے کسی شخص کے
اثر و رد پیدا نہیں کیے اسی طرح ایک بچے کے دو باپ نہیں ہو سکتے بلکہ تو

۷۔ ہو سکتا تھا کہ آپ مشرکین قریش کی دیکھنی
کے لئے ایسا ارادہ کرتے مگر رب کائنات نے
پتھر مساوات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمایت
کرتے ہوئے فرمایا۔

وَلَا تَطْرُقُ الدِّينَ يَدُ عَرَبٍ رَيْثُكَ
بِالْعَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُؤِيدُكَ
وَجِبْهُكَ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِمَايِمِهِمْ
بِهِنَّ شَيْءٌ وَمَا مِنْ حِمَايِمِهِمْ
بِهِنَّ شَيْءٌ يَعْتَصِرُكُمْ وَهُمْ قَسَاكُومُ
الظَّالِمِينَ ۝ (الانعام : ۵۲)

اور ان کو نہ نکال جو صبح شام اپنے رب کو
پکارتے ہیں، نچھو پر ان کے اعمال و حساب
میں سے کچھ (ذمہ داری) نہیں اور نہ ان پر

۸۔ ایترہ میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ
سیدنا عمر فاروقؓ سیدنا عثمان غنیؓ اور
سیدنا علیؓ اسرار اللہ کے علاوہ محروم سے چند
اہل اسلام کے باقی مسلمان اکثر فریاد
ساکین تھے جن میں سیدنا یحییٰؓ جیسی
مقتدرہ ہستیاں بھی شامل تھیں۔

مشرکین قریش جن کو اپنے حسب
پر بڑا ناز تھا وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے
کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوں تو کوئی مسلمان غلام
ان کے دوش بدوش بیٹھے ہو سکتا تھا کہ
حصہ تبلیغ دین کے لئے ان کی دلچسپی قوت
مگر اسلام کا ذمہ ہی حسب نسب کے

بھیجتے تھے۔ اسی باپ کی طرح منسوب کیا جائے گا جس کی پشت سے وہ پیدا ہوگا اور
بیوی اسی کی اہل بیت کہلائے گی۔ جس کی چادر تھپیر میں وہ نکاح کے بعد داخل ہوگی
تھی اور جس کی اولاد کی وہ ماں ہیں۔

قرآن حکیم کے ان حکیمانہ ارشادات کے بعد اگر عقل انسانی پر لعین و حد کے پردے
پڑے رہیں تو ان کو سہاتا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ (مؤلف)

بتوں کو ریزہ ریزہ کر کے مساوات قائم
کرنا تھا۔

۸۔ جب فتوحات سے منہا تم کثیرہ کی
آمد شروع ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے اہل بیت رسولؑ نے بھی مال و متاع
کا مطالبہ کیا۔ ہو سکتا تھا کہ آپؐ بحیثیت
خاوند و کفیل ان کا مطالبہ مان لیتے۔ مگر
بیت کائنات نے آپؐ کو اس ارادہ سے
منع فرمادیا، بلکہ آپؐ نے ازداجِ مطہرات
سے علیحدگی اختیار کر لی جسے واقعہ ایلاء
کہا جاتا ہے۔

تیرے اعمال و حساب میں سے کچھ ذمہ داری
ہے کہ تو ان کو اپنی صحبت سے نکال
پس ظالموں میں سے ہو جائے۔

۸۔ ہو سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
ازداج کی دلجوئی فرمائے مگر خداوند علیہ
خیر نے آپؐ کو اس ارادہ سے باز رکھنے
کیلئے ہدایت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحْبَبْتَ
اللَّهُ لَكَ ۖ تَتَّبِعِي مَرْضَاتِ اللَّهِ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
(التحريم: ۱)

اے نبی! کیوں اُسے حرام کرتے جو اللہ

۱۰۔ بعض روایات میں شہد کے حرام ہونے کے متعلق مشہور ہے کہ حضورؐ نے فرمایا
میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا جیکہ خود قرآن حکیم شہد کی تعریف میں فرماتا ہے کہ فیہ
شفاء و نلتا من اسی لئے قابل قبول نہیں مگر اپنی ازداج کو طلاق دینے کا حق تو رسولؐ
صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ ازداجِ مطہرات نے نان و نفقہ میں زیادتی چاہی تھی۔
خدا اور خدا کا رسولؐ چاہتے تھے کہ یہ ازداجِ مطہرات فقر و فاقہ کی زندگی کو
ترک دیں (مولف)

نے تیرے لئے حلال کیا ہے، تو اپنی
بیبیوں کی رضا چاہتا ہے اور اب ذکر بیچنے کا
حکم کرنے والا ہے۔

۹۔ حضورؐ کو ہدایت فرماتے ہوئے فرمایا۔
عَلَيْسَ وَتَوَلَّى ۝ اِنَّ حَبَاۡءَ الْاٰثِمِ
وَمَا يَدْرِيكَ لَعَدۡۃُ يَزۡكِي ۝
اُوۡدِيۡذِكُمْ فَتَنْفَعُهُ الَّذِي كَرِيۡمٌ
اَمَّا مَنِ اسْتَعۡنَىٰ فَاِنَّتۡ لَـٰسَءُ
لَعَدۡۃُ يٰ ۝ وَمَا عَلَيۡكَ الْاٰيۡدِي
وَاَمَّا مَنِ جَاۡءَكَ يُسۡئِلُ ۝ وَهُوَ
يُحۡشِنُ ۝ فَاِنَّتۡ عَنْهُ تَلۡوِي ۝
كَلَّا اِنَّهَا لَشَدۡ مَكۡرَةٌ ۝

(عبس: ۱ تا ۱۱)

پر امنایا اور منہ پھیر لیا اس لئے کہ تیرے
پاس اندھا آیا اور تجھے کیا خبر ہے کہ شاید

۹۔ ابن جریر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے
روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا عیس و
تولیٰ ابن مکتومؓ کے بارے میں نازل
ہوئی ہے۔
یہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔
یا رسول اللہؐ مجھے بھی ہدایت دیجئے اور
اس وقت آپؐ چند مشرک رؤساء سے باتیں
کر رہے تھے پس آپؐ نے ان کی طرف سے
سرخ مبارک پھیر لیا اور مشرکین رؤساء
کی طرف متوجہ ہوئے۔

۱۰۔ سورہ احزاب میں خود اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کو ازواج مطہرات کو طلاق دینا اور
مزید نکاح کرنا حرام قرار دے دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مندرجہ بالا آیت کے بعد نازل ہوئی
لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْۢ بَعْدِ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡا بَعۡجِدۡنَا مِنْۢ بَعۡدِ
(الاحزاب: ۵۲)

وہی پاکیزگی اختیار کرے یا نصیحت قبول کرے تو نصیحت اسے فائدہ دے جو پورا وہ نہیں کرتا تو اس کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے اور توجہ پر کیا الزام ہے اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کرے اور جو تیرے پاس دوڑتا آیا اور وہ جو ڈرتے تو اس سے بے مری کرتا ہے، لیوں نہیں چاہیے یہ تو برائی ہے۔"

پس ثابت ہوا کہ کسی پیغمبر کے ارادے اور دعا کو مشیت ایزدی میں قطعاً کوئی دخل نہیں بلکہ مشیت ایزدی اور اذن ربانی جیسا کہ نہ ہو کسی پیغمبر کی دعا و شفاعت قبول نہیں کی جاتی بلکہ اس کے برعکس خود انہی حدود اللہ کی پابندی کی تلقین طے شدود سے کی جاتی ہے اور وہ صحابہ جو حدود اللہ کے پابند ہوتے ہیں ان کی عزت و تکریم نہ صرف خالق کائنات خود فرماتا ہے بلکہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی عزت و تکریم کرنے کی ہدایت فرماتا ہے۔ رب شرق و غرب آیت انگریزی میں بالوضاحت فرماتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُشْفَعُ عِنْدَنَا إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ
مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ

"وہ کون ہے جو اس کے پاس سوائے اس کی اجازت کے سفارش کرے وہ جانتا ہے جو کچھ اس کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر اجاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے اس کا علم

بک
اپ
مگر
ان
سے
تو

وَالْأَرْضِ ۖ (البقرة: ۲۵۵) آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عملات کے زمانہ میں فرمایا۔
 "اے امت مسلمہ! حرام و حلال کی نسبت میری طرف نہ کی جائے۔ میں نے
 وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے اور وہی حرام کی
 ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔"

اور سفارش و شفاعت کے متعلق خود اپنی لحدت جگر سیدہ فاطمہ الزہراء
 اور اپنی بزرگوار چھوٹی سیدہ صفیہؓ سے فرمایا۔

"اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہؓ! اور اے پیغمبر خدا کی چھوٹی سیدہ صفیہؓ! خدا کے
 ہاں کے لئے کچھ کہو۔ میں تمہیں خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔
 اور امت مسلمہ کو قبر پرستی اور نسب پرستی سے باز رکھتے ہوئے فرمایا۔
 "یہود و نصاریٰ پیغمبر خدا کی لعنت، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو
 سجدہ لگا دیا تھا۔"

اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ پیغمبر کوئی جائیداد اور میراث نہیں چھوڑے
 آپ نے بیماری کی شدت میں بھی عمی ثبوت دیا تا کہ کل کو پیغمبر کی میراث کے
 جگروں میں امت مبتلا نہ ہو جائے۔ روایت یہ ہے کہ:-

۱۔ صحیح بخاری باب ذکر وفات النبی صلعم

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

اسی کرب اور بے چینی میں (حضورؐ) کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں، دریافت فرمایا کہ عائشہؓ وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ محمدؐ خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا۔ چنانچہ ان کو خدا کی راہ میں حیرت کر دو۔
 اس لئے پیغمبر کے صرف دعا کر دینے سے خود ہی کوئی نتیجہ مترتب کر لینا احکام خداوندی کے خلاف ہے بلکہ دیکھنا یہ چاہئے کہ اگر پیغمبر نے کسی نفل کے تحت دعا کر بھی دی ہے تو رب العزت نے اس دعا پر نتیجہ کیا مرتب فرمایا اور اس کا کیا جواب قرآن حکیم میں دیا۔ اور آپؐ دہلے انبیاء اور مشیت انبیا کو ملاحظہ کر چکے اور قرآن حکیم کا یہ دعویٰ ہے کہ۔

مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ
 ثُمَّ رَأَىٰ رَبَّهُمْ يُخَشِرُونَ
 ہم نے کتاب (قرآن میں) میں کوئی چیز بیان کرنے سے نہیں چھوڑی، پھر تم اپنے رب کی طرف اٹھے گے جاؤ گے۔
 (الانعام: ۳۹)

اہل بیت لغوی

رب کائنات نے ازواج مطہراتؑ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت المؤمنینؑ فرمایا کہ اس حقیقت کا اعلان فرمایا کہ جس طرح ازواج النبیؑ، اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے کل امت مسلمہ کی مائیں ہیں اسی طرح پیغمبر کا اہل بیت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے امت مسلمہ کے باپ بھی ہیں اور یہ ساری امت ایک ہی خاندان ہے، روایت ہے

۱۰: مستدرک حنبلی جلد ۱ ص ۲۹، ابن عساکر جزء الوفاات بروایت مستدرک

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا
ایک ایسا انداز دوسرے ایسا انداز کے متن میں
ایسا جیسے عمار کی بنیاد کو اس کا ایک دوسرے
کو مضبوط رکھتا ہے۔"

عن ابو ہریرۃ المؤمن للمؤمن
كالبنیان لیثد لخصه بعضاً
(متفق علیہ)

پھر فرمایا

انعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت نے
فرمایا کہ ایسا اندازوں کی مثال اپنی آپس کی محبت
اور نرمی میں بدن کی سی مثل ہے جو ب بدن
میں کسی حصہ کو تکلیف پہنچاتا باقی تمام اعضاء
بدن پر چین ہو جاتے ہیں۔

عن النعمان بن بشیر مثل المؤمنین
فی نواذهم و تراحمهم مثل
الجسد إذا اشتكى بعضه شدا على
سامره یا السهر والحقیقۃ

(مسلم)

بعض روایا میں ان معانی کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عائشہ و سیدہ
فاطمہ الزہراء و حضرات حنینؓ تو کجا حضرت سلمان فارسیؓ جن کا خاندان رسالت
سے دور کا بھی تعلق نہیں اہل بیت فرمایا تھا حضرت سلمان فارسیؓ تو کیا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کی پالی کو بیلی کو بیلی اہل بیت فرمایا تھا وہ اہل بیت
حضرت عبداللہ بن ابی قتادہؓ اپنے باپ سے
روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن عبد اللہ بن ابی قتادہ
عن ابيه رواه قال سمعت

۱۰ مشارق الانوار صفحہ ۵۵۷ لے لیتا

۱۱۔ ان کے متعلق میری کتاب اسلام اہل فارس اور سلمان فارسیؓ لائحہ ذرا میں (روایت)

کہ کہتے سنا کہ نبی میرے اہل بیت میں سے ہے۔

لوگ سیدنا عبداللہ بن مسعود کو بھی اہل بیت رسول سمجھتے تھے، روایت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھ اجازت دیتا ہوں کہ دروازے کا پردہ اٹھاؤ اور ہماری باتیں سنو یہاں تک کہ میں تم سے منع کروں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول السور من اهل البيت

عن عبد الله بن مسعود قال قال في النبي صلي الله عليه وسلم اذنك على ان ترفع الحجاب وانما تسمع سواي حتى انتهالك

مزید روایت ہے

اسود بن یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے سنا کہ وہ کہتے تھے میں اور میرا بھائی دونوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہم دیر تک یہی سمجھتے تھے کہ عبداللہ بن مسعود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے کوئی فرد ہیں کیونکہ وہ اور ان کی والدہ بڑا پر حضور صلی اللہ

عن اسود بن يزيدي قال سمعت ابا موسى الاشعري رضي الله عنه يقول قد امت انا وابي من اليمن فمكثنا حينئذ ما نرى الا ان عبد الله بن مسعود رحيل من اهل بيت النبي صلي الله عليه وسلم لسانه من دخوله ودخول امه

۱ منہاج منہاج جلد ۵ ص ۳۰۹

۲ رواہ المسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب الاستیذان

علی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم لہ
علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے
کہتے تھے

پس اس لحاظ سے تمام اُمت مسلمان اہل بیت رسول ہے اور انبیاء
علیہم السلام خود بھی اُمت کو اہل بیت ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ انجیل میں
مذکور ہے۔

جب وہ پھڑکے یہ کہہ رہا تھا تو دیکھو اُس کی ماں اور مہنائی
باہر کھڑے تھے اور اُس رحمت علیہا سے باتیں کرنا چاہتے تھے کہ کسی
اُس سے کہا دیکھ تیری ماں اور میرے مہنائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے
باتیں کرنی چاہتے ہیں اُس نے بھروسے والے کے جواب میں کہا کون ہے
میری ماں اور کون ہیں میرے مہنائی (یعنی اہل بیت) اور اپنے شاگردوں
کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے مہنائی یہ ہیں کہونکہ جو
کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پورے وہی میرا مہنائی اور بہن اور ماں ہے
اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ ہر اُمت روحانی طور پر
اولاد انبیاء میں داخل ہے اور حد و اللہ کی پیروی اور اعمال کی وجہ سے
اہل بیت رسول میں داخل ہے۔

۱۔ بخاری پارہ ۱۲ کتاب المناقب

۲۔ یہاں برعین کا مطلب ہے عدل اللہ کی پیروی کر کے کتاب اللہ کے احکام کی تعمیل کر کے (مولانا)

۳۔ مرقس ۳: ۳۱-۳۵، لوقا ۸: ۱۹-۲۱

مگر اہل بیت تطہیر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت المؤمنین ہیں جنہوں نے حدود تطہیر کی پابندی کی یا قی تمام صحابہ اور اہل بیت مسلمہ، اہل بیت حدیثی و اہل بیت لغوی ہیں اہل بیت قرآنی نہیں، مگر سب اہل بیت سے اہل بیت حدیثی اور اہل بیت لغوی کو تو مقدم کر دیا مگر اہل بیت قرآنی کو مؤخر کر کے آیت مسلمہ کو صراط المستقیم سے ہٹکانے کی کوشش کی۔

حدود اللہ اور نظام کائنات

اگر انسان یہ نظر تحقیق نظام سماوی و نظام ارضی پر غور کرے

تو اسے معلوم ہو گا کہ یہ ہر دو نظام بھی حدود اللہ کے ماتحت چل رہے ہیں خدا معلوم کب سے یہ کائنات قائم ہے مگر کیا مجال ہے یہ ہر دو نظام حدود اللہ سے تجاوز کریں سورج اور چاند روزانہ اپنے وقت مقررہ پر طلوع و غروب ہوتے ہیں۔ دن و رات اپنے وقت پر آتے جاتے ہیں۔ اور ان گنت ستارے اپنے اپنے حدود کے اندر گھومتے پھرتے ہیں کیا مجال جو ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاللَّهُ الَّذِي خَلَقَ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ
أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى
الْعَرْشِ ذُو الْعَرْشِ الْمَلِكُ
الْقَدِيمُ الْحَكِيمُ الَّذِي
يُنزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
فَيُنشِئُ مِنْهُ جِبَالًا كَالْحِضَابِ
وَالنَّجْمُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
وَالنَّجْمُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
وَالنَّجْمُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان و زمین
چھ دن میں بنائے پھر وہ عرش پر غالب
آیا۔ وہ رات کو دن سے ڈھانک دیتا
دن چند جگہ رات کو ڈھنڈکتا ہے اور
سورج اور چاند اور ستارے اس کے منطبق
قرآن میں، یاد رکھو پیدا کرنا اور حکم

Marfat.com

چلانا اسی کا حق ہے۔ اللہ ہی وہ پاک ذات ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔

بِأَمْرِهِ طَالَ الْأَلْبَانُ الْخَلْقَ وَالْأَمْوَالَ
شَاطِرًا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

(الاعراف: ۵۲)

اور اس نظام کائنات اور حدود اللہ کے متعلق مزید فرماتا ہے:

دن میں رات کو داخل کرتا ہے اور رات میں

يَوْمَ نُدِجُ الْمِيزَانَ نَحْنُ فِي السَّمَاوَاتِ نُنزِلُ

دن کو داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند

السَّمَاوَاتِ فِي الْمِيزَانِ وَسَخَّرْنَا الشَّمْسَ

کو قابو کر رکھا ہے ہر ایک وقت منقرض

وَالْقَمَرَ مِنْ كُلِّ مَجْرَىٰ لِأَحْيَىٰ

چلتا ہے یہ اللہ تمہارا رب ہے اسی کی

مُسْمًى طَٰذِلُكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ

سلطنت ہے اور جہنم تم اس کے سوا

لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ

پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے ایک

مِنْ دُونِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ

پھلکے کے بھی مالک نہیں۔

قَطِيرٍ طَٰفِرٍ (فاطر: ۱۶)

جب تمام نظام ارض و سما میں حدود اللہ کا فرمان ہے تو انسانوں

میں کیوں نہ ہوں۔ خود انسان کا جسمانی نظام بھی حدود اللہ کے ماتحت کام

کر رہا ہے۔ آنکھ، کان، ناک، گلا، دل، جگر، پیپٹرس، ہاتھ، پاؤں وغیرہ

ہر سو چیز حدود اللہ کے ماتحت ہے اور جب کبھی ہم خود اپنی بداعتدال سے انہیں

حدود اللہ سے تجاوز کرنے کا موقع دیتے ہیں تو ہم خود بیمار ہو جاتے ہیں یہاں تک

کہ ہماری موت واقع ہو جاتی ہے

لہذا اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے ہدایت ہے جو خلافت سیدنا صدیق اور خلافت سیدنا علی

کے لئے جھگڑتے رہتے ہیں اور ان مسلمانوں کیلئے بھی عبرت ہے جو اولیاء اللہ کو مالک کا ساری

اور مشکل گنا سمجھتے ہیں۔ الا انک وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کو نہ تو پیدا کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے مالک ہیں (عربی)

دنیاوی نظام حکومت کے لیے، بادشاہ، صدر یا سربراہ، مملکت اپنے حقوق و حدود کے پابند ہیں وزیر یا گورنر اپنے اپنے حدود و قیود کے پابند ہیں غرضیکہ صدر کے کر ایک چیرا سی تک سب حدود کے پابند ہیں اور جب کبھی اور جہاں کہیں ان حدود سے تجاوز نہ ہوتا ہے اس حکومت کے نظام میں خلل آجاتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاللَّهُ يَسْجُدُ مِنْ فِي السَّمَاوَاتِ

اور جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے پر خدا

وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلِّهَا

رضیت یا بہ حیر اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں یہاں تک کہ

وَالْعُدْوَدِ وَالْأَنْهَالِ (الرعد: ۱۶)

ان کے سائے بھی صبح تمام اللہ کو سجدہ کرتے ہیں

نظام شمسی پر تو آپ نے غور فرما کر اس حقیقت کو سمجھ لیا کہ سورج، چاند اور ان گنت ستارے، سیارے ایک دوسرے کے درجات و مقامات کو غصب کرنے کے خواہشمند نہیں اور نہ ہی کسی کے حدود میں داخل ہو کر مقررہ حدود اللہ سے تجاوز کر کے نظام شمسی کو تباہ و برباد کرتے ہیں۔ اسی لئے نظام سماوی میں سکون و اطمینان ہے۔

اسی طرح نظام ارضی کا دار و مدار بھی حدود اللہ پر ہے، پہاڑ، مادریا، چرند پرند بلکہ ذرہ ذرہ حدود اللہ کی پیروی کرتے ہیں اور انسان جس کو رب کائنات نے اشرف المخلوقات بنا یا اور اسے حدود اللہ کا عامل بنا کر مقرر کیا تھا جب یہ حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے تو مصائب و آلام کا شکار ہوتا ہے۔

تیمبر ۶۵ء کی جنگ بھارت سے کون مسلمان بھارت کا حدود سے تجاوز کرنا

بے خبر ہے اس جنگ کی وجہ بھارت کا اپنی مقررہ حدود سے تجاوز کر کے حدود پاکستان میں داخل ہونا تھا اور ان حدود سے تجاوز کرنے کا جو خمیازہ اسے بھگتنا پڑا۔ اس کی حقیقت سے

عبارت و پاکستان کا بچہ بچہ واقعہ ہے اپنے اور اپنے ملک کی حدود کی حفاظت ہر مسلمان نے بغیر سنی شیعہ کے امتیاز کے کی اور اس کی حفاظت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔

دستور پاکستان بھی حدود و قیود کا نام ہے جس کی پابندی

ہر پاکستانی کے لئے ضروری ہے اور جو کوئی ان حدود کی پابندی نہیں کرتا اس کے خلاف دستور پاکستان کی حدود و قیود کے تحت مقدمہ چلا یا جاتا ہے۔ ان حدود کی پابندی سنی شیعہ سب پر فرض ہے۔ ورنہ ان حدود و قیود کی خلاف ورزی کرنے والا باغی اور عداوت کا مستحق ہے اور ان حدود و قیود سے بغاوت ملک کی تباہی و بربادی کا باعث ہے۔

آئے دن ہم اخبارات میں حادثات ہفتہ ٹریفک اور حدود و قیود کی خبریں پڑھتے ہیں اور یہ بھی پڑھتے

ہیں کہ یہ حادثات ٹریفک کی حدود کی خلاف ورزی کی وجہ سے پیش آتے ہیں ٹریفک کے حدود کی خلاف ورزی کئی جانوں کے نقصان اور کئی خاندانوں کی تباہی و بربادی کا موجب ہوتی ہے۔ ان حادثات کا شکار سنی شیعہ سب ہوتے ہیں اور ان کی خلاف ورزی کسی کی رعایت نہیں کرتی، سال میں کئی بار ٹریفک ہفتہ منایا جاتا ہے اور لوگوں کو حدود و قیود کی پابندی کی تلقین کی جاتی ہے۔

تقریباً شہر کے ہر چوک میں سپاہی کھڑے اپنے اشاروں سے لوگوں

کو ٹریفک کی حدود و قیود کی تعمیل کرانا ہے، سنی شیعہ بلا تفریق و امتیاز
 اس کے اشاروں کی تعمیل اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی اس
 کے اشاروں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حدود و قیود کی خلاف ورزی
 کرتا ہے تو بلا امتیاز سنی شیعہ ان کا چالان ہو جاتا ہے اور اسے ان حدود
 تجاوز کرنے کے خمیازہ میں جرمانہ کی سزا سیکھنا پڑتی ہے یا پھر اسے کوئی جان
 حادثہ پیش آجاتا ہے جو خود اس کی اپنی غلطی اور حدود سے تجاوز کا نتیجہ
 ہوتا ہے۔

سپاہی کے علاوہ بعض جگہوں پر سرخ و سبز بتیلیں نصب کی گئی ہیں جو
 اشاروں پر لوگ حدود و قیود کی پیروی کرتے ہیں اور عباتی و مالی حادثات
 کے شکار ہونے سے محفوظ رہتے ہیں، امت مسلمہ ان سرخ و سبز بتیوں کے
 اشاروں پر تو حدود و قیود و ٹریفک و حکومت کی پابندی اپنا فرض سمجھتی
 ہے مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں
 جن حدود و قیود کی پابندی کو فرض قرار دیا ہے مسلمان انہیں سمجھنے کی کوشش
 ہی نہیں کرتے بلکہ وہ اہل اللومین جو اپنی حیاتِ طیبہ سے لے کر وفات
 حسرت آیت تک حدود اللہ اور حدودِ نظہر کی پابندی نہیں اور جو مخاطب
 آیتِ تطہیر ہیں ان کی حیاتِ مطہرہ پر غور کئے بغیر امت مسلمہ نے ان کو
 آیتِ تطہیر اور اہل بیت رسولؐ سے فارغ کرنے پر زور صرف کر دیا اور وہ
 جن کے متعلق نہ وہ حدودِ تطہیر تھیں نہ وہ آیتِ تطہیر کے مخاطب تھے اور
 ہی انہوں نے حدودِ تطہیر کی پابندی کی ان کو اہل بیت رسولؐ میں داخل

کر کے امت میں تفرقہ بپا کیا اگر جس طرح نظام شمسی میں اگر کوئی ستارہ حدود سے تجاوز کرے تو نظام شمسی کی تباہی کا موجب ہوگا۔ حکومت کی قائم کردہ حدود سے تجاوز ملک میں بغاوت و فتنہ نریزوں کا باعث ہوگا۔ حدود لڑائی کی خلاف ورزی کی جانے اور خاندانوں کی تباہی کا موجب ہوگی اسی طرح نظام رسالت کے قائم کردہ حدود اور اس کے پابندیوں انہماک المؤمنین اور صحابہ کو ان کے مقامات و درجات اور ان حدود سے خارج یا تجاوز کرانے سے نظام رسالت درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ دورِ راشدہ دورِ قتیبہ بن جلیعے گا۔ اور ان بزرگانِ دین کے درجات کو گھٹانے پڑھانے اور ایک دوسرے کو غاصب و مظلوم بنانے سے عبداللہ بن سبا و یہود کا انداس کی ذریت کا مقصد ہی نظام رسالت کو درہم برہم کرنا اور مسلمانوں کو تفرقہ بازی کا شکار بنانا ہے اور اس کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں۔ خدا ہم سب کو اپنے عقیدے، نظریے اور تفرقے سے محفوظ رکھے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے صحابہ کے متعلق فرمایا ہے کہ

حدیث صحابی کا نجوم

”صحابی کا نجوم“ میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں یعنی جس طرح ستارے اپنے اپنے حدود میں پھرتے ہیں میرے صحابی بھی خدا کی قائم کردہ حدود کے پابند ہیں اور جس طرح ستارے حدود اللہ سے تجاوز کر کے ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے اور جس طرح ہر ستارے کے لئے حدود اللہ مقرر ہیں اسی طرح ہر صحابی کے لئے حدود اللہ

مقرر ہیں۔ امدان حدود اللہ کی پابندی ان پر فرض ہے۔ جس طرح
 ہر ستارے کے خاص درجات ہیں اسی طرح ان صحابہؓ کے مخصوص
 درجات ہیں اور جب کبھی ہم لپتے جسم کے کسی عضو کو حدود اللہ
 سے تجاوز کرانے کا ارتکاب کرتے ہیں تو سارے جسم کا نظام دسبہم دسبہم ہمو
 جاتا ہے، اسی طرح ہم اپنی نفسانی خواہشات اور خود ساختہ روایات سے
 آج حدود اللہ کو جن کے صحابہؓ پابند تھے اور پابند رہنے کی وجہ سے ان کا
 دور دورہ راشدہ کہلایا اگر کسی صحابیؓ کو اس کے لیے مقرر کردہ حدود اور
 درجات سے نکال کر کسی دوسرے صحابیؓ سے متعلق مقرر کردہ حدود
 اور درجات میں داخل کریں گے تو سارا نظام ثبوت ہی ہل جائے گا۔
 اور یہی وجہ اسلام میں تفرقہ کی ہے جس قدر فرقے ہیں یہ ہماری نفسانی
 خواہشات ہی کا نتیجہ ہیں ورنہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں، اس کا ایک خدا۔
 ایک رسول، ایک دین، ایک قرآن اور ایک نظام ہے۔

اسی حدیث سے استفادہ

حدیث الصحابی کا نجوم اور قطب نما کرتے ہوئے مسلمان ماہرین

نظام شمسی نے قطب نما ایجاد کی اور اس کی رہنمائی کا مدار بھی ستاروں کی سمت
 کو رکھا جو ہر مقام پر ستاروں، ملاحظوں اور کوہ پیمائوں کی رہنمائی کرتی ہے
 اور سیدھا راستہ دکھاتی ہے۔ اہل مغرب و مشرق سب اس سے استفادہ
 کرتے ہیں۔ مسلمان سنی و شیعہ بلا تخصیص اس بے جان آلے سے نوافذہ
 حاصل کرتے لیکن استفادہ نہیں کرتے تو ان بے مثل ستاروں سے جنہوں نے

تو من وھن کی قربانیوں سے اسلام کو پروان چڑھایا، ہم تک پہنچایا اور
 عروہ اللہ کی پیروی کر کے حیات جاوداں حاصل کی اور خود رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق مزید وضاحت فرمائی۔

”حضرت ابی بردہؓ اپنے والد سے روایت
 کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنا سر مبارک آسمان
 کی طرف اٹھایا اور فرمایا کہ ستارے
 سب آسمان کو ہیں آسمان کے لئے جیب جانتے
 رہیں گے ستارے آئے گی آسمان پر وہ چیز
 جس کا وہ وعدہ دیا گیا ہے اور میں سب
 آسمان پر اپنے اصحاب کے لئے جیب میں جاؤں گا
 اس عالم سے پہنچے گی میرے اصحاب کو وہ
 چیز جس کا وعدہ دیا گیا ہے ان کو اور
 میرے اصحاب باعث آسمان ہیں واسطے میری
 امت کے اور جیب پہ جائیں گے اس عالم سے
 پہنچے گی میری امت کو وہ چیز کہ جس کا
 وعدہ دیا گیا ہے“

اب اگر امت مسلمہ خود اپنی بیعت رسولؐ یعنی اہل بیتؑ کے ساتھ

من ابی بردہ عن ایبہ قال رفع
 یعنی الیٰہی صلعم راسہ الی
 السماء وکان کثیراً ما یرفع
 راسہ الی السماء فقتل الخویم
 امتہ للسماء فاذا ذہبت
 الخویم اتی السماء ما توعد و
 اما امتہ لاصحابی فاذا
 ذہبت اما اتی اصحابی ما
 توعدون واصحابی امتہ
 لا اتی فاذا ذہب اصحابی
 اتی امتی ما توعدون

یہ مشکوٰۃ باب مناقب صحابہؓ اور درجہ ممتاز اہل حق تمتہ ربیع رابع مشکوٰۃ باب

مناقب صحابہؓ صفحہ ۱۲۶

اہل بیت رسول سے خارج کر کے اور ان ازواج مطہرات کے متعلق
یہ گمان کرے کہ وہ آپ کی گھر والیاں ہی نہ تھیں تو کیا امت مسلمہ نے
قرآن حکیم کی اس آیت پر واقعی عمل پیرا ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو

ان پر حق تھا ادا کر دیا ہے ؟

”اے مومن کہلاتے والو! نبی کا حق تم
پر تمہاری جانوں سے زیادہ ہے اور
اسکی ازواج تمہاری مائیں ہیں۔“

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ
أُمَّهَاتُهُمْ (الاحزاب: ۶)

یہاں رب کائنات نے دو بھاری چیزیں امت مسلمہ کو وحی میں
دی ہیں، کتاب اللہ اور اہل بیت رسول جن میں علاوہ ازواج مطہرات
کے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نفس نفیس شامل ہیں اور ان
کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ دار امت مسلمہ کو ٹھہرایا ہے۔
اور قرآن کی حدیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ
اور اپنے اہل بیت یعنی اہل بیت المؤمنین کے حقوق یاد دل کر امت مسلمہ
پر ان حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری ڈالی ہے۔

وَأَنَا تَارِكٌ فَيْكُمْ النِّقَاتِينَ
أُولَٰئِكَ كَتَبَ اللَّهُ فِيهِ الْوَحْيَ
وَالنُّورَ فَخُذُوا كِتَابَ اللَّهِ
وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ وَاعْلَمُوا أَنِّي
أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ رَحِيمٌ

میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں
چھوڑتا ہوں، ایک کتاب اللہ جس کے
اللہ پر لکھا ہے اور نور ہے کتاب اللہ کے
مضبوط سے پکڑو اور دوسری چیز
میرے اہل بیت (ازواج مطہرات)

اہل بیت علیہم السلام

ہیں اپنے اہل بیت کے بارہ میں نہیں

خدا کو یاد دلاتا ہوں

حضرت علیؑ اور اہل بیت کے یہ الفاظ دراصل مذکورہ بالا آیت کی

مکمل تفسیر ہیں اس حدیث میں اپنے کتاب اللہ کی حدود کی پابندی

پر تاکید فرماتے ہیں کہ ہر امت مسلمہ کو ہدایت فرمائی ہے اور بارہ اہل بیت

کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو یاد دلاتا ہے کہ "أَزْوَاجَهُ أَهْلُ بَيْتِهِ"

میرے اہل بیت جو تمام امت کی مائیں ہیں ان کے حقوق کو پامال نہ

ہوئے دیکھنا ان کو خدا کے بعد میں تمہارے سہارے چھوڑنے کا نام نہیں

خداوند تعالیٰ نے خود ان کی تطہیر کو قائم و دائم رکھنے کے لیے مجھ سے

حق طلاق و حق نکاح صلیب کئے، انہوں نے ان حدود و تطہیر کی

پوری طرح پابندی کی اور انشاء اللہ آئندہ بھی پابند رہیں گی اور

امت مسلمہ کو ان کی تطہیر کو قائم و دائم رکھنے کے لیے میں خود دیکھا پابند

خدا نے ٹھہرایا ہے اس کی پابندی تمام امت پر فرمائی ہے۔ اور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کی تطہیر کے حقوق کی وضاحت

کرتے ہوئے امت مسلمہ کو متنبہ فرمایا۔

وَمَا كَانَ سَكْمٌ أَنْ تَسُوذُوا	تو تمہاری امت مسلمہ تمہیں مناسب نہیں ہے
رَسُولُ اللَّهِ وَ لَا أَنْ تَسْكُمُوا	اللہ کے رسول کو ایذا دہا اور تمہیں کہ

۱۔ مکمل ہے ان انواع و اقسام کی تطہیرات کو اہل بیت رسول سے خارج کرنے کا ارتکاب
 کرنا دراصل خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہے (مؤلف)

أَزْوَاجِهِ مِنْ بَعْدِهِ
أَسَدًا طَرَانًا ذَلِكُمْ كَانَ
عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ه

اس کی بیویوں سے اس کے بعد کوئی بھی
تم نکاح کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بات
بہت بڑی ہے۔

(الاحزاب: ۵۳)

ضرب المثل ہے کہ ماں کے پاؤں تلے جنت ہے اور ہم روٹا سڑا پی
یہ لوگوں کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ دیکھو بیٹا اپنی ماں کی خدمت کرو اس کے
پاؤں تلے تمہاری جنت ہے، لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ وہ
شہس مائیں جن کے مشعلق رب کائنات نے فرمایا۔

بَيْنَا سَاءَ الْمَيْتَى لَسْتُنَّ
كَأَهْدٍ مِّنَ النَّسَارِ -
"اے دنیا کی بیویو! دنیا کی کوئی
عورت بھی تم جیسی نہیں"

(الاحزاب: ۳۲)

ایسی نیک و مطہر مائیں اور اہل بیت رسول جن کی طہارت کی
شد و تصدیق خدائے علیم و خیر نے ذیل کے الفاظ میں فرمائی۔
"اللہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے اے
نبی کی گھر والیو! تم کو دور کرے
اور تمہیں پاک صاف کرے"

(الاحزاب: ۳۲)

ایسی نیک و پاک ماؤں کے سر سے چادرِ تطہیر اتار کر ان کو
پہنانے سے خارج کرنے کا ارتکاب کر کے کیا واقعی ہم خداوندِ حق و قوی

Marfat.com

کے احکام کی پیروی، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور
 آخری وصیت کی حفاظت اور اپنی ماؤں کے حقوق کی حفاظت کہیں
 جو خود خدا اور رسولؐ نے اُمت مسلمہ کے ذمہ ٹھہرائی تھی اپنے حق
 کو ادا کرتے ہیں یا کسی اور فعل کا ارتکاب کہہ رہے ہیں یہ فیصلہ امت مسلمہ
 خود کرے۔

حد و اللہ کے توڑنے کا نتیجہ | جس طرح نظام کائنات حد و اللہ
 کے ماتحت چل رہا ہے اور ان حدود

سے تجاوز کرنے کی کسی کو مجال نہیں، ان حدود کی پابندی ہی میں فطر اللہ
 اسلام ہے کائنات کا ذرہ ذرہ مسلمان ہے اور جس دن ان حدود کی پابندی
 رب کائنات شروع اٹھائے گا قیامت پیا ہو جائیگی، سارا نظام کائنات
 دہم دہم ہو جائے گا اور رب کائنات اُمت مسلمہ کو ان حدود کی
 طرف متوجہ کرنے کے لئے بار بار نظام کائنات کی مثال دیتا ہے
 چاند کی یہ خواہش نہیں کہ وہ سورج بن جائے، نہ چل کی یہ خواہش
 نہیں کہ وہ مشتری بنے اور آسمان کی یہ خواہش نہیں کہ وہ زمین بن جائے
 اور ان میں خواہش کا نہ ہونا ہی نظام کائنات میں سکون اور امن کا
 سرچشمہ ہیں لیکن اگر ان میں ایک دوسرے کے درجات حاصل کرنے
 کی ہوا تو ہمیں پیدا ہو جائے اور وہ ان کے درجات و مقامات حاصل
 کرنے کے لئے ان کی حدود میں داخل ہو کر حد و اللہ سے تجاوز کرنے کا
 ارتکاب کریں تو اس کا نتیجہ خود ان کی تباہی و بربادی ہے۔

یہی صفت صحابہ کرام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کر دی تھی۔
 ان کو فضائی خواہشات کا تارک بنا دیا تھا، ان میں ایک دوسرے کی
 عزت کرنے کا جذبہ کارثر نہ تھا، وہ ایک دوسرے کے ولدا وہ مخفی ہونے
 قرآن حکیم نے فرمایا۔

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ
 جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بیعت
 سخت مگر آپس میں نرم دل ہیں۔“

شَهِدُوا رَسُولَ اللَّهِ
 وَكَانُوا مِنْهُ
 عَلَى الْكُفْرِ وَرَحْمَةً مِنْهُمْ

(الفتح: ۲۹)

اور پھر انہوں نے تو اپنی زندگیاں خدا کی راہ میں وقف کر دی
 تھیں جس کا اعتراف خالق کون و مکان یوں فرماتا ہے۔

”اہل ایمان سے ان کی عیاشی اور مال اللہ
 جنت کے عوض خرید لئے ہیں وہ اللہ کی
 راہ میں لڑتے ہیں، پھر مارتے ہیں اور
 مرتے ہیں، سچا وعدہ ہے جو اللہ پر لیا
 ہے اور تعہدیت و رخیل اور قرآن میں لکھا
 اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کا پورا کرنے
 والا کون ہے سو اپنی بیعت پر جو اللہ
 اللہ سے کی ہے خوشی کرو اور
 بڑی مراد پاتا ہے۔ یہ لوگ

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ
 أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ
 بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ وَيُقَاتِلُونَ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ
 وَيُقْتَلُونَ وَعَدَا عَلَيْهِ
 حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
 وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ
 مِنَ اللَّهِ فَإِنَّ شَيْئًا لَّا يَعْصِي
 اللَّهُ يَأْبَعْتُمْ بِهِ فَوَدَّكَ

توبہ کرنے والے، عبادت گزار، تعریف
 کرنے والے، سفر کرنے والے، رابع
 کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں
 کا حکم کرنے والے اور پیر یا قول سے
 روکنے والے اور حدود اللہ کی
 حفاظت کرنے والے ہیں ان کو ایمانداروں
 کو پشادت سے ۔

هُوَ الْغَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ التَّائِبِينَ
 الْعَبِيدُونَ الْحَامِدُونَ
 النَّسَاءُ وَبَنُونَ التَّرَاكِعُونَ
 السَّاجِدُونَ الْأَمْرُونَ
 بِالْعَدْوَىٰ وَالتَّاهُونَ
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ
 لِحُدُودِ اللَّهِ ۝ بَشِيرًا رَّحِيمًا

(التوبة: ۱۱۲، ۱۱۳)

اور جن کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ اصحابی
 کا لقب "میرے صحابہ" کی مثال ستاروں جیسی ہے جس طرح ستارے
 ایک دوسرے کے درجیات و مقامات چھیننے کے خواہشمند نہیں اسی
 طرح میرے صحابہ بھی کسی کے حقوق پامال کرنے کے خواہشمند نہیں اور
 جس طرح ستارے ایک دوسرے کے مقررہ حدود اللہ میں داخل
 نہیں ہوتے۔ اسی طرح میرے صحابہ ان حدود اللہ سے تجاوز نہیں
 کرتے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمائے ہیں اور ان
 حدود اللہ کی حفاظت ہی کا نام اسلام اور وہ راشد ہے ۔

لفظ قرنی "ہیں خلافت راشدہ
 کی پیشگوئی
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا :-

دورِ راشدہ کی پیشگوئی موجود ہے۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں ایک زنجیر کی پہلی کڑی کے آخری سر سے دوسری کڑی ملتی ہے اور پھر دوسری کڑی کے آخری سر سے تیسری کڑی ملتی ہے اور اس طرح کڑیوں کے اجماع سے ایک مہینوہ زنجیر بن جاتی ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ قرون "کا آخری حرف" ن ہے اور خاتم النبیین کا آخری حرف "ن" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے دورِ راشدہ کی آخری کڑی اور اس دورِ راشدہ کی زنجیر کی پہلی کڑی خاتم النبیین ہیں اس کے بعد لفظ "قرنی" ہے جس کا پہلا حرف "ق" ہے اور "صدیق" کا آخری حرف بھی "ق" ہے جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے کہ دورِ راشدہ کا سرخیز "خاتم النبیین" ہیں اور پہلا خلیفہ "الصدیق" ہیں اسی طرح قرنی کا دوسرا حرف "ر" ہے اور "عمر" کا آخری حرف "ر" ہے اور آپؐ دوسرے خلیفہ راشد منتخب ہوئے، اسی طرح قرنی کا تیسرا حرف "ن" ہے اور عثمانؓ کا آخری حرف "ن" ہے لہذا تیسرے خلیفہ راشد منتخب ہوئے اور قرنی کا چوتھا حرف "ی" ہے اور "علی" کا آخری حرف "ی" لہذا آپؐ چوتھے خلیفہ راشد منتخب ہوئے۔ اور جس دورِ راشدہ کی غیر صادق صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئی فرما چکے تھے وہ کس طرح الٹ پلٹ ہو سکتا تھا، سورج اور مہتاب سے طلوع ہو سکتا تھا مگر غیر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو تو خداوند تعالیٰ

جھوٹا قرار نہیں دے سکتا تھا۔

اور اس دورِ راشدہ میں اسی طرح امن و سکون تھا جس طرح
نظامِ شمسی میں ہمیں نظر آتا ہے کہ لاکھوں اور ان گنت تعداد میں
ہونے کے باوجود یہ ستارے اپنے اپنے مقررہ حدود اللہ میں تو
گھومتے ہیں مگر کسی دوسرے کے حدود میں داخل ہو کر ٹکراتے
نہیں اور حدود اللہ کو درہم پیمہم کر کے نظامِ شمسی کو تباہ و برباد
کرنے کا ارتکاب نہیں کرتے اس دورِ راشدہ میں حدود اللہ کی
اسی طرح حفاظت کی گئی جس طرح نظامِ کائنات کا ذرہ ذرہ حدود اللہ
کی حفاظت کر رہا ہے۔

اور اگر امتِ مسلمہ عبداللہ بن سبأ و یہودی کی پیروی و تقلید
میں خود ہی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں سے
نکار، ازدواجِ مطہراتِ رسولؐ کا اہل بیتؑ رسولؐ سے انوار اور
واقعہ مبارکہ اور چادرِ تطہیر سے سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہ الزہراءؑ
کی تین صاحبزادیوں کا اخراج اور سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ کا
اولادِ سیدنا علیؑ سے اخراج اور اولادِ سلمان فارسیؑ میں ادخال
کیم کے سیدہ فاطمہ الزہراءؑ پر بیتان باندھنا شروع کر کے اور صدیق
کو قاروقی اور ذوالقدرین کو اسد اللہؑ اور اسد اللہؑ کو سید اللہؑ
بنانا شروع کر کے تو انکار و ادخال و اخراج سے نہ صرف ان بزرگانِ
دین کی سیرتِ طیبہ کو غیر مطہر ثابت کیا جائے گا اور بقولِ سیبہ اگر

تفصیل کیلئے میری کتاب اسلام، اہل قاریں اور سلمان فارسیؑ ملاحظہ فرمائیے (مؤلف)

خلفائے ثلاثہؓ کو غاصبانِ خلافت نبویؐ اور سیدنا علیؑ کو اصل قرآن
 مقفل کرنے کی وجہ سے غاصبِ خلافتِ ربانی اور اس مقفلِ صندوق
 کا وارث ان کی اولاد کو بنا کر آلِ سیدنا علیؑ کو غاصبانِ حقوقِ نسلِ آدم
 قرار دیا گیا تو وہ حدود اور نظامِ اسلام و رسمِ پریم ہو کر رہ جائیگا۔
 اور انہیں بد اعتقادات کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ میں تفرقہ پیلے۔
 اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ بزرگانِ دین کی عظمت
 و ناموس کی حفاظت کرے اور ان کے حقوق کو پامال کر کے حدودِ اللہ
 سے تجاوز کرتے کا ارتکاب نہ کرے، سیاسی نظریات و اعتقادات
 جو پوری طرح تاریخ اور روایات میں سرایت کر چکے ہیں اور جن کی وجہ سے
 اُمتِ مسلمہ میں سکون و اطمینان کی جگہ تفاق و انتشار پیا ہے۔
 ان کو خیر باد کہہ کر سب بزرگانِ دین کی عزت و حرمت خود پر
 فرض کئے اور جب ہر مسلمان ان بزرگانِ دین کے متعلق اختلافات
 دور کر دے گا تو اُمتِ مسلمہ میں سے تفرقہ و تفاق ختم ہو جائیں گے۔
 ربِ کائنات نے اُمتِ مسلمہ کو بزرگانِ دین کے

استدعا

علاوہ حقوقِ العباد کا بھی درس دیا ہے اور اس کو
 بتدریج بیان فرمایا ہے اس میں بھی والدین کے حقوق کی حفاظت کو
 افضل قرار دیا ہے فرمایا ہے۔
 دَاعِبِدُوا اللّٰهَ وَلَا تَشْرِكُوا
 بِهِ شَيْئًا وَ بِالْوَالِدَيْنِ
 " اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی
 کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین

قرابتیں، بیٹوں، سکنوں، قریبی
 بہنیں، اجنبی بہنیں، پاس
 بیٹھے والوں، مسافروں اور نوکروں
 سے احسان دینی وان کے حقوق
 کی حفاظت کرو) کہو۔

اِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
 وَالْمَسْكِينِ وَالْحَارِثِ ذِي الْقُرْبَىٰ
 وَالْحَارِثِ الْجَنَبِ وَالصَّاحِبِ
 بِالْجَنَبِ وَابْنِ السَّبِيلِ
 وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ط

(النساء: ۸۰)

قرآن حکیم میں بابہ بارہ تحفظ حقوق والدین کو مقدم ٹھہرایا گیا،
 لیکن باقی حضرات نے قریبیوں اور اولاد کے حقوق کا تحفظ تو مقدم
 سمجھا مگر والدین کے حقوق کو پامال کرنے کا ارتکاب کیا۔
 امت مسلمہ میں حفاظت حقوق کے لئے کئی ایک انجمنیں معرض
 وجود میں آئیں جیسے انجمن تحفظ حقوق اہل سنت و الجماعت،
 انجمن تحفظ حقوق شیعہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ جانوروں کے حقوق
 کے تحفظ کے لئے انجمنیں اور نکلے قائم ہو گئے ہیں لیکن کس قدر افسوس
 کا مقام ہے کہ ابھی تک کوئی بھی انجمن تحفظ حقوق انبی اور جمعیت
 تحفظ تطہیر و ناموس و حقوق اہبات المؤمنین تشکیل نہیں ہوئی
 اور یہی وجہ ہے کہ باقی حضرات نے حقوق انبی اور حقوق تطہیر و
 ناموس اہبات انبی کو پامال کرتے ہوئے انہیں خدمت اہل بیت
 رسول سے خارج قرار دے دیا ہے حالانکہ ان ازواج انبی اور
 اہبات المؤمنین کو خود رب کائنات نے "اہل بیت" رسول کے نقاب

سے نوازنا اور ان کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ دار پوری امت مسلمہ

کو ٹھہرایا ہے

پس امت مسلمہ کے ہر خلیفہ، بادشاہ اور صدر رشتے کے کہ ایک
چپراسی تو کیا ایک ادنیٰ سے فقیر کا بھی یہ فرعون مٹھا اور فرعون ہے کہ
احکام ربانی کی تمہیل میں تحفظِ نظہیر و ناموس و حقوق و بہت اہم ترین
کو فرعون سمجھے اور ان کے حقوق کی حفاظت کر کے سعادت داریں حاصل
کرے، انہیں حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری امت مسلمہ کے ایک ایک
فرد پر ڈالتے ہوئے خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

اَلْسَيِّئِ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ
مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَنْوَاعِهِ
اَمْثَلَتْهُمْ ط

”اے مومن کہلا پنا لو! تم پر تمہاری اپنی
جانوں سے بھی زیادہ نیکی کا حق ہے اور
یاد رکھو ان کی انہواری تمہاری مائیں ہیں۔
یعنی والدین کے حقوق کا تحفظ تمہارا فرض
(اولین ہے)

(الاحزاب: ۶)

مآخذ

۱۔ کتاب اللہ

۲۔ انامہ مقبول قرآن

۳۔ احادیث (بخاری، مسلم، ترمذی

بیہقی، ابوداؤد، نسائی و

مشکوٰۃ وغیرہ)

۴۔ احسن الہدایا۔ مترجمہ مولانا محمد رفیع دہلوی

۵۔ استعیاب۔ ابن عبدالبر

۶۔ البیان والبتین۔ المباحث

۷۔ اسد الغابہ۔ ابن الاثیر الجوزی

۸۔ اشعۃ اللمعات۔ مترجمہ مولانا عبدالحق دہلوی

۹۔ ازوالہ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۱۰۔ الاصابۃ فی تیسر الصحابۃ

ابن حجر العسقلانی

۱۱۔ انامۃ و السیاسة۔ ابو محمد عبد اللہ

بن مسلم بن قتیبہ الدینوری

۱۲۔ اشعار جنت۔ مبلغ اعظم مولانا شمس الدین

۱۳۔ ابن عساکر

۱۴۔ ابن خلدون (تاریخ حصہ سوم۔ ابن خلدون)

۱۵۔ اسلام، اہل قاریں اور سلطان قاری۔ محمد سلطان

۱۶۔ مقدمہ ابن خلدون

۱۷۔ اعلام الاسلام۔ ڈاکٹر حسن ابراہیم

پروفیسر تاریخ (قاہرہ)

۱۸۔ انساب کبریٰ یا بیری ٹینیکا۔

۱۹۔ الفاروق۔ مولانا شعیب نعمانی

۲۰۔ لیسان الفقہ۔ ابواللیث سمرقندی

۲۱۔ بیان القرآن۔ مولانا محمد علی

۲۲۔ بحار الانوار۔ علامہ محمد باقر مجلسی

۲۳۔ صحافی صحافی۔ ڈاکٹر غلام حیدرانی بدق

۲۴۔ بقیان۔ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی البطل

۲۵۔ تفسیر عرۃ البیان۔ مولانا مولانا مولانا مولانا

۲۶۔ تفسیر صرافی۔ علامہ حسن کاشانی

۲۷۔ تحفۃ العوام مصدقہ، السید حسین ابراہیم

الطباطبائی والسید علی نقی

۲۸- تفسیر غایبہ البرقان فی تآویل القرآن

مولانا حکیم سعید محمد حسن

۲۳- تذکرہ سیدنا حضرت سلمان فارسیؓ

مولانا محمد عاشق الہی بلند شہری

۲۹- تفسیر آیات قرآنی مولانا عبد الشکور بھٹوی

۲۲- حق الیقین - ملاحسن

۳۰- تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن

۲۵- حیات القلوب، ملاحسن محلی

ابن الطیب صدیق بن حسن

۲۶- خلفائے راشدین، آثار شوق بلند شہری

۳۱- تفسیر بیضادی - عمر بن محمد

۲۷- خلفائے راشدین، ہاجی حسین الدین ندوی

۳۲- ترویج المقیاس من تفسیر ابن عباس

۲۸- خاتونِ جنت - ملک محمد وین

ابن طاہر محمد بن یعقوب بادی

۲۹- در غنود - جلال الدین سیوطی

۳۳- تفسیر معالم التنزیل - امام ابو نعیم

۳۰- رسالہ فی الاعتقادات - شیخ عبد

۳۴- تفسیر القرآن (مفہم) مولانا مزمل احمد ندوی

۳۱- رو بہ رحمت - پروفیسر محمد زبیر

۳۵- تفسیر شفی - امام حسن عسکری

۳۲- شرح المدنی، الشیخ محمود ابوال

۳۶- تفسیر القرآن

۳۳- رحمت العالمین، قاضی محمد سلیمان بھٹوی

۳۷- شرح البند مولانا محمد حسن مولانا شہید عثمانی

۳۴- روزنامہ مشرق شمارہ ۵۵ ستمبر ۱۹۶۶ء

۳۸- تفسیر القرآن - مولانا عبد الماجد دریا بادی

۳۵- سلطنت و ماکا شرح و زوال ڈاکٹرن گوبن

۳۹- ترجمان القرآن، نواب سید محمد سعید عثمانی

۳۶- سیرت الحلبیہ، علی بن برہان الدین

۴۰- تہذیب التہذیب - حافظ ابن کثیر عثمانی

۳۷- سمن نسائی، ابی عبد الرحمن احمد بن شیب

۴۱- تجلیات روح ایرانی - کاظم زادہ ایلان شہر

۳۸- سیرت الزی - مولانا شہید عثمانی

۴۲- تاریخ اسلام - علامہ شہید عثمانی

۳۹- سیرت النبی - مولانا سعید انصاری

۴۳- تاریخ کمال - ابن اثیر

۴۰- سیرت جدیدہ کرامت - پیر سید غلام و شکر نامی

۷۷۔ مرقس (انجیل)

۷۸۔ مدارج النبوة

۷۹۔ مواہظہ تخریص القرآن، تیسری المباحث

۸۰۔ موضوعات کبیر، ملا علی قاری

۸۱۔ مستدک، حاکم نیشاپوری

۸۲۔ منہاج السننہ، امام ابن تیمیہ

۸۳۔ مسند، امام احمد حنبل

۸۴۔ مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ، محمد قطب الدین

۸۵۔ مشارق الانوار، امام رضی الدین ابن صغیر

۸۶۔ مشاہیر اسلام، خواجہ عباد اللہ اختر

۸۷۔ مروج الذهب، مسعودی

۸۸۔ مجمع البیان، شیخ ابو علی طبرسی

۸۹۔ مذاہب اسلامیہ، خواجہ عباد اللہ اختر

۹۰۔ منہج البلاغہ، فخر محمد ربیع احمد

۹۱۔ حجۃ الاسلام، مفتی جعفر حسین

۹۲۔ نصیحتہ الشیعہ، مولانا احتشام الحق

۹۳۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان

۹۴۔ ہسٹری آف سیراسٹر (انگلش)

سید امیر علی

۹۱۔ شیعہ پختی کی بنا۔ فرمان علی

۹۲۔ صواعق خرقہ، امام ابن حجر مکی

۹۳۔ صحابیات، مولانا نیاز محمد خان فخری

۹۴۔ طبری، محمد بن جریر الطبری

۹۵۔ طبقات، ابن سعد

۹۶۔ فتح الباری شرح بخاری

سابقہ ابن حجر عسقلانی

۹۷۔ فروغ کافی کلینی

۹۸۔ قاطع المائف، قاضی محمد یوسف

۹۹۔ قصیدۃ الصدوق العظیم، مولانا تناعی

۱۰۰۔ قوانین الاصول، علامہ مرزا ابوالقاسم

۱۰۱۔ قصاص سیدنا عثمان، تکمیل بیعت بنو

محمد سلطان نظامی

۱۰۲۔ کثیر الآثار

۱۰۳۔ کتب درسی شرح ترمذی

سید محمد صالح کشفی ترمذی

۱۰۴۔ کشف المحجوب، علی محمد بیرونی (داتا گنج بخش)

۱۰۵۔ لوقا (انجیل)

۱۰۶۔ لسان العرب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَنْ لَمْ يَرْجِعْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَصَلَّى عَلَيْهِمْ
مَاتَ مِثْلَ مَاتِ الْكَلْبِ
وَمَنْ لَمْ يَرْجِعْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَصَلَّى عَلَيْهِمْ
مَاتَ مِثْلَ مَاتِ الْكَلْبِ
وَمَنْ لَمْ يَرْجِعْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَصَلَّى عَلَيْهِمْ
مَاتَ مِثْلَ مَاتِ الْكَلْبِ

آیت تطہیر اور اہل بیت رسول ﷺ

960

قرآن حدیث مسک صحابہؓ، سیدنا علیؓ و اہل بیت علیؓ کی روشنی میں

مؤلفہ

محمد سلطان نظامی

مصنفت

توحید، وصی رسول اللہؐ، تلقظات غوث اعظمؒ، درباری بیوگی کے معاہدے اور

تیلیٹی خطوط، قصاص سیدنا عثمانؓ و تکمیل بیت رضوان، اسلام

اہل فارس اور سلمان فارسیؓ

ناشرکے - شرکت ادیب پنجاب شاہی محلہ لاہور

(شمالی برقی پریس لاہور)